ہٹلر اعظم

از

پروفیسر چندر شیکھر شاستری

ایم او پی ایچ - ایچ ایم ڈی،

کاویہ ساہتیہ تیرتھ آچاریہ - پراچیہ ودیا واردھی

آیور وید آچاریہ - سابق پروفیسر بنارس ہندو یونیورسٹی

نومبر ۱۹۳۸ء

پبلشرز

سیاسی لٹریچر کمپنی نمبر ۸۱۱ مسجد کھجور دہلی

قیمت مجلد تین روپے غیر مجلد ڈھائی روپے

باہتمام بابو جیوتی پرساد گپتا
گپتا پرنٹنگ ورکس سٹرک پریڈ دھلی میں طبع ہوئی

ہر ایڈلف ہٹلر — چانسلر و صدر جمہوریہ جرمنی

آغازِ کلام

آج دنیا کی سیاسیات میں جرمنی کو بڑی اہم جگہ حاصل ہے۔ سارے جہاں کی آنکھیں جرمنی کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ کل تک جس جرمنی کا جنگِ عظیم کا تاوان ادا کرتے کرتے کچومر نکلا جاتا تھا آج وہی ایک فاتحانہ مسکراہٹ اپنے چہرے پر لئے، مونچھوں پر تاؤ دے رہا ہے اور دنیا کی حکومتوں کی صفِ اول میں سرِ افتخار اونچا کئے کھڑا ہے۔ کل تک جو جرمنی پامال، دیوالیہ اور دوسروں کا غلام تھا آج وہی فاتحانہ غرور سے لبریز، پوری شان و شوکت کا مالک، اور آزاد ہے۔ آج جرمنی کے پاس دنیا کا قوی ترین ہوائی بیڑہ ہے۔ اس کی بحری و بری فوجی طاقت بھی ایسی قوی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ تجارتی دنیا میں اس نے وہی عظمت حاصل کر لی ہے جو اسے جنگِ عظیم سے پہلے حاصل تھی۔ سب سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ یہ ساری ترقی جرمنی نے صرف چند ماہ اور چند سال کے محدود عرصے ہی میں کی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جرمنی کو اتنی جلدی ترقی کے بامِ عروج پر پہونچانے والا ہٹلر ہے۔ ایک ایسے فرد سے جو اوسط طبقے سے اٹھا ہے یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ اتنے قلیل عرصے میں اتنا بڑا کارنامہ پوری کامیابی کیساتھ پیش کر دیگا۔ اسکی اس غیر معمولی ترقی کن صلاحیت و قوت کو دیکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ ہٹلر ایک عظیم شخصیت یا "اعظم" ہے۔

جنرل گوئرنگ نے اپنی کتاب "جرمنی کا دوبارہ جنم" میں ہٹلر کے کردار کے اوصاف کو بے نقاب کرتے ہوئے کتنے خوبصورت اور فلسفیانہ الفاظ میں لکھا ہے :-

"خیالات دوامی ہوتے ہیں اور وہ ستاروں میں آویزاں رہتے ہیں ۔ حیات انسانی کا یہ شاہکار ایک بہادر انسان ہی پیش کر سکتا ہے کہ وہ ستاروں کی بلندیوں تک رسائی حاصل کرے اور آسمانی آگ اتار کر زمین پر لائے تاکہ اس کی مشعل کی روشنی میں آدمیوں کو راہ دکھائی جا سکے ۔"

ان الفاظ کی تشریح غیر ضروری ہے ۔ یہ کسی شک سے بالا ہے کہ ہٹلر نے نیشنل سوشلزم یا نازی فلسفے کے اصولوں کو آسمان کے ستاروں ہی میں سے اتارا ہے اور انہی اصولوں کی مشعل کی روشنی میں اس نے جرمنی کو اتنی ترقی یافتہ حکومت بنا ڈالا ہے ۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ ہٹلر محض ایک معمولی آدمی ہی نہیں بلکہ اس کا شمار دنیا کے اس وقت تک کے ہیروؤں میں ہونا چاہیئے رائن لینڈ، آسٹریا اور سوڈٹین لینڈ پر خون کا ایک قطرہ گرائے بغیر قبضہ کر لینا ہٹلر کے بلند ترین تدبر کا ثبوت ہے ۔

جنگ عظیم کے زمانے کے برطانیہ کے وزیر اعظم لائڈ جارج بھی ۱۹۳۶ء میں ہٹلر سے ملاقات کرنے کے بعد یہی کہنے پر مجبور ہوئے کہ ہٹلر دراصل "اعظم" ہے ۔

پیش نظر کتاب میں جرمنی کی قدیم تاریخ اور قومی تصورات

کا خلاصہ دیتے ہوئے اس کے جنگ عظیم میں شامل ہونے کی وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ پھر مابعد جنگ کی ان تحریکوں کی تاریخ دی گئی ہے جو جرمنی کے جنگ میں شکست کھا جانے کے نتیجے کے طور پر وجود میں آئیں اور جنھوں نے پورے پندرہ برس تک جرمنی کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔

اپنی جوانی کے عالم میں ہٹلر جنگ عظیم میں ایک معمولی لینس کارپورل تھا۔ چند سال کے بعد ہی اس نوجوان نے اپنی دکھی مادرِ وطن کی تکالیف سے تنگ آکر خود کو خدمتِ وطن کے لئے وقف کر دیا اور آخر اس نے کافی عرصے تک بہت سی قربانیاں کرنے کے بعد نیشنل سوشلزم یا نازی فلسفے کے اصولوں کی بنیاد ڈالی۔ سنہ ۱۹۱۹ء سے ہم اسکو میدانِ عمل میں پھر کھلم کھلا جنگ آزما پاتے ہیں۔ جنرل گوئرنگ ہر کام میں اس کا دست و بازو بنا رہا۔ آخر ۳۰ جنوری سنہ ۱۹۳۳ء کو اس کا مجاہدہ پورا ہوا اور وہ جرمنی کا چانسلر بنایا گیا۔ اس سے فقط اس کی جماعت کی تکالیف ہی دور نہ ہوئیں بلکہ جرمن قوم میں نئی زندگی نمودار ہو گئی۔

ہٹلر اور گوئرنگ نے چند سال ہی میں اتنی ترقی کر لی کہ جرمنی کی حالت بالکل بدل گئی۔ سنہ ۱۹۳۴ء کے وسط میں جرمنی کے راشٹرپتی بوڑھے فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ کا انتقال ہو گیا جس سے اس کے بعد ہٹلر ہی چانسلر کے علاوہ جرمنی کا صدر بھی بن گیا۔

جرمنی کے رائن لینڈ، آسٹریا اور سوڈٹین لینڈ پر قبضہ کرنے کی تاحال سب خبریں اس کتاب میں درج کر دی گئی ہیں۔ ویسے تو

ہٹلر کی ساکھ بین الاقوامی حلقوں میں ابتدا ہی سے بندھی ہوئی تھی۔ لیکن ان کامیابیوں کے بعد تو اب ساری ہی دنیا کی توجہ ہٹلر اور جرمنی کی طرف منعطف ہوگئی ہے۔ اس وقت کہیں تو ہٹلر کو دنیا کی آزادی کا فرشتہ اور کہیں اسے بنی نوع انسان کا دشمن سمجھا جاتا ہی۔

آج دنیا بھر میں آزادی کے بہاؤ کی تین شکلیں ہیں۔ (۱) پارلیمنٹری ازم (۲) کمیونزم اور (۳) فاسزم یا نازی ازم۔

برطانیہ اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کو پارلیمنٹری ازم کا مثالی نمونہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن بیسویں صدی کے حالات اور خاص کر جنگِ عظیم نے یہ ثابت کر دیا کہ پارلیمنٹری ازم بھی سرمایہ داری ہی کا دوسرا نام ہی اور اس سے عوام کو شانتی نہیں ملسکتی۔ اس کے علاوہ پارلیمنٹری ازم انگلستان کے علاوہ اور کہیں کامیاب بھی نہیں ہوا۔ فرانس میں تو ۱۹۱۸ء سے لیکر ۱۹۳۴ء تک کے سولہ سال میں کسی بھی وزارت کی اوسط مدت عمر آٹھ ماہ پچیس دن سے زیادہ نہ رہی۔

سرمایہ داری کی زیادہ سے زیادہ خوفناک شکل کے ردعمل کی دوسری صورت کمیونزم ہے۔ کارل مارکس کا یہ مذہب خیال ۱۹۱۷ء میں عملی شکل میں روس کی سرزمین پر نمودار ہوا۔ اگرچہ روس میں ابتدا میں کمیونسٹ اصولوں پر پوری طرح عمل کیا گیا لیکن ۱۹۲۱ء میں انفرادی ملکیت کے عدم وجود کو ناقابلِ عمل سمجھ کر اس میں کچھ ترمیم کردی گئی۔ اس زمانے میں لینن نے اپنے اصول کے خلاف انفرادی طور پر تجارت کرنے کی منظوری بھی دیدی۔ روس کے دستور اساسی کی خصوصیت وہاں کی سودیٹ انسٹی ٹیوشنیں تھیں۔ لیکن سٹالن نے

اس دستور کو بھی ناقابل عمل سمجھ کر دوبارہ نمائندہ دستور رائج کر کے دو
قانون ساز ایوان بنائے - ہر چند کمیونسٹ اس دستور اساسی کو مثالی
دستور کہہ کر سٹالن کی تعریف کے پل باندھتے ہیں لیکن ہماری رائے
میں یہ کمیونزم پر پارلیمنٹری ازم کی فتح کے مرادف ہے کیونکہ اس سے
یہ صاف ظاہر ہے کہ سٹالن نے ناقابل عمل ہونے کی وجہ ہی سے سوویٹ
دستور کو ترک کر کے نئے دستور کو ملک میں رائج کیا ہو -

اس کے خلاف فاسزم درمیانی راستہ ہے - فاسزم اصل میں
کمیونزم کا ردِّ عمل ہے - یہ عوام کو نہ تو سرمایہ داروں کے مظالم اور اُنکی
لوٹ کے شکار ہی بننے دینا چاہتا ہے - اور نہ بالکل مزدوروں ہی کا
راج چاہتا ہے - اس میں سرمایہ دار اور بے سرمایہ دونوں قسم
کے انسان شانہ بہ شانہ قومی تعمیر کا کام کرتے ہیں - یہ کہنا ابھی قبل
از وقت ہے کہ یہ سسٹم اپنے بلند شخصیتوں والے رہبروں ہٹلر اور
مسولینی کے زورِ عمل کی وجہ سے کامیاب ثابت ہو رہا ہے - یا اسکی
نشو و نما اور ترقی کا بنیادی سبب اس کے اصولوں کی عمدگی اور عملی
صلاحیت ہے ؟ ان میں سے پہلی بات سے تو کسی طرح انکار ہی نہیں
کیا جا سکتا - رہی دوسری بات اس کی اصلیت کا کمیونسٹ لوگ حال
معلوم نہیں ہونے دیتے - وہ فاسزم سے کدورت رکھنے کی وجہ سے
اس مذہب خیال کے بارے میں ایسی حیران کن باتوں کا پروپیگنڈا
کرتے رہتے ہیں کہ اچھے سے اچھا مدبر سیاست داں بھی ان کو سنکر
چکر میں پڑ جاتا ہے -

آج ہندوستان بھی قومی تعمیر کیلئے تیار کھڑا ہے یہ دکھلائی

دے رہا ہے کہ اسکی غلامی کی شب مرگ کا یہ آخری پہر ہے ۔ امید کی صبح نظر آنے سے دل میں حوصلہ کی ترنگیں موجیں مار رہی ہے ۔ اب اگر کمی ہے تو صرف آزادی کے آفتاب کے طلوع ہونے ہی کی ہے لیکن اس بات کا ہمیں ابھی سے فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم آزادی کی اس دیوی کو پارلیمنٹری ازم، کمیونزم اور فاسزم میں سے کس کے لباس میں دیکھنا چاہیں گے ۔ ہماری قومی پارلیمنٹ کانگریس اب سے بہت پہلے پارلیمنٹری ازم کو قبول کرنے کا ارادہ ظاہر کرچکی ہے ۔ ادھر موجودہ ہندوستان کے نوجوان رشی پنڈت جواہر لال نہرو کمیونزم یا سوشلزم کی تلقین کر رہے ہیں ۔ سیگاؤں کا مہان سنت اس صورت حال کے سلسلے میں کوئی رہنمائی نہ کرتے ہوئے سیاسی سنیاس لیکر سیگاؤں میں دھونی رما بیٹھا ہے ۔ ایسے حالات میں نوجوانان ہند سوشلزم کے نام کی چکاچوند سے دیوانہ ہوکر ادھوری تعلیم کے باوجود سوشلزم کے شر میں شر ملا کر فاسزم کو کوستے ہوئے اسٹالن کی تعریف کے گیت گا رہے ہیں ۔ وہ یہ بات فراموش کرجاتے ہیں کہ یوروپین خون کی خصوصیات سبھی یورپینوں میں ایک سی ہوتی ہیں ۔ وہ ہٹلر اور مسولینی کی غارت گری کی مذمت کرتے ہیں اور سٹالن کے ان مظالم کو بھول جاتے ہیں جو سویٹ روس اور دستور اساسی کے نام پر کئے گئے ہیں ۔ وہ یہ بات نہیں جانتے کہ یوروپ کی خصوصیت بے رحمی اور کٹھورپن اور ہندوستان کی خصوصیت ایماندارانہ اسپرٹ میں لڑنا ہے ۔

گزشتہ بیس سال میں ہم ہٹلر اور مسولینی ہی کے مظالم کے

مانند سویٹ کے نام پر روس میں خون کی ندیاں بہتی دیکھ چکے ہیں - ہم دنیا بھر کے تقریباً سبھی ملکوں میں کمیونزم کی خفیہ تنظیم کے ذریعے سے کی ہوئی سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں ہتھیاؤں کے رونگٹے کھڑے کر دینے والا حال پڑھ چکے ہیں - کمیونسٹوں نے اپنے مخالفوں کے قلعوں جرمنی اور اٹلی تک میں بھی کافی خفیہ قتل کئے ہیں - خود ہٹلر اور مسولینی تک کو شکار بنانے کی کوشش کی گئی - لیکن وہ اپنی قسمت یا اپنے اہل ملک کی قسمت سے برابر بچتے گئے - ہم حبش اور اسپین کی غیر مسلح آبادی پر بم باری کرنے کی مذمت کرتے ہیں - لیکن دیگر ممالک میں اسی سے ملتے جلتے جو مناظر دکھائے جاتے ہیں انھیں سکون قلب کے ساتھ دیکھ لیتے ہیں - ہم اس بات کو فراموش کر جاتے ہیں کہ کورو پانڈو جیسا "دھرم یدھ" فقط ہندوستان میں ہندوستانیوں کے نزدیک ہی ممکن ہے - یوروپ والوں کے نزدیک تو وہ قطعی ناممکن ہے - ناظرین کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک بیرحمی کا تعلق ہے ہٹلر مسولینی اور اسٹالن سبھی بھائی بھائی ہیں - ان میں کم کوئی نہیں ہے - اور ان سب ہی کے غصے سے محفوظ رہنے میں خیریت ہے - اس طرح سوشلزم اور فاسزم کے معاملے میں غیر جانبدار ہو کر ہم کو یہ سوچنا چاہیئے کہ ہم کو اپنے آئندہ دستور اساسی میں کس کو اپنا بنانا ہے - میری رائے ناقص میں سرزمین ہند سوشلزم کیلئے مناسب جگہ نہیں ہے - سوشلزم یا کمیونزم ابھی تجربے کے مرحلے میں ہیں - خود روس ہی میں اس کی مختلف شکلیں بدلتی رہی ہیں - پھر بھلا مذہب پرست ہندوستان میں یہ جماعتی جنگ والی تحریک کس طرح امن قائم کر سکتی ہے -

اس میں شک نہیں کہ فاسزم میں بھی ڈکٹیٹر شپ اور فوجیت ناقابل قبول ہیں - اگر فاسزم میں سے ان دونوں کو نکال دیا جائے تو باقی خالی نیشنل سوشلزم رہ جاتا ہے جو سوشلزم کا صحیح ردّعمل ہے۔
لیکن ایک دلچسپ بات اور بھی ہے - ہم فاسزم میں ڈکٹیٹر شپ اور فوجیت کی مذمت کرتے ہیں - لیکن یہ دونوں "ازم" کمیونسٹ اور پارلیمنٹی ملکوں میں بھی اچھی طرح قدم جمائے ہوئے ہیں - آج دنیا کی اضافۂ اسلحہ جات کی ڈور میں کمیونسٹ، روس، جرمنی اور اٹلی سے بھی زیادہ فوجیت کا پرستار بنا ہوا ہے - عالمگیر امن کے فرشتے برطانیہ اور امریکہ بھی آج اس دوڑ میں سب سے آگے نکل جانے کی کوشش کر رہے ہیں - روس نے تو ساری دنیا کو دو طبقوں فاسٹ اور اینٹی فاسٹ میں بانٹ کر فاسٹوں کی سبھی مخالف طاقتوں کو ایک محاذ پر اکٹھا کر کے "پاپولر فرنٹ" بنانے کی تحریک شروع کر دی ہے۔ ہندوستان میں بھی یہ "پاپولر فرنٹ" کی تحریک وسیع پیمانے پر چلائی جا رہی ہے - اس تحریک کے بانی مبانی یہ بھول جاتے ہیں کہ ڈکٹیٹر شپ اور فوجیت کے بارے میں کمیونزم یا فاسزم دونوں میں سے کوئی بھی کم نہیں ہے - کمیونسٹوں اور فاسسٹوں دونوں کا یہ یقین ہے کہ "سیاسی مسائل بحث مباحثوں سے طے نہیں کئے جا سکتے - اقلیتوں کے حقوق محفوظ نہیں ہونے چاہئیں، اور طاقتوں کی جگہ دلیل سے کام لینا بیوقوفی ہے۔" اس وقت کمیونسٹ یا فاسٹ دونوں قسم کے ڈکٹیٹر سابق زاروں یا پاپائے روم کی مانند مطلق العنان حکمراں ہیں - خلاصہ یہ ہے کہ فوجیت اور ڈکٹیٹر شپ کے بارے میں فاسٹوں

اور ان کے مخالفوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

فاسسٹوں اور اینٹی فاسسٹوں کی پالیسی میں البتہ ایک بڑا زبردست فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ فاسسٹ عیارانہ حکمت عملی کو پسند نہ کرتے ہوئے صاف گوئی سے کام لیتے ہیں۔ وہ اپنی ضرورت کو صاف الفاظ میں دوسروں کے آگے پیش کرکے اپنی فوج کی طرف اشارہ کردیتے ہیں لیکن ان کے مخالف امن پسندی کے ڈھول پیٹے جاتے ہیں اور اندرخانے جنگ کی تیاری میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے فاسسٹ بدنام ہیں اور انھیں دنیا کے امن کا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ جب کہ اُن کے مخالفوں کی فوجیت اور ڈکٹیٹرشپ کو نظرانداز کرتے ہوئے لوگ انھیں فرشتۂ امن تصور کرتے ہیں۔

ہندوستانی سیاسیات کے طالب علموں کو ان سب باتوں کو گہری نظر سے دیکھنا اور ہندوستان کے پاؤں میں کسی ایسے اصول کی زنجیر نہ ڈال کر جس کا جنم یوروپ میں ہوا ہو، ہندوستان کے حالات کے مطابق نیا راستہ تلاش کرنا چاہیئے۔ یوروپ کی سیاسیات صرف مطالعہ کیلئے ہے۔ وہ پیروی کیلئے نہیں ہے۔ اس سے ہم تاریخ اور سیاسیات میں سبق لیکر اپنے ملک میں کی جانیوالی غلطیوں سے دامن بچا سکتے ہیں لیکن قومی ترقی کے تعمیری کام کیلئے تو ہم کو اپنے ملکی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہی نیا راستہ بنانا ہوگا۔

اس کتاب کو ہم نے "ہٹلر مہان" کے نام سے ہندی میں لکھ کر اگست ۱۹۳۶ء میں شائع کرایا تھا۔ ناظرین کو یہ کتاب اتنی پسند آئی کہ اس کی ساری جلدیں چند ہی ماہ میں فروخت ہوگئیں اور ہمارے

پاس اردو ایڈیشن کی مانگیں بھی روزانہ آنے لگیں۔ اردو ایڈیشن کی تیاری کے دوران میں واقعات میں اتنی تبدیلی ہو گئی کہ کتاب میں بہت کچھ تغیر و تبدّل کرنا پڑا۔ اس کے لئے کتاب کے ایک بہت بڑے حصّے کو مختصر کر کے تقریباً آدھی کتاب کو از سر نو لکھنا پڑا۔ ہم نے اس کتاب میں نازی ازم کو ہٹلر کے لفظوں میں رکھتے ہوئے بھی اپنا زاویہ نگاہ جگہ جگہ ظاہر کر دیا ہے۔ اگرچہ اس میں ہٹلر کی تعریف ہے لیکن اس کے عیبوں پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش نہیں کی گئی ہے۔ البتہ یہ ضرور ہے کہ کمیونسٹوں کی طرح صرف عیب جوئی کا وطیرہ اختیار نہیں کیا گیا۔

یہ ہندوستانی زبانوں کی بدقسمتی ہے کہ اس میں ایسے عالموں کی بہت کمی ہے جو ریسرچ کر کے کتاب لکھ سکیں۔ ان کو معلوم نہیں کہ اس قسم کی کتابیں بڑی تحقیق کے بعد تیار کی جاتی ہیں۔ اور اس تحقیق کی بنیاد انگریزی یا ہندوستانی سبھی زبانوں کے مصنفین کیلئے ایک سی ہوتی ہے۔ ہندوستانیوں کی نظر میں غیر ملکی زبان میں لکھنا یا یوروپ ہو آنا ہی طبع زاد لکھنے کی دلیل ہے۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ہندوستان میں رہنے والے یورپینوں کی اکثریت بھی سیاسیات کے اُن گہرے اصولوں سے بے خبر ہے۔ جن کا اس کتاب میں تذکرہ کیا گیا ہے۔ ناظرین کو اس بات کا اندازہ کرانے کیلئے اس کتاب کے آخر میں اس مادے کی ایک نامکمل سی فہرست دی گئی ہے جسکو اس کتاب کی بنیاد کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ دراصل ریسرچ کے کام میں محض ریسرچ ہی کو پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے بنیادی مادے کی اصلی
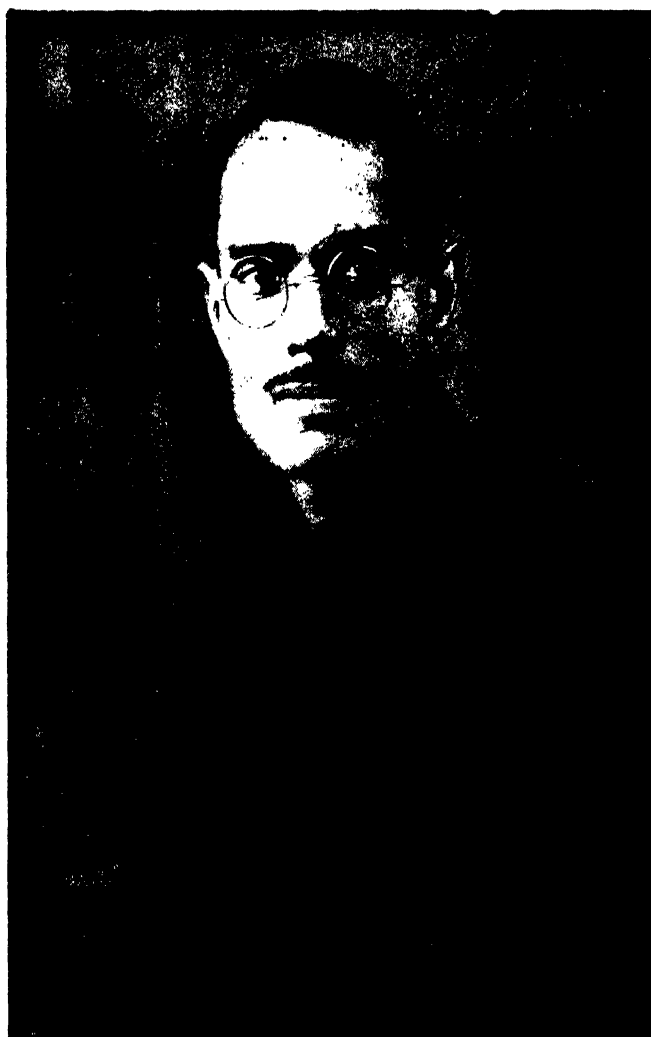
پروفیسر چندر شیکھر شاستری مصنف ویدِ اعظم

شکل کو پورے طور پر پیش کیا ہی نہیں جا سکتا۔

متعدد ناظرین اور تنقید نگار ہمارے غیر ملکی الفاظ کے تلفظ پر بھی چونکیں گے۔ لیکن جرمنی کے موجودہ ناموں کے تلفظوں کو کئی کئی بار ہندوستان میں رہنے والے بہت سے جرمنوں سے پوچھ پوچھ کر ہمکو یہ معلوم ہوا کہ جرمن تلفظ انگریزی تلفظ سے بہت مختلف ہوتا ہے۔ دراصل جرمن ناموں کا انگریزی انداز سے تلفظ کرنے سے ہم ان ناموں کے اصلی تلفظ سے بہت دور ہو گئے ہیں۔ اپنے ناظرین کی آسانی کیلئے ہم نے ایک فہرست ابتدا میں دیدی ہے۔ جس سے ان الفاظ کے تلفظ معلوم ہوتے ہیں۔

امید ہے کہ اردو دنیا اس کتاب کی قدردانی کرکے میری ہمت افزائی کرے گی تاکہ میں بین الاقوامی سیاسیات پر اردو زبان میں اور کتابیں پیش کر سکوں۔

چندر شیکھر شاستری

نمبر ۱۱۸ مسجد کھجور دہلی

یکم نومبر ۱۹۳۸ء

فہرست مضامین

چند ناموں کے صحیح تلفظ

Admiral Horthy	ऐडमिरल हार्थी	ایڈمرل ہورتھی
Artur Seyss Inquart	आरटुर सेइस इंकार्ट	آرٹرسیس انکوارٹ
Benes, Dr	डाक्टर बेनेस	ڈاکٹر بینز
Berchtesgaden	बर्चटेसगैडेन	برچٹسگیڈن
Blomberg, Genl.	जेनेरल ब्लामबर्ग	جنرل بلومبرگ
Bruckner Wilhelm	विल्हेल्म ब्रुकनर	ولہلم برُکنر
Ciano, Count	काउंट चानो	کاؤنٹ چانو
Czechoslovakia	ज़ेकोस्लोवाकिया	زیکوسلوواکیہ
Darre, R. Walter	आर. वाल्टर दारें	آر۔ والٹر دارے
Dietrich	डीट्रिख	ڈیٹرخ
Frick, Dr. Wilhelm	डाक्टर विल्हेल्म फ्रिक	ڈاکٹر ولہم فرک
Habicht	हाबिख्ट	ہابخٹ
Helldorf, Count	काउंट हेल्डार्फ़	کاؤنٹ ہیلڈارف
Himmler, Heinrich	हाइनरिख़ हिमलर	ہائنرخ ہملر
Inquart, Artur Seyss	आरटुर सेइस इंकार्ट	آرٹرسیس انکوارٹ
Ley, Dr. Robert	डाक्टर राबर्ट लाई	ڈاکٹر رابرٹ لائی
Meissner	माइसनर	مائسنر
Munich	म्यूनिक	میونک
Neurath, Baron	बैरन नेऊराट	بیرن نیوراٹ
Papen, Franz Von	फ्रंज़ फान पापेन	فرنتز فان پاپن
	प्राग	پراگ

Reichskanzler (Palace)	राइखस्कांसलर (भवन)	رائخ کانسلر
Reich	राइख़	رائخ
Reichstag	राइख़स्टाग	رائخ شٹاگ
Rhineland	राइनलैंड	رائن لینڈ
Ribbentrop, Joachin Von	योआख़ीन फ़ान रिबेनट्राप	یواخن فان ربن ٹراپ
Roehm, Capt	कैप्टेन रोएम	کیپٹن روہم
Schmidt, Dr Guido	डाक्टर गुइडो श्मिट	ڈاکٹر گوئیڈو شمٹ
Shacht, Dr	डाक्टर शाख़्ट	ڈاکٹر شاخٹ
Shirach, Baldur Von	बल्दुर फ़ॉन शीराख़	بالڈور فان شیرخ
Skubl, Dr.	डाक्टर स्कूबिल	ڈاکٹر سکوبل
Versailles	वरसाई	ورسائی
Volkischer Beobachter	फ़ुलकीशर बीओबाख़्टर	فلکشر بیوباخٹر
Von	फ़ॉन	فان
Wilhelmstrasse	विलहेल्मस्ट्रासी	ولہلم شٹراسی

پہلا باب

جرمنی کی قدیم تاریخ پر ایک نظر

جرمن قوم آریہ نسل سے ہے

براعظم یورپ میں جرمنی کی جغرافیائی حیثیت ایسی ہے کہ اگر ہم اُسے "یورپ کا دل" کہیں تو کچھ غیر مناسب نہیں۔ کیا اپنے محل وقوع اور کیا اپنی سیاسی حیثیت، دونوں ہی کے لحاظ سے جرمنی سچ مچ براعظم "یورپ کا دل" ہے۔

یہ ملک یورپ میں مغرب کی سمت اس کے عین وسط میں آباد ہے۔ براعظم کے بیچوں بیچ ہونے کی وجہ سے اس کی سرحدیں تین سمتوں میں دوسرے ملکوں کی حدود سے ملی ہوئی ہیں۔ صرف شمال میں سمندر واقع ہے۔ جرمنی کی آب وہوا معتدل ہے اور اس کی سرزمین زرخیز ہے۔

یورپ کے دوسرے ملکوں کے مقابلے میں جرمنی کی تاریخ زیادہ پرانی ہے۔

کسی زمانے میں اس ملک میں قدیم آریہ[1] نسل کے لوگ رہتے تھے۔ موجودہ جرمن قوم بھی باعتبار نسل انہی آریوں کی اولاد ہے جن کی نسل سے ہندوستانی ہیں۔ دونوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ اہلِ ہند آریہ قوم میں پیدا ہونے پر فخر نہیں کرتے بلکہ انہیں اپنی غلامی پر شرم آتی ہے جبکہ جرمنی میں ہر فرد اپنے آریہ ہونے پر فخر و ناز کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اہلِ جرمنی اپنے خالص آریہ خون میں کسی دوسری نسل کے خون کی ملاوٹ تک پسند نہیں کرتے۔

قدیم آریہ قوموں کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وسطِ ایشیا سے چل کر جو قومیں دنیا بھر میں پھیلیں ان کا ایک حصہ تو ہندوستان کی زرخیز زمین پر آبسا اور دوسرا وسطِ یوروپ کی طرف چلا گیا۔ موجودہ یوروپین قومیں ان ہی آریہ قوموں کی اولاد ہیں۔ جہاں تک ان کے تہذیب و تمدن کا تعلق ہے جوں جوں یہ قومیں ترقی کرتی گئیں ان کا تمدن بھی ارتقائی منزلیں طے کرتا گیا اور آخر کار نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے رہنے سہنے کے ڈھنگ اور ان کی مذہبی روایات میں ایک بڑی زبردست تبدیلی ہوگئی۔ یہ اسی تبدیلی کا سبب ہے کہ آج یوروپ میں تقریباً سبھی قومیں اپنی پرانی تہذیب کو بھول گئی ہیں۔ ابھی تک یہ تہذیب اگر کہیں اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے تو وہ جرمنی ہے۔ اگرچہ جرمنی ہی سے یوروپ کے اکثر مذہبی سلسلوں کی ابتداء ہوئی ہے مگر اس کے باوجود جرمنی ابھی تک اپنی اس پرانی تہذیب کو بھولا نہیں ہے۔ اور اہلِ جرمنی خود کو آریہ کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

---

[1] دنیا کی تاریخ میں لفظ آریہ ان گروہوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جو وسطِ ایشیا سے چل کر دنیا کے سب زرخیز علاقوں میں پھیل گئے تھے۔ کچھ ہندوستان میں داخل ہو گئے۔ کچھ اس علاقے کی طرف چلے گئے جہاں ایران، شام، عرب، ترکی وغیرہ ہیں۔ اور کچھ یوروپ میں جا بسے۔ لفظ آریہ کی تاریخی حیثیت ہندوستان کی "آریہ سماج" کی تحریک کے "آریہ" سے بالکل مختلف ہے۔ مترجم

جرمنی میں سنسکرت زبان کی مقبولیت

کہا جاتا ہے کہ لفظ جرمن قدیم سنسکرت لفظ شرمن ہی کی دوسری شکل ہے
اور وسط یوروپ میں آکر بسنے والے پُرانے آریہ لوگ خود کو شرمن کہا کرتے تھے۔
اور آگے چل کر ان شرمن نسلوں کے رہنے کی جگہ کا نام بھی شرمنی یا جرمنی ہو گیا۔
سنسکرت میں شرمن برہمن کو کہتے ہیں۔ اسی لئے بہت سے مورخوں کی یہ رائے
ہے کہ جرمن لوگ انہی قدیم زمانے کے برہمنوں کی اولاد ہیں جن کی نسل سے ہندوستان
کے برہمن لوگ ہیں۔ ہر چند لفظ جرمن کو شرمن ماننے میں علم السنہ کا کوئی اصول ہماری
تائید نہیں کرتا مگر اس تدبّر اور رفعتِ خیالات سے جو ہندوستان کے برہمن کا قدرتی
وصف ہے اور جو ایک جرمن میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ بات کچھ ممکن معلوم
ہوتی ہے۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مبانی مارٹن لوتھر اور یوروپ کی سیاسی
دنیا میں تہلکہ ڈالنے والے بسمارک جرمن قوم ہی کے تھے۔

سنسکرت زبان کے ذریعے سے بھی جرمنی اور ہندوستان میں گہرا تعلق ہے
جہاں تک سنسکرت زبان کی ریسرچ کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ سنسکرت جرمنی
میں ہندوستان سے کہیں زیادہ پھیلی ہوئی ہے۔ خود جرمن زبان قدیم ویدک
زبان سنسکرت ہی کی بدلی ہوئی شکل ہے۔ اگرچہ سنسکرت دنیا کی قدیم ترین زبان
ہے لیکن ہندوستان کے باہر اس کی جتنی عزت جرمنی میں ہے اور کسی ملک میں
نہیں ہے۔ ہندوستان جن جن قدیم علوم سے روشناس ہے ان سب پر جرمن
زبان میں طبع زاد کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

وید وغیرہ کتابوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ پُرانے آریہ لوگ
اپنے دَور کے بڑے زبردست سائنسداں تھے۔ ان کی سائنسدانی کا علم

اہلِ ہند کو تو نصیب نہ ہوا مگر ان کی جرمن اولاد کو دماغی ورثہ کے طور پر مل گیا
چنانچہ موجودہ زمانے میں جرمن قوم دنیا کی اور سب قوموں سے بڑھ کر سائنس
میں مہارت رکھتی ہے۔ انہوں نے سائنس میں بے شمار دریافتیں کی ہیں۔
دوسری قوموں نے جرمنوں کی نقل ہی میں سائنس اور ایجادات
کے میدان میں قدم رکھا ہے۔ خصوصاً انگریزوں نے تو یہ علم
جرمنی ہی سے سیکھا ہے۔

جرمنی کی قدیم تاریخ

جرمنی یوروپ کے بیچوں بیچ اِس طرح بسا ہوا ہے۔ گویا وہ ایک کھلے
میدان میں پڑا ہے۔ اس اعتبار سے جرمنی کی قومیت، اس کی ملکی حدوں
اور اس کی قومی شان و شوکت کا اٹھارویں صدی تک بھی صحیح نشو و نما نہ ہو
سکا۔ اس دور سے پہلے کے جرمنی کی بابت ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ مختلف
قوموں کی سیاسی جماعت بندیوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ اور مختلف علاقہ جاتی
حکومتیں ایک دوسرے کے خلاف برسرِ پیکار رہتی تھیں۔ اِس سے جرمنی
کو نقصان ہوتا رہا اور دوسری قوموں کو فائدہ پہنچتا رہا۔
جیسا کہ اوپر اشارہ کیا گیا ہے جرمنی کی کوئی قدرتی حدبندی نہیں ہے
جرمنی کبھی بھی ایسا ملک نہیں رہا جسے سمندر اور پہاڑوں کی چار دیواری کی حفاظت
حاصل ہو۔ اس لئے ملک کی حفاظت کا بوجھ ہمیشہ اس کے باشندوں کے
اپنے کندھوں پر رہا ہے۔

چارلز اعظم یا شارلیمن

جرمن حکومت کا آغاز پپن سویم نے ۷۵۱ء میں کیا تھا۔ اس وقت اس کی حکومت جس ملک پر تھی اس کا نام جرمنی تو نہ تھا اور نہ پپن کو تنہا جرمنی کا حاکم کہہ سکتے ہیں مگر پپن سویم کو اس اعتبار سے جرمن حکومت کا بانی مبانی سمجھا جاتا ہے کہ آگے چل کر اسی بادشاہ کے جانشینوں کی کوششوں سے جرمن امپائر وجود میں آئی۔

۷۶۸ء میں پپن کے انتقال کے بعد اس کا چھوٹا بیٹا چارلز تخت پر بیٹھا یہ تاریخ میں چارلز اعظم یا شارلیمن کے نام سے مشہور ہے۔ چارلز اعظم کی حکومت کا زمانہ ادھر اُدھر چڑھائیاں کرنے ہی میں گذر گیا۔ پاپائے روما کے خاندان سے اس کی بڑی دوستی تھی۔ پپن سویم اور چارلز اعظم دونوں باپ بیٹوں سے پاپائے روما کو یوروپ میں بڑی مدد ملی تھی۔ اس لئے ۸۰۰ء میں بڑے دن کے موقع پر جب چارلز روما میں سینٹ پیٹر کے گرجا میں دوزانو ہو کر عبادت کر رہا تھا۔ پاپائے روما نے اس کے سر پر سونے کا ایک تاج رکھ کر اس کے شہنشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔

شہنشاہ چارلز اعظم کی حکومت میں جرمنی فرانس اور اٹلی وغیرہ سارے ملک تھے۔ ہر چند چارلز جرمن نسل کا تھا (فرنیک قوم جرمن قوم یا ٹیوٹن قوم ہی کا ایک حصہ ہے) اور جرمن زبان بولتا تھا اور جرمنی ہی کی سرزمین پر بود و باش رکھتا تھا۔ پھر بھی اسے اتنی اہمیت حاصل ہے کہ اس وقت تک فرانس و جرمنی دونوں اسے اپنا قومی جدِ اعلیٰ مانتے ہیں۔ اسکا اثر سارے یوروپ پر تھا۔

چارلز اعظم نے اپنی حکومت کے کاروبار کو چلانے کے لئے دو ایوان بنائے۔ ایک ایوان عوام کا تھا۔ اُسے "ڈائٹ" کہتے تھے۔ یہ رواج ٹیوٹنک لوگوں میں بہت قدیم زمانہ سے چلا آتا تھا۔ دوسرے ایوان میں چیدہ چیدہ افسر بیٹھتے تھے۔ ان کا کام یہ تھا کہ بادشاہ کو معاملات سلطنت میں صلاح مشورہ دیا کریں۔ شارلمین ۴۶ برس تک بادشاہت کرنے کے بعد ۸۱۴ء میں مرگیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا لوئی پرہیزگار تخت پر بیٹھا۔ وہ اپنے باپ کی طرح عقلمند اور طاقتور نہ تھا۔ اور پوری طرح پاپائے روما کے ماتحت تھا۔

ورڈن کا معاہدہ

۸۴۰ء میں لوئی بھی چل بسا۔ اس نے تین بیٹے لُوئی۔ لوتھیئر اور چارلز چھوڑے ۸۴۳ء میں ورڈون کے مقام پر ان تینوں بھائیوں میں ایک تاریخی معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے کی رُو سے اپنے باپ کی ایمپائر کو تینوں نے آپس میں بانٹ لیا۔ دریائے رائن کا مشرقی حصہ لوئی کو ملا۔ چارلز کو دریائے رون کے مغرب کا علاقہ دیا گیا۔ اب رہ گیا وہ علاقہ جو ان دونوں کے درمیان میں واقع ہے اور جس میں موجودہ زمانے میں ہالینڈ، بلجیم، دریائے رائن کا مغربی حصہ، سوئٹزرلینڈ اور نصف اٹلی آتے ہیں۔ یہ علاقہ اور شہنشاہ کا خطاب لوتھیئر کو ملا۔

ورڈن کے معاہدے کی تاریخی اہمیت یہ ہے کہ اس تقسیم کے مطابق کچھ دن بعد لوئی کے مشرقی حصے سے جرمنی اور چارلز والے مغربی حصے سے فرانس کے مُلک بنے۔ حقیقت یہ ہے کہ جرمنی کی قدیم تاریخ کو اسی معاہدے سے شروع کیا جاتا ہے۔

مقدس دولت روما کا سنگِ بنیاد

چارلز طاقتور بادشاہ نہیں تھا۔ چنانچہ اُس کے خاندان میں سے حکومت ایک صدی کے اندر ہی اندر جاتی رہی اور ذی اثر سرداروں نے سیکسنی کے ڈیوک ہنری کو بادشاہ بنا لیا۔ ہنری کے بیٹے اوٹو نے بھی ۹۶۲ء میں شارلمین کے نقش قدم پر چلتے ہوئے رُوما پہنچکر پاپائے رُوما سے اپنی تاجپوشی کی رسم ادا کرائی اور شہنشاہ کا خطاب اختیار کیا۔

اس کے بعد سے یہ دستور رہا ہوگیا کہ جرمن سردار جس کسی کو اپنا بادشاہ چُن لیں وہی اٹلی کا بادشاہ بھی ہو اور وہ پاپائے روما سے اپنی تاجپوشی کی رسم ادا کرا کے شہنشاہ کا خطاب اختیار کرے۔ اس وقت سے یہ ایمپائر مقدس دولت روما (The Holy Roman Empire) کے نام سے مشہور ہوئی۔ شارلمین اور اوٹو بہت سی باتوں میں ایک دوسرے سے ملتے جُلتے تھے۔ مگر ان دونوں میں ایک خاص فرق یہ تھا کہ شارلمین کی حکومت میں فرانسیسی اٹالین اور اسپینی وغیرہ بہت سی قوموں کے باشندے تھے۔ لیکن اوٹو کی ایمپائر زیادہ تر جرمنوں ہی پر تھی۔

۱۱۳۸ء میں حکومت اس خاندان کے ہاتھ سے نکل کر ہوہین سٹیفن خاندان کے ہاتھ میں پہنچی۔ اس خاندان سے پاپائے روما کی ہمیشہ اَن بَن ہی رہی۔ بالآخر ۱۲۶۸ء میں پاپائے روما کی مخالفت کی وجہ سے اس خاندان کے آخری بادشاہ کانسی ڈینو کو نیپلز کے ایک بازار میں سرِ عام قتل کر دیا گیا۔ شہنشاہ کے قتل سے ایمپائر کی حالت بہت خراب ہوگئی۔

چارلز اعظم کے خاندان کا خاتمہ ہونے کے بعد ہی جرمنی کے چند طاقتور

سرداروں اور مذہبی اجارہ داروں نے بادشاہ چننے کا حق حاصل کر لیا تھا۔ یہ الیکٹرز Electors یا انتخاب کنندہ کہلاتے تھے۔ جب ان کا اثر بڑھا تو بادشاہ کی حیثیت بہت گھٹ گئی اور مرکزی حکومت کمزور پڑ گئی۔ سرداروں نے یہ دیکھا تو اپنی اپنی طاقت بڑھانے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب تیرھویں صدی کے وسط میں ہوہین سٹیفن خاندان کا خاتمہ ہوا تو جرمنی میں دو سو سے زیادہ ریاستیں تھیں۔ اس زمانے سے جرمنی کی تاریخ ان ہی دو سو ریاستوں کی تاریخ ہو گئی۔ ان ریاستوں میں دو خاندان سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئے۔ ایک ہیپسبرگ۔ دوسرا ہوہین زولرن۔ اس طوائف الملوکی میں بہت سے شہروں نے کامل خود مختاری حاصل کر لی۔

نو سال تک تخت حکومت خالی پڑا رہنے کے بعد ۱۲۷۳ء میں ہیپسبرگ خاندان کا شہزادہ روڈلف تخت پر بٹھایا گیا۔ اس نے لڑائیوں سے اور سیاسی شادیاں کر کے جرمنی کے ایک بڑے حصے کو اپنے قبضے میں کر لیا۔ مگر الیکٹرز اس کی فتوحات اور اس کی طاقت سے خائف ہو گئے اور انہوں نے اس کی کاٹ کرنے کے لئے دوسرے خاندانوں میں سے بادشاہ چننا شروع کر دیا۔ ۱۳۴۷ء میں بوہیمیا کا بادشاہ چارلز چہارم جرمنی کا شہنشاہ بنایا گیا۔ اس کی حکومت بھی بہت وسیع تھی۔ اس کے بعد وینچل اور سجمنڈ تخت حکومت پر بیٹھے۔ سجمنڈ کی اکلوتی لڑکی ایلزبتھ کی شادی آسٹریا کے ڈیوک البرٹ سے ہوئی تھی۔ سجمنڈ کے بعد ہی وہ ایلبرٹ دویم کے نام سے جرمنی کا بادشاہ ہوا۔ اس طرح جرمنی کا تخت و تاج ایک بار پھر ہیپسبرگ خاندان میں آ گئے۔ اور اس شہنشاہیت کے ختم ہونے تک اسی خاندان کے قبضے میں رہے۔

اس وقت مقدس دولت روما جو یورپ کی سب سے بڑی حکومت

سمجھی جاتی تھی سب سے زیادہ کمزور تھی۔ یہاں شہنشاہ بھی پاپائے روما کی طرح منتخب ہوتا تھا منتخب کرنے والوں میں میتنز، کولون اور ٹریبس کے تین آرک بشپ (لارڈ پادری) اور سیکسنی، بوھیمیا بریڈن برگ پیلیٹائن کے چار حکمراں تھے۔ شہنشاہ کی امداد کے لئے ایک "ڈائٹ" یا ایوان حکومت قائم کیا گیا تھا۔ اس کی تین مجلسیں تھیں پہلی میں ساتوں الیکٹرز، دوسری میں دیگر روسا، اور نواب اور تیسری میں آزاد شہروں کے باشندے تھے۔ یہی ایوان وہاں کی قانون ساز جماعت کا کام دیتا تھا۔ مجلسوں میں سارے ملک کی نمائندگی نہ ہونے سے شہنشاہیت کے بیرونی حصے بغیر سینچے ہوئے درخت کی ڈالیوں کی مانند سوکھ سوکھ کر الگ ہونے لگے۔ اٹلی ہاتھ سے نکل ہی چکا تھا۔ ہنگری اور بوھیمیا کا رخ بھی پھرتا دکھائی دے رہا تھا۔ سوئٹزرلینڈ بھی خود اختیار ہو چکا تھا اور برنڈ ہی نے بہت سے علاقوں پر اپنا قبضہ جما لیا تھا

اس زمانہ میں شہنشاہ میگزیملین ۱۴۹۳ء میں تخت پر بیٹھا۔ ۱۵۱۹ء میں اس کے انتقال پر چارلز پنجم شہنشاہ بنا۔ پروٹسٹنٹ فرقے کے بانی مارٹن لوتھر نے اپنی مذہبی اصلاح کی تحریک کا آغاز اسی کے وقت میں کیا جس سے اس کو چارلز پنجم کے غضب کا شکار بھی بننا پڑا۔

تیس سالہ جنگ

۱۶۱۷ء میں فرڈیننڈ دویم جو پکا کیتھولک تھا شہنشاہ بنا۔ اس نے پروٹسٹنٹ فرقے کے لوگوں کے خلاف سخت گیرانہ کارروائی شروع کی جس سے ۱۶۱۸ء میں تیس سالہ لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ لڑائی اصل میں مذہبی اصلاح کے لئے ہوئی تھی۔ اس میں جرمنی کا شہنشاہ ایک طرف اور وقتاً فوقتاً پیلیٹائن، ڈنمارک

اور سوئڈن دوسری طرف رہتے تھے۔ مگر ۱۶۳۵ء تک ان سب کو شکست کھانی پڑی۔ اس دور میں فرانس میں مشہور سیاست داں وزیراعظم رچلو کی حکومت تھی۔ اس نے عقیدتاً کیتھولک ہونے کے باوجود بھی سیاسی وجوہات سے پروٹسٹنٹ لوگوں کی حمایت کرکے ۱۶۳۵ء میں شہنشاہ کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا۔

۱۶۳۷ء میں فرڈیننڈ دویم کی وفات پر فرڈیننڈ سویم شہنشاہ بنا۔ اسوقت تک شہنشاہ کا دماغ ٹھکانے آچکا تھا کیونکہ اُسے بے شمار مقامات پر شکست ہوچکی تھی۔ چنانچہ ۱۶۴۸ء میں ویسٹ فالیا کا مشہور ومعروف صلحنامہ ہوا۔ اس صلحنامے کی رُو سے تیس سالہ جنگ اور جرمنی کے مذہبی تنازعات کا خاتمہ ہوا۔ اور یورپ کا نقشہ بالکل بدل گیا۔

یورپ اور خاصکر جرمنی کی تاریخ میں یہ صلحنامہ بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس سے جرمنی پہلے کی بہ نسبت اور زیادہ حصّوں میں تقسیم ہوگیا۔ برینڈن برگ، بویریا، سیکسنی اور دوسری چھوٹی چھوٹی ریاستیں جن کی تعداد ساڑھے تین سو کے لگ بھگ تھی پوری طرح خودمختار ہوگئیں، اور انہیں آپس میں میل جول رکھنے یا لڑائی کرنے، نیز دوسرے ملکوں سے صلح یا جنگ کرنے کا پورا اختیار حاصل ہوگیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہنشاہ کا اختیار برائے نام ہی رہ گیا۔ اور جرمنی آزاد ریاستوں کا ایک ڈھیلا ڈھالا مجموعہ بن گیا صوبجات السیس، میتز، ٹون اور ورڈون (واقع صوبہ لورین) فرانس کے زیراختیار رہے۔ السیس ہاتھ آجانے سے فرانس کے لئے رائن کے علاقے اور جرمنی کا دروازہ کھُل گیا لیکن السیس کا جھگڑا فرانس اور جرمنی میں رُک رُک کرکئی سال تک چلتا رہا۔ اور اب بھی چل ہی رہا ہے۔

برینڈن برگ کو مغربی پومیرینیا ہاتھ سے دینے کے عوض (جو سویڈن کو دیا گیا تھا) میگڈے برگ وغیرہ کئی مقامات ملے اور یہ ریاست جرمنی میں سب سے بڑی حکومت بن گئی۔ برینڈن برگ کی ترقی کا آغاز یہیں سے ہوا۔ جلد ہی اس نے آسٹریا کو جنگ میں شکست دے کر جرمنی کی سب سے زیادہ طاقتور ریاست کا مرتبہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد مقدس دولت روما کے حکمراں ہی کو آسٹریا کا شہنشاہ کہا جانے لگا۔ اگرچہ آسٹریا کی شہنشاہیت اُسوقت تک زندہ رہی جب تک نپولین نے اسے ختم نہ کیا۔

اس تاریخی صلحنامے سے سوئٹزرلینڈ اور ہالینڈ دونوں علاقے شہنشاہ کی حکومت سے علیحدہ کر دئیے گئے۔ اور انہیں آزاد ملکوں کی حیثیتیں دیدی گئیں۔ صلحنامے کا اثر شہنشاہ کی پوزیشن پر تو یہی پڑا کہ اس کا اقتدار پاش پاش ہوگیا اور اس کی جگہ فرانس اور برنڈین برگ نے لے لی مگر اس سے پرشا کو عروج ہوا اور اپنے نئے اقتدار کی بنیاد پر اُس نے ایک متحدہ جرمن حکومت کے نصب العین کی تعمیر کی اور اسی نصب العین کی روشنی میں وہ آگے چل کر یوروپ میں سیاسی اعتبار سے کامیاب ہوا۔ اس صلحنامے سے یوروپ کی دیگر حکومتیں بھی اپنی اپنی تنظیم کرنے اور طاقت بڑھانے کے کام میں لگ گئیں۔

بحیثیت مجموعی اس جنگ کا اثر جرمنی پر کچھ کم بُرا نہیں پڑا۔ ایک اعتبار سے ہم اسے جرمنی کی مہابھارت کی لڑائی کہہ سکتے ہیں جس طرح مہابھارت کی خوفناک جنگ نے ہندوستان میں انسانوں کا صفایا کر دیا تھا اسی طرح جرمنی میں بھی اس جنگ کے بعد آبادی چھ کروڑ سے گھٹ کر صرف ایک کروڑ رہ گئی جرمنی کے دارالخلافہ برلن کی یہ حالت تھی کہ اس کی چوبیس ہزار کی آبادی میں سے صرف چھ ہزار نفوس زندہ باقی بچے تھے۔

زراعت رکاشت، صنعت وحرفت، تجارت، علوم اور اخلاقیات وغیرہ زندگی کے سبھی شعبوں پراس کا بُرا اثر پڑا اور شہنشاہ کی طاقت تو ختم ہی ہوگئی۔

ریاست پرشا کا عروج

یہ تو بتایا ہی جاچکا ہے کہ تیس سالہ جنگ کے بعد ریاست برڈین برگ جرمنی میں سب سے قوی حکومت بن گئی تھی اس زمانے میں یہاں کا حکمراں فریڈرک ولیم الیکٹر تھا۔ یہ شخص ہوہین زولرن خاندان سے تھا۔ اس کی حکومت کے تین بڑے حصے تھے۔ (۱) پرشا (۲) برڈنبرگ اور (۳) کلیو۔ ان تینوں حصوں کو مربوط کرکے فریڈرک ولیم نے ایک حکومت بنا لی۔

۱۶۸۸ء میں اس کے انتقال پر اس کا بیٹا فریڈرک اوّل تخت نشین ہوا اس کے عہدِ حکومت میں وہ جنگ چھڑی جو اسپین کے تخت کی وراثت پر ہوئی تھی۔ فرانس اس معاملے میں شہنشاہ لیوپولڈ کے خلاف تھا۔ فریڈرک اوّل نے فرانس کی مخالفت کا راستہ اختیار کرتے ہوئے شہنشاہ لیوپولڈ کی حمایت شروع کردی اور اُسے فوجی امداد دینے کا وعدہ کیا۔ اس پر شہنشاہ لیوپولڈ نے فریڈرک کو بادشاہ کا خطاب عطا کیا۔ اب تک فریڈرک صرف ایک جاگیردار یا ڈیوک ہی کہلاتا تھا۔ اس کے بعد سے وہ پرشا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ سمجھا جانے لگا۔ حالانکہ وہ پرشا کا بادشاہ اسوقت بھی نہیں تھا۔ کیونکہ پرشا کے مغربی حصے پر اُسوقت بھی پولینڈ کا قبضہ تھا۔

جب فریڈرک شاہ پرشا بنا تو صوبہ برینڈن برگ کا نام پرشا میں جذب ہوگیا۔ فریڈرک اوّل پرشا کا پہلا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی فوجی طاقت کو خوب بڑھایا۔ تاریخ میں وہ فریڈرک ولیم اوّل (۱۷۱۳ء سے ۱۷۴۰ء تک) مشہور ہے

فریڈرک اعظم

(۱۷۴۰ء سے ۱۷۸۶ء تک)

اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں پرشا نے اپنا قومی نصب العین بنایا۔ اور اس میں کامیاب ہونے کے لئے عملی جد و جہد شروع کی۔ یہ نصب العین دو لفظوں میں جرمن قوم کا اتحاد تھا۔ فریڈرک اعظم کے عہد میں پرشا نے اسقدر طاقت حاصل کر لی کہ سیاسی اعتبار سے وہ یوروپ کی اوّل درجے کی طاقتوں میں شمار ہونے لگا۔ اس نے سات سالہ جنگ کرکے انگلستان سے دوستانہ تعلقات قایم کئے۔ اور آسٹریا کو شکست دے کر سائلیشیا اُس سے چھین لیا۔ فریڈرک اعظم کی برتری کا ثبوت یہ ہے کہ اس کے دشمن تک اُسے فریڈرک اعظم کہتے تھے۔ وہ اپنے دَور کے انسانوں میں ایک عظیم شخصیت تھا۔ اگر ایک طرف اس میں ایک زبردست حکومت قایم کرنے کی صلاحیت تھی تو دوسری طرف وہ اپنے زمانے کے سارے حکمرانوں میں سب سے زیادہ رحم دل بھی تھا۔ اپنی نجی زندگی میں وہ غیر معمولی طور پر جفاکش تھا اور اپنے اسی وصف سے کام لے کر اُس نے چھوٹے سے پرشا کو آئندہ کی عظیم الشان رائخ (Reich) یا جرمن پارلیمنٹ کا سنگ بنیاد بنا دیا۔

نپولین کے ہاتھوں مقدس دولت روما کا خاتمہ

فریڈرک اعظم کی موت کے فوراً بعد ہی فرانس میں وہ زبردست سیاسی انقلاب ہوا جسے تاریخ میں انقلاب فرانس کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ فرانس کا ڈکٹیٹر نپولین بونا پارٹ یوروپ کے سارے سیاسی حل و عقد کا کرتا دھرتا بن بیٹھا۔ اور اس نے اپنی فوجی طاقت سے بے شمار ملکوں پر قبضہ جما لیا۔

جرمنی کی سلطنت میں وہ آسٹریا اور پرشیا کو کمزور کرنا چاہتا تھا اس لئے اُس نے چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اُبھارا اور انہیں قوی بنایا۔ پہلے تو اُس نے وٹمبرگ اور بویریا کی جاگیروں کو سیاسی طاقت دے کر انہیں ریاستوں کا ہم پایہ بنایا۔ پھر اس نے جرمنی کی چھوٹی چھوٹی ریاستوں سیکسنی، واسا، بویریا وٹمبرگ، برینڈن برگ اور ویسٹ فالیا وغیرہ کو اپنی خاص سرپرستی میں لیا۔ اور ان سب کو ملا کر رائن کنفیڈریشن قایم کیا اس کے ساتھ ہی نپولین نے شہنشاہ آسٹریا کو مجبور کیا کہ وہ صرف شہنشاہ آسٹریا رہے اور مقدس دولت روما کے شہنشاہ کے لقب کو ترک کر دے۔ یوں نپولین نے مقدس دولت روما کا نام تک مٹا دیا۔

پرشا میں اس وقت فریڈرک ولیم سویم کی حکومت تھی اس نے روس سے اتحاد کر کے ۱۸۰۶ء میں نپولین سے جنگ کی۔ مگر نپولین کی زبردست طاقت کے آگے بھلا ان دونوں کی کیا چلتی۔ چنانچہ دونوں کو شکست فاش نصیب ہوئی اور نتیجہ یہ نکلا کہ پولینڈ کا وہ حصّہ جو شاہ پرشا کی عملداری میں تھا۔ اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

تاہم زمانہ، جو ہر بلندی کو پستی میں بدلنے کے لئے تیار رہتا ہے نپولین کے زوال کا بندوبست کر رہا تھا۔ اسپین اور روس میں اُسے بہت زیادہ نقصان اُٹھانا پڑا۔ اس سے نپولین کی طاقت میں کمی آگئی۔ ادھر تو نپولین کمزور پڑا اُدھر جرمنی میں ایک زبردست شخصیت نے فرانس کے خلاف ایک تحریک اٹھائی۔ یہ تحریک اتنی کامیاب رہی کہ نپولین کے خلاف روس، پرشا، انگلستان اور سویڈن کا ایک متحدہ محاذ بن گیا۔ آسٹریا بھی ان کے اتحاد میں آملا پہلے تو نپولین اس متحدہ محاذ کو فتح کے قدموں سے پامال کر گیا۔ مگر آخر میں

اس کو شکست ہی ہوئی اور متحدہ فوجوں نے اُسے جرمنی سے نکال باہر کیا۔
رائن کنفیڈریشن توڑ دی گئی اور جرمنی کو انتالیس ریاستوں کے مجموعے کی شکل دیدی گئی۔ نپولین شکست کھاکر جزیرۂ ایلبا کو بھاگ گیا تھا۔ چند دن بعد وہ پھر واپس لوٹا۔ اب کے انگلستان اور جرمنی کی متحدہ فوجوں نے واٹرلو کے میدان میں اُسے بُری طرح شکست دی اور اُسے قید کرکے سینٹ ہلینا بھیجدیا جہاں ۱۸۲۱ء میں وہ اس دارِ فانی سے چل بسا۔

دی اینا کانگریس

نپولین کے زوال کے بعد یوروپ کی طاقتوں کے نمائندوں نے وی اینا میں جمع ہوکر یوروپ کی حدبندی کے بارے میں غور و خوض کیا۔ اسی اجتماع میں یوروپ کے سب ملکوں کی حدیں نئے سرے سے متعین کی گئیں۔ پرشا کو سیکسنی کا دو تہائی علاقہ اور رائن لینڈ ملا اور اٹلی اور جرمنی کو آسٹریا کے سیاسی اثر کے ماتحت رکھا گیا۔ جس سے ان ملکوں میں قومیت کا تصور پھیلا اور انہوں نے لڑائی کرکے آزادی حاصل کی۔

سچ پوچھو تو آزادی حاصل کرنے کے جذبے کی پرورش کا آغاز جرمنی میں یہیں سے ہوتا ہے۔ اب ہر ایک جرمن باشندہ اپنے وطن کو ہمسایہ حکومتوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور بنانے کے لیے سرگرمی سے کوشش کرنے لگا۔

۲۰ نومبر ۱۸۱۵ء کو روس، پرشا، آسٹریا اور انگلستان نے فرانس کے حملوں کے خلاف مدافعانہ صلحنامہ کیا جس کی غرض یوروپ میں امن و امان رکھنا تھی۔ مگر اس پر زیادہ عرصے تک عمل درآمد نہیں ہوسکا۔

فرینک فورٹ کا اجتماع

اس کے بعد فرانس میں ۱۸۳۰ء میں اور ۱۸۴۸ء میں پھر انقلابات ہوئے ان کا اثر بھی یوروپ کے سب ملکوں پر پڑا۔ جرمنی پر اس اثر کا نتیجہ یہ نکلا کہ حصول آزادی کے جذبے نے خوفناک حد تک لوگوں کو ابھار دیا۔ سب سے پہلے بیڈن میں بغاوت ہوئی جس سے خائف ہو کر چند والیان ریاست نے اپنی اپنی ریاستوں کو قدرے قلیل اصلاحات دیں۔ مگر پرشا، سیکسنی، ہینوور، اور بویریا اب بھی وہیں رہے جہاں انقلاب سے پہلے تھے۔

چند دن بعد جرمنی کے سیاسی رہنماؤں میں سے بالغ نظر سیاسی لیڈر ۱۳ مارچ ۱۸۴۸ء کو فرینک فورٹ میں اس غرض سے جمع ہوئے کہ جرمنی کے لئے آئینی حکومت کا ڈھانچہ تیار کیا جائے۔ اس اجتماع میں یہ فیصلہ ہوا کہ نمائندوں کے انتخاب کا طریقہ یہ ہو کہ ہر پچاس ہزار باشندوں پر ایک نمائندہ منتخب ہو۔ اجتماع کے لیڈروں نے پرشا کو اپنا مکھیا بنایا۔

مگر پرشا کے بادشاہ فریڈرک ولیم چہارم (۱۸۴۰ سے ۱۸۶۱ تک) نے یہ فیصلہ قبول نہ کیا۔ اس لئے اجتماع اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہو سکا۔

فریڈرک ولیم چہارم یہ عقیدہ رکھتا تھا کہ بادشاہت بادشاہ کو خدا کی طرف سے ملتی ہے[1]۔ اس لئے وہ عوام کی حکومت کا قائل نہ تھا۔ اس کے تخت نشین ہونے پر کئی برس تک تحریک آزادی جاری رہی۔ مگر حکومت برابر عوام کو دباتی رہتی تھی ۱۸۴۷ء میں برلن کی گلیوں میں ایک بڑا زبردست فساد ہوا۔ اس پر بادشاہ نے ایک ڈائٹ (پارلیمنٹ) بنائی۔ مگر جب پارلیمنٹ نے اپنا کام

[1] Divine Right

شروع کیا تو بادشاہ کو اس کے فیصلوں کی پابندی کرنا ایک غیر ضروری بوجھ معلوم ہوا
اور اس لئے اپنے حکم خاص سے پارلیمنٹ توڑ دی۔ اسی زمانے میں اسے فرنیک
فورٹ کے اجتماع کی طرف سے جرمنی کی آئینی رہبری کرنے کی دعوت موصول ہوئی
مگر اس نے یہ منصب قبول کرنے سے صاف طور پر انکار کر دیا۔

ولیم اوّل

(۱۸۶۱ء سے ۱۸۸۸ء تک)

۱۸۶۱ء میں ولیم اوّل پرشا کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے سب سے پہلا کام
یہ کیا کہ ہر باشندے کے لئے فوجی تعلیم لازمی قرار دیدی اور فوج کی تعداد بھی
دو لاکھ سے بڑھا کر پانچ لاکھ کر دی۔ یہ قدم اٹھانے سے حکومت کے اخراجات
خواہ مخواہ بڑھ گئے۔ ڈائٹ (پارلیمنٹ) نے اضافی اخراجات کو منظور کرنے سے
انکار کر دیا۔ یہ ذکر ۱۸۶۲ء کا ہے۔ اسی زمانے میں بادشاہ نے وان بسمارک کو اپنا
وزیر اعظم بنایا۔ یہ شخص بڑا ہوشیار سیاست داں تھا اور اس کے برسر اقتدار
آتے ہی جرمنی میں ایک نیا دَور شروع ہو گیا۔

بسمارک

(ستمبر ۱۸۶۲ء سے مارچ ۱۸۹۰ء تک)

تقریباً اٹھائیس برس تک بسمارک جرمنی کی قسمت کا مالک بنا رہا۔ اس
نے جرمنی کو یورپ کی سب سے زبردست فوجی طاقت بنا دیا۔ حقیقت یہ
ہے کہ اس دَور کی تاریخ بسمارک کی حیرت میں ڈال دینے والی سیاست دانی،
دُور اندیشی اور نصب العین کے حصول میں ثابت قدمی سے کوشش کرنے

کی تاریخ ہے۔ بسمارک کا یہ عقیدہ تھا کہ فوجی طاقت اور جنگ کے بغیر جرمنی کبھی متحد نہیں ہو سکتا۔ جرمن پارلیمنٹ اسے برابر روکتی ہی رہی مگر بسمارک ڈائٹ کی مخالفت کے باوجود فوج میں اضافہ کرتا رہا۔ ڈائٹ اس کے اضافی اخراجات کے بجٹ کو نامنظور کر دیتی تھی مگر بسمارک اسے اپنے خاص اختیار سے منظور کر دیتا تھا۔

بسمارک کی خارجہ حکمت عملی بھی بہت کامیاب رہی۔ اس نے ایک ایسی سیاسی چال چلی کہ روس فرانس سے ٹوٹ کر اُس کی طرف آ ملا اور فرانس اکیلا ہی رہ گیا۔

اپنے نصب العین کو حاصل کرنے کے لئے بسمارک کو تین لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ پہلی لڑائی ڈنمارک سے، دوسری آسٹریا سے تیسری فرانس کے بادشاہ نپولین سوئم سے ہوئی۔

سلسیوگ مقام کے باشندے نسلاً تو جرمن ہی تھے مگر ۱۴۹۰ء سے وہ ڈنمارک کے ماتحت چلے آتے تھے۔ یہ لوگ جرمنی سے اپنا الحاق چاہتے تھے ۱۸۶۴ء میں جرمنی نے ڈنمارک سے جنگ کر کے یہ دونوں جاگیریں چھین لیں اور لوئن برگ بھی لے لیا۔

آسٹریا کے ساتھ بسمارک کی جنگ ۱۸۶۶ء میں ہوئی۔ ریل اور تار وغیرہ نئی ایجادیں سب سے پہلے اسی جنگ میں استعمال کی گئیں۔

اس لڑائی میں بسمارک نے ایک سیاسی چال چلی۔ فرانس سے اس نے یہ عدہ کیا کہ اگر وہ علیحدہ رہے اور آسٹریا کی مدد نہ کرے تو اُسے وینیشیا مل جائیگا۔ اسی طرح ایک ترکیب سے اٹلی کو بھی آسٹریا کی مدد نہ کرنے دی اور سات ہفتے کی جنگ میں آسٹریا کو شکست فاش دیدی۔

۲۳ اگست ۱۸۶۶ء کو پریگ کے مقام پر صلحنامہ ہوا۔ اس صلحنامہ سے

جرمنی پر آسٹریا کا جو اثر تھا وہ بالکل ختم ہوگیا۔ اور ھینور کی حکومت ھیس کا علاقہ اور فرینک فورٹ کا شہر جرمنی میں ملالیا گیا۔ اب بسمارک نے جرمنی کی حکومت کو نئے ڈھنگ پر منظم کیا۔ دریائے مین کے شمال کی ریاستوں کی ایک جماعت بنائی اور پرشا کو انکا رہبر بنایا۔ حکومت کا کاروبار چلانے کے لئے اس نے ایک دو ایوانی پارلیمنٹ بنائی۔ پہلے ایوان کا نام رائخ شٹاگ (Reichstag) تھا۔ اس میں سب ریاستوں کے نمائندے آتے تھے جو بالغوں کی عام رائے سے چنے جاتے تھے۔ دوسرا ایوان بنڈیسرات (Bundesrath) تھا۔ اس میں جرمنی کے والیانِ ریاست کے بھیجے ہوئے ۵۲ نمائندے بیٹھتے تھے۔ رائخشٹاگ نئے قانون بناتی تھی۔ اور بجٹ منظور کرتی تھی۔ لیکن برطانوی پارلیمنٹ کی طرح اسے حکومت اور ملکی انتظام کا کوئی حق نہ تھا۔ اور نہ کابینہ اس کے سامنے ذمہ دار تھا۔ صحیح معنوں میں انتظام حکومت بنڈیسرات کے ہاتھوں میں تھا۔

عاملہ (Execution) افسروں کے اوپر ایک چانسلر (وزیراعظم) ہوتا تھا۔ اور سب وزیر اسی کے سامنے جوابدہ ہوتے تھے۔

پہلا چانسلر بسمارک ہی ہوا۔ چانسلر کی حیثیت یہ تھی کہ وہ وزیراعظم کابینہ کا صدر اور بنڈیسرات کا صدر بھی ہوتا تھا۔ اور صرف شہنشاہ کے سامنے اپنے افعال کا ذمہ دار تھا۔

دریائے مین کی جنوبی ریاستیں بویریا، ورٹمبرگ، بیڈن اور ھیس آزاد رہیں۔ مگر وہ چونکہ فرانس کے نپولین سوئم سے خائف تھیں اس لئے انہوں نے پرشا سے صلح کر لی جس سے ان کی فوجی قوت پر پرشا کا قبضہ ہوگیا۔

جرمنی اور فرانس کی جنگ

بسمارک جانتا تھا کہ جب تک فرانس کے ساتھ لڑائی نہ چھیڑی جائے گی شمالی جرمنی اور جنوبی جرمنی میں کبھی اتحاد نہ ہو سکیگا۔ چنانچہ اس نے زور شور سے لڑائی کی تیاریاں شروع کر دیں۔ فرانس کو یہ بات تکلیف دے رہی تھی کہ آسٹریا کو پرشا نے فتح کر لیا ہے۔ وہ اپنے ہمسایہ حکومت کی طاقت کو اتنا نہ بڑھتے دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے آسٹریا اور اٹلی سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے کے لئے بات چیت شروع کر دی۔ پرشا کو آسٹریا کی فتح سے جو زبردست فائدہ پہنچا اس کے بدلے میں فرانس رائن کے اضلاع، لکسمبرگ اور بلجیم لینا چاہتا تھا۔ ان کے علاوہ جنوبی جرمنی پر بھی اسکا دانت تھا۔

بسمارک نے یہ چال چلی کہ ایک فرانسیسی اخبار میں خفیہ طور سے فرانس کے ان ارادوں کی خبر شایع کرا دی۔ جب یہ خبر بویریا والوں کی نظر سے گذری تو وہ فرانس کی اس بدنیتی پر بہت خفا ہوئے اور انھوں نے پرشا کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ ادھر بسمارک نے فرانس سے ان سیاسی خواہشات کے بارے میں خط و کتابت کی اور مناسب وقت آنے پر سمجھوتے کا مسودہ شائع کر دیا۔

برطانیہ ہمیشہ سے اس اصول پر عمل پیرا رہا ہے کہ بلجیم کی غیر جانبداری کو ٹھیس نہیں لگانے دی جائے گی۔ جب اسے یہ پتہ چلا کہ فرانس کا بلجیم کے بارے میں کیا خیال ہے تو اسکا زاویۂ نگاہ فرانس کے منافی ہو گیا۔

۱۸۶۸ء میں ایک نیا شگوفہ کھلا۔ اسپین کی رعایا اپنی ملکہ آئزابلہ سے بیزار ہو گئی اور اس نے بغاوت کر کے اُسے ملک سے بھگا دیا۔ اور ہوھین زولرن خاندان کے لیوپولڈ کو اسپین کے تخت پر بٹھا دیا۔ مگر چونکہ لیوپولڈ پرشا کے بادشاہ کا رشتہ دار تھا اس لئے فرانس نے اس کی تخت نشینی کی مخالفت کی۔ جرمنی نے لیوپولڈ کی تائید کا اعلان کر دیا۔ اس سے ۱۸۷۰ء میں جرمنی

اور فرانس میں جنگ چھڑ گئی۔

اس جنگ میں جنوبی ریاستوں نے پرشا کا ساتھ دیا۔ فرانس کو شکست فاش ہوئی۔ اور ۲ ستمبر ۱۸۷۰ء کو سیڈان کے میدان کارزار میں پونے دو لاکھ فرانسیسی سپاہیوں نے وان مولٹکے کے سامنے ہتھیار ڈال کر خود کو دشمن کے حوالے کر دیا اور خود نپولین سویم بھی گرفتار ہو گیا۔

فرانس کی رعایا نے جب اپنے بادشاہ کی گرفتاری کی خوفناک خبر سُنی تو اُس نے ۴ ستمبر کو قیام جمہوریت کا اعلان کر دیا اور جنگ جاری رکھی۔ جرمنی کی فاتح فوج برابر آگے بڑھتی چلی گئی۔ اور چار ماہ بعد اس نے فرانس کے دارالخلافہ پیرس کا محاصرہ کر لیا۔ فرانسیسیوں نے بڑی بہادری سے مقابلہ کیا مگر آخر کار ہار گئے۔

۱۰ مئی ۱۸۷۱ء کو فرنیک فورٹ کا صلحنامہ ہوا۔ اس سے السیس اور لورین جرمنی کو واپس ملے اور فرانس کو ایک خطیر رقم بطور تاوان دینی پڑی۔ جب تک اس رقم کی ادائیگی نہ ہوئی اُسوقت تک فرانس کے کچھ مقامات پر جرمنی کی فوج بٹھا دی گئی۔ مگر جیسا کہ آگے بتایا جائیگا فرانس نے پچاس برس بعد جرمنی سے اس کا بہت ہی خوفناک طریقے سے بدلہ لیا۔

اب جرمنی کامل طور پر متحد ہو گیا اور اسے السیس لورین، متیز اور سٹرلیسبرگ بھی مل گئے۔ چونکہ جرمنی کی شمالی اور جنوبی حکومتوں کے ایک ہو جانے سے یہ فتح ہوئی تھی اس لئے جرمنی والوں کو پہلی دفعہ اتفاق و اتحاد کا فائدہ محسوس ہوا اور ان میں ہمیشہ متفق اور متحد رہنے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

یہ تھا وہ خواب جو برسوں سے دیکھا جا رہا تھا اور جو اب پورا ہوا تھا۔ محاصرہ پیرس کے کچھ عرصہ بعد ۱۸ جنوری ۱۸۷۱ء کو ورسائی کے آئینوں والے شاہی محل میں ولیم اول کو شہنشاہ جرمنی بنائے جانے کا اعلان کیا گیا بسمارک

اور سپہ سالار مولٹکے اسوقت اس کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔
اسی جگہ جرمنی کی جمہوری رائخ (Reich) یا پارلیمنٹ نے بھی جنم لیا۔ یعنے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں میں جنوبی ریاستوں کے نمائندے بھی شامل کئے گئے۔ جماعت عاملہ کا اختیار اعلیٰ شہنشاہ ہی کے ہاتھ میں رہا۔ متحدہ جرمنی کا دارالخلافہ برلن کو قرار دیا گیا۔
جب بسمارک جرمنی کو متحد کر چکا تو اس نے ملک کو محفوظ بنانے کی طرف توجہ دی۔ بسمارک کو یہ خوف تھا کہ فرانس السیس اور لورین کو چھیننے کی پھر کوشش کریگا۔ ۱۸۷۹ء میں فرانس اور روس کے خلاف جرمنی اور آسٹریا میں معاہدہ ہوا۔ ۱۸۸۲ء میں اٹلی بھی اس معاہدے میں آن شامل ہوا اور اتحاد ثلاثہ قایم ہو گیا۔ بعد میں اٹلی اس اتحاد سے جدا ہو گیا تھا۔
بسمارک کے کارناموں میں کمیونزم کے پروپیگنڈے کو روکنا بھی شامل ہے۔ اس نے مزدوروں کے فائدے کے قانون بنائے اور اس طرح مزدور جماعتوں کا دل اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ تجارت کے بارے میں بسمارک حکومت کے تحفظ (state protection) کے اصول کا قائل تھا۔ اس لئے اس کی تجارتی پالیسی کی بدولت ملک میں روزگار کی بڑی ترقی ہوئی۔

جرمنی کی نوآبادیاں

اُنیسویں صدی کے آخر تک جرمنی کے قبضے میں کوئی نوآبادی نہیں تھی۔ جو جرمن غیر ملکوں میں جا کر بستے تھے۔ انہیں امریکہ، اسپین اور انگلستان وغیرہ حکومتوں کی نوآبادیوں میں آباد ہونا پڑتا تھا۔ ۱۸۷۰ء کی فتح سے جرمنی کے حوصلے بڑھے۔ اور اس نے ایک عالمگیر ایمپائر کا خواب دیکھنا شروع کیا۔ چنانچہ افریقہ کی تقسیم

کے بارے میں جب یوروپ کی مختلف قوموں میں جھگڑا اچھلا تو جرمنی بھی اس میں آن کودا۔ اور اس نے ۱۸۸۴ء میں دریائے اورنج کے جنوب مغربی کنارے کے میدان پر اپنے قبضہ کا اعلان کر دیا اور خط استوا کے قریب کے دوسرے خطوں پر بھی ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ دریائے اورنج کے مشرقی کنارے پر بھی اس نے ایک علاقہ دبا لیا جو رقبہ میں جرمنی سے دوگنا تھا اور جس میں بہت سی جھیلیں تھیں۔ اس علاقے کو جرمن مشرقی افریقہ کہا جانے لگا۔ اس طرح جرمنی نے ۱۸۸۴ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیان صرف چھ سال میں چار وسیع علاقوں پر قبضہ جما لیا۔ یہ علاقے ٹانگولینڈ، کیمرون، جرمن جنوب مغربی افریقہ اور جرمن مشرقی افریقہ کہلانے لگے۔

جرمنی میں کمیونسٹ پارٹی کا عروج

۱۸۷۰ء کی جنگ کے بعد یوروپ میں کشش کا مرکز برلن بن گیا۔ پہلے یہ بات پیرس کو حاصل تھی۔ آہستہ آہستہ جرمنی میں کاروبار بڑھا۔ روزگار کی بہتات ہوئی بڑے بڑے کارخانے کھلے اور نئے نئے صنعتی مرکز قایم ہوئے۔

اب جرمنی میں محنت و سرمائے کے جھگڑے پیدا ہونے لگے۔ ایک کمیونسٹ پارٹی بھی بن گئی۔ ۱۸۷۰ء تک پانچ لاکھ آدمی کمیونسٹ پارٹی کے ممبر بن گئے۔ کمیونسٹوں نے ایک دفعہ تو اتنا حوصلہ کیا کہ جرمن شہنشاہی کی جان لینے کا قصد کر بیٹھے اور السیس لورین کے جرمنی سے الحاق کی بھی مخالفت کرنے لگے۔ یہ لوگ جرمنی میں جمہوریت بھی قایم کرنی چاہتے تھے۔

۱۸۷۸ء میں پارلیمنٹ نے کمیونسٹوں کی گوشمالی کے لئے ایک قانون بنایا۔ اس کی زد میں لاکر بارہ سال کے اندر نوسو آدمی جلاوطن کر دئیے گئے۔

اور پندرہ سو افراد کو قید با مشقت کی سزا بھگتنی پڑی۔ مگر جبر و تشدد بے اثر رہا۔ اور ملک میں خاموشی کے ساتھ کمیونزم کا پروپیگنڈہ ہوتا ہی رہا۔

یہ باتیں دیکھ کر بسمارک نے مزدوروں کے فائدے کے قانون بنائے مگر اس سے لوگوں کی بےچینی دور نہ ہوئی۔ کمیونزم کا پروپیگنڈا بڑھتا گیا جس سے آخر میں ۱۹۱۸ء میں انقلاب ہوا۔

ولیم دوئم یا قیصر ولیم

(۱۸۸۸ء سے ۱۹۱۸ء تک)

ماہ مارچ ۱۸۸۸ء میں ولیم اوّل نے ۹۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اُسکے بعد اس کا بڑا بیٹا فریڈرک تخت نشین ہوا۔ مگر وہ مریض تھا۔ اور تین ماہ کے بعد ہی مر گیا۔

فریڈرک کے بعد اسکا بیٹا ولیم دوئم (جو بعد کو قیصر جرمنی کی حیثیت میں تخت سے دست بردار ہوا) ۳۱ برس کی عمر میں گدی پر بیٹھا۔ یہ شخص جسُت و چالاک، طاقتور اور دوراندیش تھا۔ یہ شروع ہی سے ظاہر تھا کہ اس کی اور بسمارک کی آپس میں نہ بنے گی۔ مگر پھر بھی بسمارک نے ازخود استعفٰی نہ دیا۔ دونوں ابتدا ہی سے ایک دوسرے سے اختلاف رائے رکھتے تھے۔ آخرکار نو آبادیوں کے مسئلے پر بگڑ گئی۔ بسمارک نے اس اختلاف کے سبب سے ۱۸۹۰ء میں استعفٰی دیدیا۔ اس کے بعد بسمارک مزید آٹھ برس تک زندہ رہا اور اپنا نام دنیا کے سب سے بڑے بانیانِ حکومت میں لکھوا کر ۱۸۹۸ء میں راہیٔ ملک عدم ہوا۔

ولیم اوّل ہی سے اپنا اقتدار بڑھانے کی فکر میں تھا۔ اس نے جرمن پارلیمنٹ پر قابو پا کر اسے اپنے ماتحت کر لیا۔ اور اس کے اختیارات کم کرکے

اُسے کمزور کر دیا۔ وزیروں کا کابینہ پارلیمنٹ کی جگہ شہنشاہ کے سامنے جوابدہ رہ گیا۔

ولیم کے عہد حکومت میں جرمنی کی تجارت اور صنعت و حرفت کو بڑی ترقی ہوئی۔ برآمد بہت بڑھ گئی۔ ہندوستان اور بہت سے دیگر ممالک میں جرمنی کے مال کی خوب کھپت ہونے لگی۔ اس سے جرمنی میں سرمایہ دارانہ طاقت آگئی اور وہ انگلستان اور امریکہ کا مدمقابل بن گیا۔

ولیم نے بحری فوجوں کی طاقت میں اضافہ کرنے پر خاص توجہ دی اور ہر سال چار نئے جہاز بنوانے لگا۔ اس نے اسلامی ممالک سے دوستانہ تعلقات پیدا کرنے شروع کر دئے اور اپنے آپ کو اسلام کا حامی اور محافظ ظاہر کرنے لگا۔ ۱۸۹۶ء میں اس نے اسی غرض سے فلسطین کی سیر و سیاحت کی کہ مسلمانوں میں اپنا اثر بڑھائے۔ اس نے آہستہ آہستہ ڈنیوب، ایشیائے کوچک اور میسوپوٹیمیا میں اپنی تجارت کو فروغ دینا شروع کیا۔ اس نے برلن سے خلیج فارس تک ریل بھی جاری کی جو ۱۸۸۸ء سے ۱۹۰۳ء تک تیار ہوتی رہی۔

جرمنی کی اس ترقی سے فرانس خائف ہوا۔ اس لئے اس نے بطور مدافعت ۱۸۹۱ء میں روس سے جرمنی کے خلاف خفیہ معاہدہ کیا۔ ماہ جنوری ۱۹۰۶ء میں فرانس کی انگلستان کے ساتھ بھی گہری دوستی ہوگئی۔ کیونکہ بحری قبضے کے سلسلے میں جرمنی اور انگلستان میں ٹھن گئی تھی۔ ۱۹۰۷ء میں روس کی بھی انگلستان سے دوستی ہوگئی۔ اس طرح ادھر بھی ایک اتحاد ثلاثہ بن گیا۔ یوں دونوں طرف سے لڑائی کی تیاریاں ہونے لگیں۔

جنگِ عظیم

دونوں طرف جماعت بندی ہو جانے سے یوروپ میں جنگ

کی تیاریاں مکمل تو ہو ہی چکی تھیں۔ اب صرف کسی ایسے حادثے کی کسر تھی جسے لڑائی شروع کرنے کا بہانہ بنایا جا سکے۔

۲۹ رجون ۱۹۱۴ء کو آسٹریا کا شہزادہ فرڈیننڈ سرویا میں مارا گیا اس سے بہانے کی کسر بھی پوری ہو گئی۔

شہزادے کے قتل کی خبر سنتے ہی آسٹریا میں سنسنی پھیل گئی۔ جرمنی تو موقع کا منتظر تھا ہی۔ اُس نے آسٹریا کو بھڑکا دیا۔ اس پر آسٹریا نے سرویا کی حکومت کو یہ الٹیمیٹم دیدیا کہ یا تو ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر وہ شہزادے کے قاتلوں کو حوالے کر دے ورنہ اس پر چڑھائی کر دی جائے گی۔

شہزادے کے قاتل فرار ہو چکے تھے۔ اس لئے سرویا کے لئے الٹیمیٹم کی شرط پوری کر سکنا ناممکن تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آسٹریا سرویا پر چڑھ دوڑا۔

اِدھر زارِ روس بھی لڑائی شروع کرنے کے لئے موقع ہی ڈھونڈ رہا تھا وہ سرویا کی حفاظت کے بہانے سے جنگ میں آن کودا لیکن جنگ عظیم کے شروع کرنے کا سہرا جرمنی ہی کے سر سمجھا جاتا رہا ہے۔ اِن دنوں تنہا جرمنی کے پاس اتنا سامانِ جنگ موجود تھا کہ جرمنی اپنے اندازے کے مطابق صرف چھ مہینے میں فرانس کی اینٹ سے اینٹ بجا سکتا تھا۔ قیصر نے اسی امید اور بھروسے پر میدانِ جنگ میں قدم رکھا تھا۔

جب آسٹریا نے سرویا پر حملہ کیا تو فرانس نے سرویا کی حفاظت کی خاطر آسٹریا کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ جرمنی کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔ اس نے یہ بہانا تراشا کہ اسے آسٹریا کی حفاظت کرنی چاہیئے اور یہ عذر رکھ کر فرانس پر دھاوا کر دیا۔ انگلستان فرانس کا دوست تھا وہ فرانس کو بچانے کے لئے جنگ میں شامل ہو گیا۔ غرض لڑائی کی آگ آناً فاناً میں سارے یوروپ میں

پھیل گئی۔
مگر لڑائی شروع ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ اپنی طاقت کے بارے میں جرمنی کا اندازہ بالکل غلط تھا۔ کہاں تو چھ مہینے ہی میں فرانس کی اینٹ سے اینٹ بج رہی تھی اور کہاں چار سال تک لڑنے پر بھی جرمنی نہ جیت سکا۔ قیصر ولیم اور جرمنی والوں کے یہ رنگ دیکھ کر ہوش اڑ گئے۔ امریکہ کے اتحادیوں میں آن ملنے سے پانسہ ہی پلٹ گیا اور جرمنی کو شکست فاش کھانی پڑی۔

جرمنی میں سیاسی انقلاب

۱۹۱۸ء میں جرمنی کی حالت بہت ابتر تھی۔ سب طرف ہل چل برپا تھی ملک میں بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ مصیبت پر مصیبت یہ ہوئی کہ کال پڑنے لگا اور پلیگ کا زور بندھا۔

کمیونسٹوں نے بہت طاقت حاصل کر لی تھی۔ اور اسی طاقت کے بل پر انہوں نے قیصر جرمنی کے خلاف ایک تحریک جاری کر رکھی تھی! اسی سال برلن میں ایک بڑا زبردست بلوہ ہوا۔ بدامنی بڑھتی جاتی تھی اور قیصر اسکا انسداد نہ کر سکتا تھا۔ آخر کار فاتح عالم بننے کی ناکام آرزو کو سینے میں لئے ہوئے ۹ر نومبر ۱۹۱۸ء کو وہ جرمنی کے تخت سے دستبردار ہو گیا اور جرمنی سے بھاگ کر ہالینڈ میں پناہ گزیں ہوا۔ اس کے بعد وہ پھر کبھی جرمنی میں داخل نہیں ہوا۔

اگرچہ جنگ عظیم میں جرمنی کی فوج نے صورت حالات نازک ہو جانے پر قیصر کی صلاح سے ہتھیار ڈال دئے تھے۔ مگر ٹھیک اسی زمانے میں جرمنی میں بغاوت ہو گئی۔ اور ملک میں سیاسی انقلاب ہو گیا۔ قیصر جرمنی

سے بھاگ گیا اور باغیوں کے لیڈروں نے صلح کی کارروائیوں کو اپنے ہاتھ میں لیا۔

ورسائی کا صلحنامہ

جب جرمنی نے شکست قبول کر لی اور صلح کی درخواست کی تو صلحنامے کی شرطوں کا مسودہ تیار کرنے کے لئے فاتح اتحادی حکومتوں کے نمائندوں کی ایک کمیٹی ۱۸ جنوری ۱۹۱۹ء کو پیرس میں بیٹھی۔ ۲۸ جون ۱۹۱۹ء کو ورسائی کے مشہور تاریخی آئینوں والے ہال میں جس میں ۱۸۷۱ء میں ولیم اوّل کے شہنشاہ جرمنی بننے کا اعلان کیا گیا تھا صلحنامہ پر فاتح ملکوں کے نمائندوں اور جرمنی کے نمائندوں نے اپنے دستخط ثبت کر دیئے۔

اسوقت جرمنی کی جانب سے مارشل وان ہنڈنبرگ جھنڈیوں کے سائے میں کھڑا تھا اور ان ہی سب لوگوں میں جو وہاں تھے کسی گوشے میں ایک ایسا انسان بھی کھڑا تھا جو دوسرے بیشمار لوگوں کی طرح گمنام ضرور تھا۔ مگر جو دوسرے بیشمار سورماؤں سے زیادہ بہادر تھا۔ اسوقت دنیا کو یہ حقیقت معلوم نہ تھی کہ اس معمولی سپاہی کا نام تاریخ کے غیر فانی افسانے میں جرمن قوم کے محافظ اور نجات دہندہ کی حیثیت سے لکھا جانا ہے۔ یہ انسان ایڈلف ہٹلر تھا۔ اسی قابل ترین ہستی نے جرمنی کے اتحاد کو مکمل کیا۔

ورسائی کے صلحنامے سے الیس اور لورین دوبارہ فرانس کو دید ئیے گئے۔ جرمنی کی رائن لینڈ کی کوئلے اور لوہے کی کانوں پر بین الاقوامی قبضہ ہوگیا جرمنی کی بہت سی کانیں فرانس کے حوالے کر دی گئیں۔ جرمنی کی ساری نوآبادیاں اُس سے چھین لی گئیں۔ اور اس کی بری اور بحری طاقتوں کو اتنا کمزور کر دیا گیا کہ

آئندہ جرمنی جنگ کا نام زبان پر بھی نہ لا سکے۔ جرمنی کی وہ سب فیکٹریاں بند کر دی گئیں جن میں آلاتِ حرب تیار ہوتے تھے۔ اُس کے سب فوجی اسکول توڑ دیئے گئے۔ اور اُس پر ایک ارب پونڈ کا تاوان ڈالا گیا۔ اسی صلحنامے کی رُو سے ایک لیگ اقوام قایم کی گئی جو قیامِ امن کے لئے یوروپ کی قوموں کی پنچایت تھی۔

۱۹۲۱ء میں جرمنی پر ۶۶۰ کروڑ پونڈ تاوان کا بھاری بوجھ لادا گیا تھا مگر ۱۹۲۴ء میں ڈاوز کمیشن نے اس زبردست رقم کو گھٹا کر اس کا تقریباً ایک تہائی تک کر دیا۔ اس کے بعد ۱۹۲۹ء میں ینگ کمیشن نے تاوان کے مسئلے پر دوبارہ غور کیا اور اس کی رائے پر عمل کرتے ہوئے جرمنی کو اِس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ دس کروڑ پونڈ سالانہ کے حساب سے سینتیس ۳۷ برس تک لگاتار تاوان ادا کرتا رہے اور سینتیس ۳۷ برس کے بعد بائیس سال تک دس کروڑ پونڈ سے کچھ کم رقم مزید سالانہ ادا کرتا رہے۔ کمیشن نے ایک شرط یہ بھی لگائی کہ اگر پہلے دس سال میں جرمنی تاوان نقد رقم کی صورت میں ادا نہ کر سکے تو مال کی شکل میں ذیل کے حساب سے دے:-

فرانس کو	۵ کروڑ ۲۰ لاکھ	سالانہ
انگلستان کو	۲ کروڑ	″
اٹلی کو	ا کروڑ	″
بلجیم کو	۶۰ لاکھ	″
یوگیوسلیویا کو	۴۰ لاکھ	″
امریکہ کو	۳۰ لاکھ	″
رومانیہ کو	۱۰ لاکھ	″

جرمنی میں جمہوریت کی بنیاد

۱۱ رفروری ۱۹۱۹ء کو جرمن سیاست دانوں نے ایک عارضی حکومت provisional Govt. بنائی۔ فریڈرک ایبرٹ اسکا صدر مقرر ہوا۔

تمام حالات کو اچھی طرح دیکھ بھال لینے کے بعد جرمنی کے لئے آئندہ حکومت کا ڈھانچہ تیار کیا گیا اور سب کے متفق ہونے پر ۳ر جون ۱۹۱۹ء کو عارضی حکومت کی جگہ جرمن جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ اس جمہوریت کا پہلا صدر فریڈرک ایبرٹ ہی بنا۔ اس کا عہد حکومت جرمنی کی تاریخ میں بڑی مصیبت کا زمانہ گذرا ہے۔

جو جرمن جمہوریت بنائی گئی اس کی تشکیل عیبوں سے پُر تھی جمہوری حکومت کے ماتحت سترہ مطلق العنان ریاستیں تھیں۔ ان ریاستوں کا ایک ڈکٹیٹر دوسرے نمائندوں کی رائے سے حکومت کا کاروبار چلاتا تھا۔ لیکن یہ ریاستیں جمہوریت کی مرکزی قانون ساز جماعت رائخ Reich کے ساتھ باقاعدہ اور مناسب طور پر وابستہ نہ تھیں گو رائخ کا ان پر پورا قبضہ تھا۔ ریاستوں اور رائخ کے اسی غلط رشتے کی وجہ سے بہت سے مدبر اس انتظام سے خوش نہ تھے۔

اس کے علاوہ جرمنی میں اسوقت بے شمار جماعتیں تھیں مگر کوئی ایک جماعت بھی حالات پر قابو پانے کی صلاحیت نہ رکھتی تھی۔ ان میں سے کسی جماعت کے سامنے کوئی سیاسی پروگرام نہ تھا۔ ورسائی کے صلحنامے کی وجہ سے لوگوں کی مالی پریشانی اسقدر بڑھی ہوئی تھی کہ ملک میں قحط پر قحط پڑ رہے تھے۔ اسی زمانے میں ۲۸ رفروری ۱۹۲۵ء کو صدر جمہوریہ ایبرٹ کا انتقال ہو گیا جس سے حکومت کا کام بھی کچھ عرصے کے لئے رُک سا گیا۔

ایبرٹ کے عہد حکومت میں جرمنی کی حالت ایسی ابتر تھی جس کی نظیر جرمنی کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

ہنڈنبرگ

ایبرٹ کے انتقال کے بعد ۲۶ راپریل ۱۹۲۵ء کو ہنڈنبرگ کو صدر منتخب کیا گیا۔ اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ شخص اعلیٰ پائے کا مدبر تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی تقدیر بھی اچھی لایا تھا۔ اس کے عہد میں ہٹلر کی نازی جماعت نے یہانتک زور پکڑا کہ آخر کار ہنڈن برگ نے ہٹلر ہی کو ۱۹۳۲ء میں چانسلر (وزیر اعظم) بنا دیا۔ اور ۲ راگست ۱۹۳۴ء کو ہنڈن برگ کی وفات پر اس کی جگہ ہٹلر ہی چانسلر ہونے کے علاوہ صدر جمہوریہ بھی بنا دیا گیا۔ اگرچہ وہ خود کو چانسلر ہی کہلاتا رہا چنانچہ اس کا موجودہ لقب رائج چانسلر ہی ہے۔

ایڈلف ہٹلر

جرمنی کو اس کی گری ہوئی حالت سے اٹھا کر بام عروج پر پہنچانے اور سربلند بنانے کا سہرا اصل میں ہٹلر ہی کے سر ہے۔ اگر جرمنی کی سیاسیات میں ہٹلر جیسی ہستی کا ہاتھ نہ ہوتا تو نہ جانے آج جرمنی کا کیا حشر ہوا ہوتا۔ اسوقت ہٹلر کا شمار دنیا کی عظیم ترین ہستیوں میں ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اس نے جرمنی کو دوبارہ سیاسی زندگی دینے کا اہم ترین کام انجام دیا ہے۔

آئندہ صفحات میں ہم ایڈلف ہٹلر کی زندگی کے حالات تفصیل سے پیش کرتے ہیں۔

ایڈلف ہٹلر کے دادا کا نام جیوہان جارگ ہیڈلر (Jeohann George Hiedler) تھا۔ وہ اسپائٹل نامی شہر میں فروری ۱۷۹۲ء میں پیدا ہوا تھا۔

ہٹلر کا باپ ۱۸۳۷ء میں پیدا ہوا۔ اس کا نام پہلے تو الوئس ہیڈلر Alois Headler تھا۔ مگر وہ اپنے آپ کو ہٹلر H uttler کہا کرتا تھا۔ اس سے بعد میں اس کا نام الوئس ہٹلر ہو گیا۔ ابتدا میں وہ موچی کا کام کیا کرتا تھا۔

الوئس ہٹلر نے تین شادیاں کیں۔ اس کی پہلی بیوی کا نام انا تھا۔ وہ ایک امیر خاندان کی لڑکی تھی۔ چنانچہ اس نے اپنے شوہر کو پڑھایا لکھایا اور آسٹریا کی سول سروس میں نوکری دلوا دی۔ ۱۸۸۳ء میں انا کا انتقال ہو گیا۔ چھ ہفتے بعد الوئس ہٹلر نے ایک اور لڑکی سے شادی کی جس کا نام فرانزسکا تھا۔ ایک سال کے بعد یہ بھی چل بسی۔ اس کے انتقال کے تین مہینے بعد الوئس نے ۷ جنوری ۱۸۸۵ء کو کلارا پولزل (Kalara Polzl) سے تیسری دفعہ شادی کی۔ اس عورت سے شادی کے چار سال بعد ایک لڑکا

پیدا ہوا جسکا نام ایڈلف ہٹلر رکھا گیا۔ ایڈلف کی پیدائش کے وقت اس کے باپ کی عمر ۵۲ اور ماں کی عمر ۲۹ سال کی تھی۔

پہلی بیوی انا سے بھی دو اولادیں تھیں۔ ایک لڑکا تھا جسکا نام الوئس خورد تھا اور دوسری لڑکی انگیلا تھی۔ الوئس خورد بڑا ہوکر ریسٹورنٹ بنا۔ ابھی چند سال پہلے ہیمبرگ میں اس کا انتقال ہوا ہے۔ اینگیلا نے وی اینا جاکر ریپل نامی ایک شخص سے شادی کرلی تھی۔ چند برس ہوئے ہیں کہ ہٹلر نے اُسے لاکر اپنے پاس جرمنی میں رکھ لیا ہے۔

ایڈلف ہٹلر کے علاوہ کلارا کے بطن سے دو بچے اور ہوئے۔ ایک لڑکی اور ایک لڑکا جو بچپن ہی میں مرگیا۔ لڑکی ۱۸۹۷ء میں پیدا ہوئی تھی۔ جس کا نام پولا Paula تھا۔ وہ ابھی تک کنواری ہی ہے اور آجکل وی اینا میں غیر معروف زندگی بسر کررہی ہے۔ ہٹلر اس سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔

ہٹلر کی پیدائش کے وقت الوئس چنگی کے محکمے میں انسپکٹر تھا۔ اور برونو میں اقامت رکھتا تھا۔ ۱۸۹۶ء میں اسے پنشن ملی۔ اس وقت تک وہ برونو ہی میں رہتا رہا پنشن لے کر وہ لینز کے قریب لیونڈنگ نام کے ایک گاؤں میں چلا گیا۔ وہاں اس نے ایک مکان خرید لیا اور رہنے لگا۔ اسکا ۱۹۰۳ء میں وہیں انتقال ہوا۔

ایڈلف ہٹلر ۲۰ اپریل ۱۸۸۹ء کو صوبہ بویریا کے شہر برونو میں پیدا ہوا برونو اگرچہ شہر تو چھوٹا ہی سا ہے مگر چونکہ جرمنی اور آسٹریا کی درمیانی سرحد پر ہے اس لئے محل وقوع کے لحاظ سے بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اس وضع کے شہروں کے باشندوں کو اس صورت میں وقتاً فوقتاً بڑی مصیبت جھیلنی پڑتی ہے۔ جب دونوں ریاستوں میں صلح نہ ہو۔

یہی حالت برونو کے باشندوں کی بھی تھی۔ اس شہر کے بسنے والوں میں سے بچے بچے کی دلی تمنا یہی تھی کہ کسی نہ کسی طرح دونوں حکومتیں ملکر ایک ہو جائیں تا کہ آئے دن کی مصیبتوں سے پیچھا چھوٹے۔ یوں ہٹلر پر شروع ہی سے ایسے اثرات پڑے جن میں سیاسی الجھنوں کے سلجھاؤ کا رنگ تھا۔ ہوش سنبھالتے سنبھالتے تک یہ مسئلے اس کی نظروں میں بہت سنجیدہ شکل اختیار کر گئے۔ ہٹلر سوچا کرتا تھا کہ اگر جرمنی اور آسٹریا ایک جرمن مادر وطن کے نام پر متحد نہیں ہو سکتے تو انہیں بین الاقوامی سیاسیات میں پیر پھنسانے کا کیا حق ہے۔ جب تک جرمنی کی حکومت اپنے ہر باشندے کو پیٹ بھرنے کے قابل روٹی نہ دے سکے اسے یہ حق حاصل نہیں ہے کہ کوئی نو آبادی قایم کرے۔ ایڈلف ہٹلر کے دل کو ایسے خیالات کی آماجگاہ بنا دینے کا سہرا اس کی جائے پیدائش ہی کے سر ہے۔ کیونکہ اس کی فضا میں یہ اثرات سرایت کئے ہوئے تھے۔

ہٹلر کا باپ کوئی خوشحال آدمی تو نہ تھا مگر محنتی ضرور تھا اور اس نے اپنی ذاتی کوششوں کے بل بوتے پر ہی چنگی کے محکمے میں سرکاری نوکری حاصل کی تھی۔ ہٹلر کی ماں ایک غریب کسان کے گھر میں پلی تھی مگر وہ بڑی ذہین اور سمجھدار تھی۔ اس نے ہٹلر کو بڑے لاڈ پیار سے پالا چونکہ ہٹلر کی ماں کو مصوری سے بہت دلچسپی تھی اس لئے وہ چاہتی تھی کہ ہٹلر ایک نامی گرامی مصور بنے۔ چنانچہ اس نے ہٹلر کو عنفوانِ شباب ہی میں تصویر کشی سکھا دی۔ مگر ہٹلر کے باپ کی خواہش یہ تھی کہ اس کا بیٹا ایک اونچے درجے کا عہدہ دار بنے۔ اس غرض کو سامنے رکھ کر اس نے بچپن ہی میں ہٹلر کی طبیعت میں خودداری اور اونچے درجے کے حصول کے

جذبات پیدا کرنے چاہیے۔ مگر خود ہٹلر کی طبیعت کا رنگ یہ تھا کہ وہ افسر
نہیں بننا چاہتا تھا۔ وہ اس بات سے نفرت کرتا تھا کہ ایک شخص غلام کی طرح دن
کے مقررہ گھنٹوں میں ایک دفتر میں بندھا بیٹھا رہے۔ اسے اپنے وقت کو اپنی
مرضی کے مطابق کاٹنے کا اختیار حاصل نہ ہو اور وہ کاغذ سیاہ کرنے ہی میں اپنی
زندگی گذار دے۔

ان خیالات کا ہٹلر کی زندگی پر یہ اثر پڑا کہ وہ بچپن ہی سے قوم پرستی کا
دلدادہ (Nationalist) ہو گیا اور تاریخ کی رفتار کا صحیح اندازہ کرنے کی
صلاحیت اس میں پیدا ہو گئی۔

ہٹلر کا زمانۂ طالب علمی

جب وہ کچھ بڑا ہوا تو ہٹلر کے باپ نے اسے لنز Linnz نامی ایک
گاؤں کے اسکول میں پڑھنے بٹھا دیا۔ اس مدرسے میں ایک مباحثے کی انجمن
(Debating Society) بھی تھی۔ اس میں بے شمار موضوعات کے علاوہ
طلباء آسٹریا اور جرمنی کے تعلق کے موضوع پر بھی بحث مباحثہ کیا کرتے تھے
جب ایک دفعہ اس انجمن میں آسٹریا کی سابقہ حکومت کے موضوع پر مباحثہ ہوا
تو اس میں ہٹلر نے بھی حصہ لیا۔ اس طریق سے ان نوجوانوں کو اس وقت
گاؤں کے مدرسے میں بھی ملکی سیاسیات کی تعلیم مل رہی تھی۔ یہ عمر وہ ہے جب
دوسرے بچے اپنی زبان کے علاوہ قوم پرستی کے بارے میں کچھ بھی نہیں
جانتے۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جوان ہوتے ہوتے ہٹلر جرمن نیشنلزم کا پکا حامی
بن گیا۔ ہٹلر کی موجودہ نازی پارٹی کی اصلی بنیاد آج بھی یہی جرمن نیشنلزم ہے

ہٹلر کے یہ قوم پرستانہ خیالات آہستہ آہستہ زیادہ پختہ ہوتے گئے یہانتک کہ وہ پندرہ برس کی عمر ہی میں یہ نکتہ سمجھنے لگا کہ شاہی خاندان کی محبت اور موجودہ نیشنلزم میں کیا فرق ہے۔

اسکول میں ہٹلر ہمیشہ اپنی جماعت میں اوّل رہا کرتا تھا بچپن ہی سے اس میں حکومت کرنے کا مادہ تھا۔ اپنے ہم جماعتوں کے ساتھ اس کا طرزِ عمل ایسا تھا گویا وہ ان کا رہنما ہے۔ اس کی شکل صورت، چال ڈھال اور بول چال کے ڈھنگ میں کچھ ایسی کشش تھی کہ اس کے سارے ہم جماعت اس کی طرف کھنچے چلے آتے تھے۔

ہٹلر کی وی اینا کو روانگی

انسان چاہتا کچھ ہے اور قدرت اپنے طور پر کچھ اور کر دکھاتی ہے ہٹلر کی زندگی مزے سے کٹ رہی تھی کہ اچانک ۱۹۰۳ء میں اس کا باپ چل بسا اور ہٹلر کی پُرامن زندگی کا دفعتہً خاتمہ ہوگیا۔ ہٹلر کے لئے باپ کی موت ایک بڑا زبردست اور ناقابلِ برداشت صدمہ تھا کیونکہ سارا کنبہ اُسی ایک شخص کے سہارے پلتا تھا۔

جب ہٹلر یتیم ہوا تو اس کی عمر چودہ سال کی تھی۔ اب بجائے اس کے کہ وہ آرزوؤں کے گہوارے میں ہلکورے لیتا اس کے سامنے اپنی زندگی کا راستہ خود بنانے کا مسئلہ آگیا۔ مفلسی اور بے سروسامانی کا عالم تھا! اس لئے وہ جلد ہی کسی فیصلے پر پہنچنے پر مجبور تھا۔

اس کی آبائی جائداد بہت کچھ اس کی ماں کی بیماری میں علاج معالجے میں بک بکا چکی تھی۔ اگرچہ باپ کی موت سے یتیم ہو جانے کے سبب سے

اس کو حکومت کی طرف سے وظیفہ ملنے لگا تھا۔ مگر یہ وظیفہ کل خاندان کے گذارے کے لئے کافی نہ ہوتا تھا اس لئے ہٹلر اس پر مجبور ہوا کہ کوئی روزگار کر کے خرچ چلائے۔

اس ارادے کے ساتھ کہ مجھے خود کما کر کھانا ہے۔ ہٹلر نے ایک بکس میں اپنے چند کپڑے رکھے اور آسٹریا کے دارالخلافے وی اینا کو روانہ ہو گیا۔ اسے توقع تھی کہ جس طرح اب سے پچاس برس پہلے میرے باپ کی وی اینا میں قسمت جاگی تھی۔ اسی طرح وہاں میرا نصیب بھی جاگے گا۔

ہٹلروی اینا میں

جس وقت ہٹلر وی اینا میں وارد ہوا تو اس کے پاس ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ وہ بھوکا پیاسا شہر کی گلیوں میں اور سڑکوں پر پھرتا رہا۔ جب گذارے کی کوئی صورت نہ دکھائی دی اور سب طرف سے مایوسی ہوگئی تو اس نے کچھ تصویریں بنائیں۔ مگر جب وہ ان تصویروں کو بیچنے کے لئے بازار میں لایا تو خریدنا تو درکنار کسی نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ اس واقعہ سے ہٹلر کے دل کو بڑی ٹھیس لگی۔ اس نے طیش میں آکر تصویر کشی کا کام چھوڑ دیا اور کسی دوسرے کام کی تلاش شروع کی۔ مگر نیم خواندہ نوجوان کو نوکری کون دیتا؟ جب اس کو کئی مقامات چکر لگانے پر بھی کوئی نوکری نہ ملی تو اس نے مزدوری کرنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ ایک مکان بنانے والے مستری کے پاس کام کرنے لگا اس طرح بڑی زبردست مشکلیں جھیلنے کے بعد اس کی روزی حاصل کرنے کی دشواری دور ہوئی۔ اس کا دل شروع ہی سے حساس تھا۔ وہ بازاروں میں پھرتے وقت شہریوں کی خوشی و مسرت اور عیاشانہ زندگی کو دیکھ کر غریبوں کے دکھ سے بیچین ہوجاتا تھا۔ مکانوں کی چھتوں میں اینٹیں اور چونا لگاتے میں اس کے دل میں اسی قسم کے بلند خیالات پیدا ہوتے رہتے تھے۔

وی اینا کی حالت

وی اینا میں آسٹرین ملوکیت کی اڑھائی کروڑ رعایا کی حالت کا اصلی نقشہ کھنچا ہوا تھا۔ وہاں کے دربار کی نظروں کو خیرہ کرنے والی شان، ملوکیت کی دولت کو مقناطیس کی طرح کھینچ رہی تھی۔ وہاں پر عمال حکومت، افسران اعلیٰ اہلِ فن اور پروفیسروں کے مجمع سے بھی زیادہ ان غریب مزدوروں کا مجمع تھا جو اپنے افلاس سے آپ ہی پسے جا رہے تھے۔ شاہی محل کے چاروں طرف ہزاروں بیکار چکر کاٹا کرتے تھے جن میں سے بہت سوں کے پاس رہنے کو گھر بھی نہیں تھے ان کو صرف سنسان سڑکوں اور نالیوں کی گندگی کے پاس ہی اپنی زندگی کے دن گذارنے پڑتے تھے۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر ہٹلر کے دل میں غریبوں کے لئے بے حد ہمدردی کے جذبات پیدا ہوتے تھے۔

اسوقت کا وی اینا سیاسی سکول کی حیثیت میں

ہٹلر کے لئے وی اینا میں ایک زبردست خصوصیت یہ تھی کہ وہاں سبھی قسم کے اور سب پارٹیوں کے افراد کی موجودگی سے وی اینا میں اسکو سوشل مسئلوں کے مطالعے کا اتنا اچھا موقع حاصل ہو گیا جتنا دوسرے شہروں میں ممکن ہے کہ نہ ملتا۔ اس مطالعے سے ہٹلر کی دلچسپی سوشل کاموں میں زیادہ بڑھنے لگی۔ اس نے ہر ایک مسئلے کا غور و فکر اور تدبر سے مطالعہ کرنا شروع کر دیا۔ اس مطالعہ سے اُس کو ایک نئی اور نامعلوم دنیا دریافت کرنے کا موقع ملا ۱۹۰۹ء اور ۱۹۱۰ء میں ہٹلر اپنی روزی اچھی طرح کمانے لگا۔ اب اس کا نقشہ نویسی اور پانی کے رنگوں کی تصویروں کا کام اچھا چل نکلا۔

ہٹلر کا سیاسی پارٹیوں کا مطالعہ

بیس برس کی عمر تک ہٹلر نے سوشل ڈیموکریٹ اور ٹریڈ یونین تحریک دونوں کا مطالعہ کر ڈالا۔ اس دور میں سیاسیات کے آسمان پر آزاد ٹریڈ یونین ازم کا بول بالا تھا۔ ہٹلر کے ٹریڈ یونینوں کی اہمیت کو سمجھنے اور ان کے افراد کو اپنے ساتھ لے لینے ہی سے آگے چل کر اسے اتنی زیادہ کامیابی ہوئی۔

کچھ سال اور گذرنے پر ہٹلر کے خیالات اتنے وسیع اور گہرے ہو گئے کہ آئندہ بھی اسے اپنے ان خیالات میں تبدیلی کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔

ابھی تک ہٹلر کو یہودیوں کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ وی اینا کی کل بیس لاکھ کی آبادی میں دو لاکھ یہودی تھے اس پر بھی ہٹلر کو ان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا لیکن آہستہ آہستہ سوشل ڈیموکریسی کے مطالعہ کے ساتھ اس کو یہودیوں کی اصل حقیقت کا بھی پتہ لگا۔ اس کو یہ پتے کی بات معلوم ہوگئی کہ یہودیوں کا نصب العین پیسہ کمانے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔

جرمن شہنشاہ قیصر ولیم کے لئے ہٹلر کے دل میں بڑی عزت تھی۔ وہ اس کے لئے توہین آمیز الفاظ سن نہیں سکتا تھا۔ اخبارات قیصر کی توہین کرتے تھے ہٹلر نے دیکھا کہ ان کے ایڈیٹر اور مالک یہودی ہی ہیں۔ اس نے سوشل ڈیموکریٹ لوگوں کے لٹریچر کو اٹھا کر دیکھا تو اس کے مصنف بھی یہودی ہی تھے۔ بڑے بڑے لیڈر، رائخ ریٹ **Reichrate** یعنی آسٹریا کی پارلیمنٹ کے ممبر، ٹریڈ یونینوں کے سکریٹری، آرگنائزیشنوں کے صدر یا تحریک کے چلانے والے سبھی یہودی تھے۔ اس وقت اس کو یقین ہوا کہ

در اصل قوم وملک کے بگاڑنے والے یہودی ہیں۔ سوشل ڈیموکریٹ لوگوں کی اصلی شکل جان لینے سے اس کا وطن پرستی کا جذبہ زیادہ پختہ ہو گیا۔

اب اس نے مارکس کی تعلیمات کا مطالعہ کرنا شروع کیا۔ اس تمام مطالعہ سے اس میں سب سے بڑی تبدیلی یہ ہوئی کہ وہ ایک کمزور شہری بننے کی بجائے یہودیوں کا زبردست مخالف بن گیا۔

ہٹلر کی وی اینا سے روانگی

آسٹریا میں جرمنوں کی حالت کا مطالعہ کرکے ہٹلر کی بےچینی اندر ہی اندر بڑھتی جاتی تھی۔ وہ دیکھتا تھا کہ آسٹریا میں جرمنوں پر ظلم کیا جاتا ہے۔ زیک لوگ اور ان کا محافظ آسٹریا کا ولیعہد آرک ڈیوک فرانس فرڈینینڈ ان کو کچھ بھی سیاسی اختیارات دینے نہ دیتے تھے۔ اس لئے اب ہٹلر کے دل میں آسٹریا سے نفرت اور اپنے ملک کی محبت پیدا ہوئی۔ اس کو رہ رہ کر اپنی جنم بھومی یاد آنے لگی۔ اس طرح ہمہ گیر سیاسیات کی عملی تعلیم حاصل کرکے ہٹلر ۱۹۱۲ء کے موسم بسنت میں میونک آیا۔

چوتھا باب

ہٹلر میونک میں

میونک میں آکر ہٹلر کا دل سچ مچ خوش ہو گیا۔ وی اینا کی مانند یہاں بہت سی قوموں کا مجمع نہ تھا صرف ایک جرمن قوم ہی رہتی تھی۔

اس دور میں جرمنی قیصر ولیم کی سرکردگی میں اپنی ترقی کی معراج پر تھا۔ اس کی آبادی میں ہر سال ۹ لاکھ نفوس کا اضافہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ اس کو اس بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے نو آبادیات کی ضرورت تھی مگر بیسویں صدی کا آغاز ہوتے ہوتے نو آبادیاں سبھی گھر گئی تھیں۔ اسلئے جرمنی کے واسطے یورپ میں ہاتھ پیر پھیلانے کے سوا اور کوئی راستہ باقی نہ تھا۔

اس دور میں انگلستان جرمنی سے دوستی کرنی چاہتا تھا۔ اگر جرمنی انگلستان کے دوستی کے طور پر بڑھائے ہوئے ہاتھ کا خیر مقدم کرتا تو اس کے نصب العین کی تکمیل ہو سکتی تھی۔ اس بات کو جرمنی اور انگلستان دونوں ہی جانتے تھے کہ آپس کے خوشگوار تعلقات کے بغیر کچھ نہیں مل سکتا۔ مگر جرمنی نے اپنی جنگجویانہ خارجہ پالیسی سے وہی کام کیا جو ۱۹۰۵ء میں جاپان نے کیا تھا۔

اس زمانے میں جرمنی کا اور ملکوں سے صنعتی کاروبار، دنیا کی تجارت، بحری طاقت اور نو آبادیات وغیرہ کے سلسلے میں مقابلہ تھا۔ اگر جرمنی چاہتا تو اسوقت یورپ

ہی میں روس کے خلاف علاقہ حاصل کرنے کی پالیسی کو برتا جا سکتا تھا۔ یا اسکے خلاف اگر جرمنی اس سے دوستی کرتا تو اس کی مدد سے برطانیہ کے خلاف حصول نو آبادیات اور دنیا میں کھلی تجارت کی پالیسی کا سہارا لیا جا سکتا تھا۔ اور اس طرح وہ آسٹریا کو دھتکار کر بڑا بھاری فائدہ اٹھا سکتا تھا۔

جنگِ عظیم سے پہلے ہٹلر کا پروپیگنڈا

ہٹلر نے ۱۹۱۳ء اور ۱۹۱۴ء ہی میں بہت سی اطراف میں اپنے خیالات کا اظہار شروع کر دیا تھا۔ اس کے اس وقت کے خیالات ہی آج بھی نیشنل شوشلسٹ تحریک کے ستون ہیں۔

دراصل جرمن قوم و ملک کے زوال کا آغاز اسوقت سے بھی بہت پہلے ہو چکا تھا۔ مگر اسوقت عوام کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے وجود کا ستیا ناس کرنے والا کون ہے؟ قوم و ملک لئے اس مرض کا علاج کرنے کی بار بار کوشش کی نگران کی سب سے بڑی بھول یہ رہی کہ وہ بیماری کی علامات ہی کو بیماری کا سبب گردانتے رہے۔

جرمنی کی عالمگیر تجارت

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ گذشتہ صدی میں پرشا کے ذریعے جیتی ہوئی تین زبردست لڑائیوں ہی میں جرمنی کا جنم ہوا تھا۔ لیپزگ اور واٹرلو کے میدانہائے کارزار اور کافی گریز اور سیڈین میں جرمن لوگ بار بار جیتے ہوئے مگر ملوکیت کا بہت پرانا خواب پیرس کی بندوقوں کے سامنے لوئی چہاردہم کے ورسائی کے شاہی محل ہی میں پورا ہوا۔ جرمنی کی شمالی اور جنوبی ریاستوں کی

فوجوں کے اتحاد ہی سے متحدہ جرمنی بنا۔

جرمنی کو اس طاقتور فوج کی طاقت کے بل پر نہ صرف تقریباً پچاس برس تک امن کی دولت ملی بلکہ اس کا ایک بحری بیڑہ بھی تیار ہوگیا۔ اسی بیڑے نے نوخیز رائخ کو عقلمندی سے اپنے صنعتی کاروبار کو وسعت دینے اور ملک کو خوش حال بنائے رکھنے میں مدد دی۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۸۷۱ء کے جرمنی کی چار کروڑ دس لاکھ آبادی ۱۹۱۴ء میں بڑھ کر سات کروڑ ہوگئی۔ اسوقت جرمن باشندوں کا یہ جمِ غفیر برابر ترقی کرتا جارہا تھا۔

وہ کھیتوں، کارخانوں، تجربہ گاہوں، کانوں، دفتروں، بندرگاہ اور پل کے بندھوں پر دنیا بھر میں کام کر رہا تھا۔ جرمنی کی اس بڑی زبردست کامیابی سے ساری دنیا باخبر ہے اور اعداد وشمار سے اس کو ثابت بھی کیا جاسکتا ہے۔

بجلی کا سامان، کانچ اور کھلونوں کے بیوپار، دھات گلانے اور کان کنی کے کام میں جرمنی دنیا بھر کی تجارت میں سب سے آگے تھا۔ دنیا بھر کی دوائیوں کی تجارت کا ۴/۵ حصہ اکیلے جرمنی ہی کے قبضے میں تھا۔ یوروپ سے باہر کی بندرگاہوں کے ساتھ جرمنی کی تجارت اس صدی کے شروع میں پانسو فیصدی تک تھی۔ اس طرح جرمنی محنت، تکمیل اور تنظیم کے ذریعے پُرامن طریقے سے اوروں کے مقابلے میں دنیا کی اقتصادی زندگی کا ایک طاقتور عضو بن گیا تھا۔ پُرامن طریقوں سے حاصل کی ہوئی اس حالت ہی کا نتیجہ آخر میں سب جھگڑوں سے زیادہ خوفناک جنگِ عظیم کی صورت میں نکلا۔ اس دور میں جرمنی کا حلقہ بندی کا عمل مکمل ہوگیا تھا اسی کو نہ برداشت کرنے کی وجہ سے یوروپ کی قومیں

خونریزی اور تکالیف کے سمندر میں اور ساری دنیا ایک ایسی مصیبت میں غرق ہوگئی جس کے بہت سے بُرے نتیجے نکلے۔

پانچواں باب

جنگِ عظیم

۲۸ جون ۱۹۱۴ء کو ایک طالب علم نے جس کی عمر انیس سال کی تھی سرویا میں آسٹریا کے ولیعہد کے گولی ماردی۔ اس گولی سے اچانک وہ طوفان اُمنڈ آیا جس کی گھٹائیں ساون پہلے سے یوروپ کی سیاسی فضا پر چھائی ہوئی تھیں۔ اس طوفان کی پہلی گڑگڑاہٹ ان بے شمار ریل گاڑیوں کے پہیوں نے پیدا کی جنہوں نے روس کی فوجوں کو جرمنی کی سرحد پر لاکر اتارا۔ یہ روسی فوجیں بہت پہلے سے اس کام کے لئے تیار بیٹھی تھیں۔

جنگ کا ہیتناک انجن حرکت میں آیا اور اُس نے راستے بند کرکے محاصرے کا زبردست کام شروع کر دیا۔ سارا یوروپ جنگ میں کودنے کے لئے کمریں کس کر تیار ہوگیا۔ پانسہ پھینک دیا گیا۔ جب جرمنی چاروں طرف سے گھر گیا تو اُس کو بھی تلوار کھینچ کر سامنے آنا ہی پڑا۔ جہاں تک جرمنی کے اس زبردست جنگ میں شریک ہونے کا تعلق ہے صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ بے خطا جرمنوں کو اپنی عزت اور وجود کی حفاظت کے لئے جنگ میں کودنا پڑا۔

جنگ کی خبر کا ہٹلر پر اثر

جب آرک ڈیوک فرانس فرڈیننڈ کے قتل کی خبر میونک پہنچی اُس وقت ہٹلر اپنے گاؤں میں تھا۔ وہ اِس خبر کو صحیح صحیح نہ معلوم کر سکا۔ اِس لئے پہلے تو یہ خیال ہوا کہ کسی ایسے جرمن طالب علم نے ولیعہد کو گولی کا نشانہ بنایا ہے جو اس سے سلیو قوم کے لوگوں کو مراعات دینے کی وجہ سے جلا ہوا تھا اور جو جرمن قوم کے دشمن کو موت کے گھاٹ آتار کر قوم کی حفاظت کا خواہشمند تھا۔ اس خیال کے ماتحت ہٹلر نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ اِس وقوعے کا کیا نتیجہ نکلے گا۔ وہ سمجھنے لگا کہ اب آسٹریا میں جرمن باشندوں کو اور بھی زیادہ تکلیفیں پہنچائی جائیں گی اور دنیا کے سامنے ان بے انصافیوں کو ازرُوے قانون بجا ثابت کرنے کا بندوبست کیا جائیگا۔

مگر جب تھوڑی دیر بعد اس نے ولیعہد کے قاتلوں کے نام سُنے اور اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ سرویا کے رہنے والے ہیں تو وہ یہ تصور کر کے تھرّا اُٹھا کہ اب بے قیاس مصیبتیں بھیانک شکل اختیار کر کے دنیا کے سر پر ٹوٹینگی۔

سلیو لوگوں کا سب سے بڑا دوست ان کے دشمنوں کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔

دی اینا نے جو دھمکی اور الٹیمٹیم اسوقت دیا تھا آج اس کی شکل اور انداز کی مذمّت کی جاتی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اسوقت دنیا کی کوئی طاقت اس سے مختلف طرزِ عمل اختیار ہی نہیں کر سکتی تھی۔

آسٹریا کی جنوبی سرحد پر آسٹریا کا ایک خطرناک اور سرکش دشمن بیٹھا تھا۔ جو موقع بے موقع آسٹریا کے شہنشاہ کو دھمکاتا رہتا تھا۔ وہ اسوقت تک چین سے

بیٹھنے والا نہیں تھا جب تک آسٹریا کی ملوکیت برباد ہی نہ ہو جاتی۔ اس خوف زدہ کرنے والے امکان کے کافی اسباب تھے کہ عمر رسیدہ شہنشاہ کے انتقال کے بعد ہی کچھ ہوتا اور آسٹرین حکومت حالات کی رَو کو روک نہ سکتی۔ آخری سالوں میں حکومت کا دارومدار فرانس جوزف کی زندگی پر اسقدر زیادہ تھا کہ اس شخص کی موت کو آسٹریا کی ملوکیت ہی کی موت سمجھا گیا۔

آسٹریا کی حکومت سے اتنی غلطی بیشک سرزد ہوئی کہ اس نے بات پر اتنا زیادہ زور دیا کہ آخرکار جنگِ عظیم ہی برپا ہو گئی۔ ورنہ جنگ روکی بھی جا سکتی تھی۔ اگرچہ یوروپ کی اسوقت جو حالت تھی اس میں تو ایک خطرناک جنگِ عظیم کا ہونا لازمی ہی تھا تاہم کم سے کم ایک دو سال کے لئے تو اُسے التوا میں ڈالا ہی جا سکتا تھا۔

ایک عرصے سے سوشل ڈیموکریٹک پارٹی جرمنی میں روس کے خلاف جنگ کرنے کے لئے شدّت کے ساتھ ایجی ٹیشن کر رہی تھی۔ ادھر سنٹریا کیتھولک پارٹی مذہبی وجوہات کی بنا پر جرمنی کی پالیسی کا رُخ آسٹریا سے دوستی کی طرف موڑ رہی تھی۔ ان سب غلطیوں کے نتائج بھی جرمنی کو برداشت ہی کرنے تھے۔ جو ہو گیا وہ تو اٹل تھا ہو کر ہی رہتا۔ وہ تو کسی بہانے بھی ٹل نہ سکتا تھا۔ جرمن حکومت کی تو یہی غلطی تھی کہ اُس نے آسٹریا سے دوستانہ تعلقات قایم کئے۔ جرمن حکومت نے جس طرزِ عمل کے بارے میں یہ سمجھا کہ اس سے ضرور امن قایم ہوگا اسی کی بنا پر عالمگیر جنگِ عظیم چھڑ گئی۔

یوں حصول آزادی کی خاطر ایسی زبردست عالمگیر لڑائی شروع ہو گئی جس کی نظیر دنیا کی تاریخ میں آج تک نہیں ملتی۔ جونہی اعلانِ جنگ کی خبر میونک میں پہنچی ہٹلر کے دل میں دو خیال پیدا ہوئے۔ ایک تو یہ کہ جنگ لازمی

اور دوسرا یہ کہ اب آسٹریا کی ہیبسبرگ ملوکیت کو جرمنی سے دوستی نبھانی ہی پڑے گی
ہٹلر کو اندیشہ اس بات کا تھا کہ ممکن ہے اس دوستی سے ایک دن جرمنی کے
دشمنوں کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے کہ آسٹریا اور جرمنی دونوں کی مشترکہ طاقت
ان کا مقابلہ کرنے سے عاجز رہے۔

ہٹلر کے نزدیک آسٹریا سرویا سے بدلہ لینے کے لئے جنگ نہیں کر رہا
تھا بلکہ جرمن قوم اپنے مستقبل اور اپنی زندگی کے استحکام کے لئے جنگ کر رہی
تھی۔ اب وقت آ گیا تھا کہ جرمنی بسمارک کے بتلائے ہوئے راستے پر گامزن
ہو۔ نوجوان جرمنی کو ایک دفعہ پھر دشمن کے مقابلے میں اُسی طرح اپنی حفاظت
کرنی تھی جس طرح اُس کے بزرگوں نے وینسبرگ سے سیڈین اور پیرس
تک مردانہ وار لڑائی لڑ کر کی تھی۔ اگر جرمنی اس جنگ میں جیت جاتا تو اسکو
اپنے سے زیادہ بڑی حکومتوں میں وہ اونچا مرتبہ حاصل ہو جاتا کہ جرمنی کی
پارلیمنٹ ہی ساری دنیا کے امن و امان کی محافظ ہوتی۔ اور اسے فرزندانِ وطن
کی روٹی کی کوئی فکر نہ رہتی۔

ہٹلر کی جنگِ عظیم میں شمولیت

۳ اگست ۱۹۱۴ء کو ہٹلر نے بویریا کے بادشاہ لڈونگ سویم
(Ludwig III) کے پاس درخواست بھیجی کہ مجھے بھی بویریا کی فوج میں خدمت
کرنے کا موقع دیا جائے۔ اسوقت وزرا کی کونسل کے دفتر میں کام کی بہت
زیادتی تھی۔ اس لئے ہٹلر کی درخواست اُسی دن منظور ہو گئی اور اُسے
سولھویں بویرین پلٹن میں سپاہی کا عہدہ مل گیا۔ جنگ میں فوجی خدمت کا
موقع مل جانے سے نوجوان ہٹلر کو بڑی خوشی ہوئی۔

اب ہٹلر جرمن فوج میں شامل ہو کر جنگ میں شامل ہوا۔ جنگ جلدی ختم نہ ہوئی بلکہ سالہا سال تک جاری رہی۔ جرمنوں کے اُبلتے ہوئے خون کا جوش آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑنے لگا۔ حالت ایسی ہو گئی کہ ہر شخص صرف پابندیٔ فرض کے خیال ہی سے جنگ کر رہا تھا۔ ہٹلر بھی جس جوش سے جنگ میں شامل ہوا تھا آخر تک اسی جوش سے کام نہ کر سکا۔

اب نوجوان والنٹیر بھی بوڑھے سپاہیوں کی طرح جی چھوڑے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ یہ تبدیلی بلا استثنا ساری کی ساری جرمن فوج میں رونما ہو گئی تھی۔ اس تھکا دینے والی جنگ سے جرمن فوج کے سپاہی ضعیف اور درماندہ ہو گئے۔ مگر پھر بھی طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے اس فوج نے دو تین سال تک جنگ کی۔

جنگ کے زمانے میں یہودیوں کی حرکتیں

ہٹلر اسوقت سیاسیات میں کوئی عملی حصّہ تو نہیں لیتا تھا۔ مگر پھر بھی ہر تبدیلی کو وہ بڑے غور سے ذہن نشین کرتا جاتا تھا۔ اس کو مارکس ازم کے اس عقیدے پر بڑا طیش آیا کہ ہر غیر یہودی حکومت برباد ہو جانی چاہئے۔ ۱۹۱۶ء میں جرمن کثیر تعداد میں فوج میں بھرتی ہو کر میدان جنگ میں چلے گئے تھے۔ اس سے یہودی رہنما ہی عملی میدان پر چھائے ہوئے تھے۔ جرمنی کے مزدوروں نے ان کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لئے ان لیڈروں نے اپنے اوپر آنیوالی مصیبت کے خوف سے فوراً رنگ بدلا اور ملکی ترقی کا سوانگ بھرنا شروع کیا لیکن شہنشاہ نے ان کو کچلنے کی جگہ ان کے داؤں کو قایم رہنے دیا۔ اسلئے مارکس ازم کے خلاف کام بند کر دیا گیا۔ آگے چل کر اسی سبب سے سوشلزم کے بارے میں بسمارک کا قانون ناکام رہا۔

چھٹا باب

جنگِ عظیم کے زمانے میں پروپگینڈہ

پہلے زمانے میں تیر و تلوار اور توپ و تفنگ سے لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔ مگر دورِ جدید کی جنگیں ان پُرانی لڑائیوں سے بہت مختلف ہوتی ہیں آج اگر ایک طرف گولے بارُود، توپ بندوق اور جہازوں سے دشمن کے خلاف لڑا جاتا ہے تو دوسری طرف اُس کی بستیوں میں اشتہارات، ہینڈ بلوں اور دوسرے ذریعوں سے پروپیگنڈہ کر کے عام لوگوں کی رائے اپنے موافق اور دشمن کے خلاف تیار کی جاتی ہے۔

جنگِ عظیم میں جرمنی اور اس کے مخالفین دونوں ہی کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا۔ اتحادی حکومتوں اور خصوصاً برطانیہ کی طاقت لامحدود تھی۔ اس لئے پروپیگنڈے کے معاملے میں جرمنی کے مقابلے میں برطانیہ کو بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

اس پروپیگنڈے کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صرف پُرامن شہروں ہی میں نہیں بلکہ میدانِ جنگ تک میں بھی پروپیگنڈہ سے کام لیا گیا۔ جرمنی کی فوجوں میں جرمن حکومت کی بے انصافی ہفتوحہ ملکوں پر مظالم اور جرمن شہنشاہیت، کے خلاف نشر و اشاعت کر کے جرمن سپاہیوں کو ان کی بُرائیاں دکھلائی گئیں۔ اس کام میں اتحادیوں کے ہاتھ مضبوط کرنے

کے لئے اندرون ملک میں کارل مارکس کے پیرو بھی خفیہ طور پر ایجی ٹیشن کر رہے تھے
جرمنی کی فوجوں نے پہلے پہلے تو اس پروپیگنڈے کو پاگلوں کی بڑ سمجھا
مگر رفتہ رفتہ اتحادیوں کی تبلیغ اپنا کام کر تی گئی اور وہ بھی ان باتوں پہ یقین
کرنے لگیں جو جرمنی کے خلاف پھیلائی جا رہی تھیں۔
۱۹۱۵ء کے موسم بہار میں ہوائی جہازوں کے ذریعے جرمن فوجوں پر مختلف
قسم کے پمفلٹ گرائے جانے لگے۔ ان سب کا مقصد ایک ہی تھا اور نفس
مضمون بھی تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد اکثر ایک ہی ہوا کرتا تھا۔ اور وہ یہ تھا
کہ جرمن حکومت انسانیت، اخلاق، اور بین الاقوامی انصاف کے اصولوں
کا خون کر رہی ہے۔
ادھر جرمنی کی حالت یہ تھی کہ اس کی تکالیف بڑھتی ہی جاتی تھیں جنگ
کے ختم ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی اور جرمنی کے فتحیاب ہونے
کی توقعات روز بروز کمزور پڑتی جاتی تھیں۔ اسوقت جرمنی کے ہر گوشے
سے "امن امن" کی پکار سنائی دیتی تھی۔ مگر جرمن فوجیت Militaism
کے حامی اور قیصر ولیم جنگ بند کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔
اتحادیوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ جرمنی کے خلاف جو قومیں
ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں ان کی جرمن قوم سے کوئی لڑائی نہیں ہے بلکہ وہ
تو صرف ایک شخصیت کے خلاف لڑ رہی ہیں جسے قیصر کہتے ہیں اور جس پر جنگ
کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اب انہوں نے اپنے اس نظریئے کا پروپیگنڈہ
شروع کیا کہ جرمن پبلک تو امن پسند ہے اور وہ لڑنا بھی نہیں چاہتی۔ مگر اسکے
چاہے لڑائی نہ رکے گی جب تک یہ امن جرمنی کے دشمن قیصر کو تخت سے
نہ ہٹایا جائیگا۔ جنگ بند نہ ہو سکے گی۔ اتحادیوں نے بڑے زور شور کے ساتھ

تمام دنیا کو عموماً اور اہل جرمنی کو خصوصاً اس بات کا یقین دلایا کہ جرمنی کی اعتدال پسند اور جمہوریت پسند پارٹیاں جنگ بند ہونے کے بعد ملک میں مکمل امن قایم کرلیں گی۔

مگر جرمنی کے اکثر لوگ ان باتوں پر ہنستے تھے۔

اتحادیوں کے اس زبردست پروپیگنڈے کے سلسلے میں ایک بات خاص طور پر یاد رکھنے کے لایق ہے کہ جن جن مورچوں پر بویریا والے تھے وہاں اس بات کا پروپیگنڈا کیا گیا کہ جنگ کے معاملے میں مجرم پرشا ہے۔ ہمیں تو اسی کا دماغ درست کرنا ہے۔ بویریا سے تو ہمیں کوئی دشمنی ہے ہی نہیں مگر جب تک بویریا جنگ میں پرشا کا ساتھ دے رہا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ ۱۹۱۵ء میں ہی اس پروپیگنڈے کا فیصلہ کُن نتیجہ ظاہر ہونے لگا۔ فوجوں میں پرشا کے خلاف جذبہ پیدا ہوگیا۔ مگر جرمن افسروں نے اس فتنے کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔

۱۹۱۶ء میں حالت یہاں تک خراب ہوگئی کہ اندرون ملک سے بھی شکایتوں سے لبریز خطوط آنے لگے۔ ان خطوں کا اثر بہت بُرا ہوا۔ اتحادی حکومتوں نے ان خطوط کو بھی پمفلٹوں کی شکل میں ہوائی جہازوں کے ذریعے جرمنی کی فوجوں میں تقسیم کیا۔ یہ خطوط اکثر جرمن عورتوں کے لکھے ہوئے تھے اور جہالت آمیز باتوں سے پُر تھے۔ بعد میں انہی خطوں نے لاکھوں انسانوں کا خون کرایا۔

بے اطمینانی تو پہلے ہی سے تھی اب فوجیں بھی غیر مطمئن نظر آنے لگیں جرمن سپاہی سوچتے تھے کہ انہیں عجیب آفت میں پھنسا دیا گیا ہے۔ ادھر تو وہ فاقے کرکرکے دشمنوں کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ادھر ان کے گھروں پر

افلاس کی گھٹائیں چھائی جارہی ہیں۔
مشکلات بڑھتی ہی گئیں۔ مگر ابھی تک یہ ایک گھریلو معاملے کی شکل اختیار کئے ہوئے تھیں۔ وہی سپاہی جو غیر مطمئن ہوتا تھا چند منٹ بعد ہی اپنے فرائض اس طرح پورے کرنے لگتا تھا جیسے اُسے کوئی شکایت ہی نہیں ہے۔ ہر چند سپاہی ناخوش تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تھا تو وہ خندقوں سے اس طرح چمٹ جاتے تھے گویا اسوقت جرمنی کی قسمت ان گز بھر چوڑے سوراخوں ہی سے وابستہ ہے۔ سینکڑوں بہادر جرمن میدان جنگ کے محاذ پر لڑ رہے تھے۔
انہی میں ہٹلر بھی تھا۔

ہٹلر مجروح ہو کر ہسپتال میں

ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ہٹلر جنگ میں گھائل ہوگیا۔ اسوقت تک وہ ایک معمولی سپاہی کے درجے سے ترقی کر کے لینس کارپول بن چکا تھا۔ زخمی ہو جانے پر اسکو مورچہ چھوڑ کر ایمبولنس کار میں جرمنی واپس جانے کا حکم دیا گیا۔ دو برس کے بعد ہٹلر نے پھر اپنے گھر کی صورت دیکھی۔ برلن کے قریب ایک ہسپتال تھا۔ اس میں زخمی ہٹلر داخل ہوگیا۔
یہاں کی فضا میدان جنگ کی فضا سے بالکل مختلف تھی۔ وہ جذبات یہاں بالکل مفقود تھے جو جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے دلوں میں موجزن تھے۔ جرمنی آکر ہٹلر نے وہ باتیں سنیں جن سے مورچے پر رہتے ہوئے اُس کے کان کبھی آشنا نہیں ہوئے تھے۔
جب زخم اچھے ہوئے اور ہٹلر چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو اُسے برلن

جانے کی اجازت مل گئی۔ یہاں مفلسی کا دَور دَورہ تھا۔ لاکھوں کی آبادی رکھنے والا شہر موت اور فاقہ کشی کا شکار ہو رہا تھا۔ عوام میں بیزاری پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں جہاں سپاہی جاتے تھے انہیں بے اطمینانی، بےچینی، بیزاری اور مفلسی دکھائی دیتی تھی۔

میونک کی حالت برلن سے بھی گئی گذری تھی۔ جب وہ پوری طرح تندرست ہو گیا۔ تو ہٹلر کو محفوظ فوج Reserved Force میں داخل کر کے میونک بھیجا گیا اس نے شہر کو بڑی مشکل سے پہچانا۔ جگہ بالکل ہی بدل چکی تھی۔ ہر گوشے سے غصّہ، ناراضگی اور لعنت ملامت کی صدا آتی تھی۔ جنگ سے آئے ہوئے سپاہیوں کی دماغی کیفیت اس سے بہت مختلف تھی اور انھیں ملکیوں کی یہ ذہنیت بہت عجیب معلوم ہوتی تھی۔

سرکاری افسروں کی کچھ کچھ عزّت کی جاتی تھی۔ سرکاری عہدوں پر اکثر یہودی کام کر رہے تھے۔ غالبًا ہر ایک کلرک یہودی اور ہر ایک یہودی کلرک تھا۔ ہٹلر کو یہودیوں کی اس خاصیت پر بڑا تعجب ہوا۔

تجارت کی حالت اور بھی خراب تھی۔ اس میدان میں تو یہودیوں کا راج ہی تھا ۱۹۱۷ء کے آخر تک بھی جنگ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب سپاہیوں کے پاس گولی بارُود بھی ختم ہونے لگا تھا۔ اب تو شکست لازمی تھی۔ مگر اس میں کتنی بےعزّتی اور کتنا نقصان تھا کہ جس کام کا بیڑہ اٹھا لیا تھا اور جس کو شروع بھی کر دیا تھا اُسے بیچ ہی میں چھوڑ دیا جائے۔

اسوقت دو سوال درپیش تھے۔ ایک یہ کہ اگر خود اہل جرمنی بھی جرمنی کی فتح نہیں چاہتے تو آخر فوج جنگ کس کے لئے کر رہی ہے؟ یہ بے شمار قربانیاں کس کے لئے کی جا رہی ہیں؟ سپاہی تو اسی لئے لڑ رہے ہیں کہ جرمنی جیتے۔ لیکن جرمنی کے باشندے اُسی جیت کے خلاف ہیں۔ تو پھر؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ جو کچھ

ہو رہا ہے اسکا دشمن پر کیا اثر پڑے گا ؟

سنہ ۱۹۱۷ء و سنہ ۱۹۱۸ء کے موسم سرما میں اتحادی حکومتوں کا مطلع امید سیاہ ہو گیا روس کی قسمت کا آفتاب گہن میں آگیا۔ اور ان ساری توقعات پر جو اس سے وابستہ کی گئی تھیں پانی پھر گیا۔ اتحادیوں کا وہ ساتھی جس نے سب سے زیادہ خون بھینٹ چڑھایا تھا اپنے طاقتور قاتلوں کے رحم و کرم پر تھا۔ ان سپاہیوں کے دلوں میں جو کورانہ عقائد کے مرید تھے، خوف اور بے چینی کروٹیں لے رہی تھی انکو آئندہ بسنت رُت کا خوف تھا کہ اُسوقت کیا ہوگا۔ یہ خوف ان کا دل دہلا رہا تھا کہ جب ہم اپنی پوری طاقت سے جرمنی کی فوج کے ایک حصّہ کو شکست نہ دے سکے تو جرمنی کی پوری طاقت والی فاتح فوج ہماری کیا گت بنائے گی۔

جرمن سپاہیوں کے لڑنے کا ڈھنگ

چار برس تک جرمنی کی سپاہ بہادری کے جوہر دکھاتی رہی۔

جرمنی کی فوج اور جرمن قوم کو جس چیز سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا وہ اتحادیوں کا خوفناک پروپیگنڈا تھا۔ ہوسکتا ہے کہ جرمنی کے دشمنوں کو اس بات کا یقین ہو کہ بہادر جرمن قوم کے خلاف دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے پروپیگنڈے سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں جرمنی کے خلاف اپنے مقصد کی تکمیل صرف اسی صورت سے ممکن دکھائی دیتی ہو جرمنی تو یہ جانتا تھا کہ یہ سب اسے بدنام اور مطعون کرنے کے لئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کرنا ایک بڑا دشوار کام ہے۔ یہانتک تو خیر کوئی حرج نہیں کہ ساری قوم کی قسمت کے سامنے ایک فرد واحد کی قسمت کسی شمار میں نہیں آتی۔ مگر یہ پروپیگنڈا کہ جرمنی کا نظریہ ہی اپنے دشمنوں کو ایذا پہنچانا ہے

درست نہ تھا۔ اصل میں جرمنی کے پاس اتنے ذرائع ہی نہ تھے کہ وہ دوسروں کو ایذا پہنچا سکے یا انہیں بدنام کرے۔ جرنیل گوئرنگ نے یہ ایک جگہ لکھا ہے :-

"ظلم سے جرمنی نے کبھی بھی اُلفت نہیں کی۔ دورانِ جنگ میں بہت سے ایسے فرانسیسی اور بلجیمی بچوں کی تصویریں بانٹی گئی تھیں جن کے ہاتھ یا بازو یا ٹانگیں بریدہ تھیں۔ اور یہ پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ یہ بچے جرمنوں کے ہاتھوں گھائل ہوئے ہیں۔ آج یہ بچے اِس بات کا اقرار کرینگے کہ ان کے اعضاء خود ان کے ہموطنوں کے گولوں سے اُڑے تھے۔

"جنگ میں ایسے حادثے ہوتے ہی ہیں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد پہلے دن سے آخر تک میں بذاتِ خود مغربی محاذ پر لڑتا رہا میں حلف اٹھا کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جرمن سپاہیوں نے بستیوں کے باشندوں کو ان کے مصائب میں سہارا دینے کی کوشش کی"۔

جرمن فوجوں کی وطن پرستی

دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کو اپنے اوپر اِس طرح حکومت نہیں کرنی پڑی۔ جس طرح اہلِ جرمنی جنگِ عظیم کے دوران میں اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے مجبور کئے گئے۔ کیسی بہادری، متانت، امن پسندی، سرگرمی سے کام چلایا گیا ! تاریخ کے صفحے پر کوئی زیادہ سے زیادہ قابلِ تعریف رزمیہ قصیدہ بھی جرمنی کے اس کام کی تعریف میں لکھ دیا جائے تو حقِ ستائش ادا نہ ہوگا۔ چار برس تک جرمنی کی فوج ایک دنیا سے، جو اُس کی دشمن تھی اور جس کے پاس فوجیں اور سامانِ جنگ اِس سے کہیں زیادہ تھا، جان پر کھیل کر لڑتی رہی اور دشمن کے

اب ہٹلر جرمن فوج میں شامل ہو کر جنگ میں شامل ہوا۔ جنگ جلدی ختم نہ ہوئی بلکہ سالہا سال تک جاری رہی۔ جرمنوں کے اُبلتے ہوئے خون کا جوش آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑنے لگا۔ حالت ایسی ہوگئی کہ ہر شخص صرف پابندی فرض کے خیال ہی سے جنگ کر رہا تھا۔ ہٹلر بھی جس جوش سے جنگ میں شامل ہوا تھا آخر تک اسی جوش سے کام نہ کر سکا۔

اب نوجوان والنٹیر بھی بوڑھے سپاہیوں کی طرح جی چھوڑے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ یہ تبدیلی بلا استثنا ساری کی ساری جرمن فوج میں رونما ہوگئی تھی۔ اس تھکا دینے والی جنگ سے جرمن فوج کے سپاہی ضعیف اور درماندہ ہوگئے۔ مگر پھر بھی طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کر کے اس فوج نے دو تین سال تک جنگ کی۔

جنگ کے زمانے میں یہودیوں کی حرکتیں

ہٹلر اس وقت سیاسیات میں کوئی عملی حصہ تو نہیں لیتا تھا۔ مگر پھر بھی ہر تبدیلی کو وہ بڑے غور سے ذہن نشین کرتا جاتا تھا۔ اس کو مارکس ازم کے اس عقیدے پر بڑا طیش آیا کہ ہر غیر یہودی حکومت برباد ہو جانی چاہیئے۔ سنہ ۱۹۱۴ء میں جرمن کثیر تعداد میں، فوج میں بھرتی ہو کر میدان جنگ میں چلے گئے تھے۔ اس سے یہودی رہنما ہی عملی میدان پر چھائے ہوئے تھے۔ جرمنی کے مزدوروں نے ان کی پیروی کرنے سے انکار کر دیا اس لئے ان لیڈروں نے اپنے اوپر آنیوالی مصیبت کے خوف سے فوراً رنگ پلٹا اور ملکی ترقی کا سوانگ بھرنا شروع کیا لیکن شہنشاہ نے ان کو کچلنے کی جگہ ان کے داؤں کو قائم رہنے دیا اسلئے مارکس ازم کے خلاف کام بند کر دیا گیا آگے چل کر اسی سبب سے سوشلزم کے بارے میں بسمارک کا قانون ناکام رہا۔

چھٹا باب

جنگِ عظیم کے زمانے میں پروپگنڈہ

پہلے زمانے میں تیر و تلوار اور توپ و تفنگ سے لڑائیاں لڑی جاتی تھیں۔ مگر دورِ جدید کی جنگیں ان پرانی لڑائیوں سے بہت مختلف ہوتی ہیں آج اگر ایک طرف گولے بارود، توپ بندوق اور جہازوں سے دشمن کے خلاف لڑا جاتا ہے تو دوسری طرف اُس کی بستیوں میں اشتہارات، ہینڈ بلوں اور دوسرے ذریعوں سے پروپگنڈہ کرکے عام لوگوں کی رائے اپنے موافق اور دشمن کے خلاف تیار کی جاتی ہے۔

جنگِ عظیم میں جرمنی اور اس کے مخالفین دونوں ہی کی طرف سے ایک دوسرے کے خلاف پروپگنڈہ کیا گیا۔ اتحادی حکومتوں اور خصوصاً برطانیہ کی طاقت لامحدود تھی۔ اس لئے پروپگنڈے کے معاملے میں جرمنی کے مقابلے میں برطانیہ کو بہت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی۔

اس پروپگنڈے کی وسعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صرف پُرامن شہروں ہی میں نہیں بلکہ میدانِ جنگ تک میں بھی پروپگنڈہ سے کام لیا گیا۔ جرمنی کی فوجوں میں جرمن حکومت کی بے انصافی مفتوحہ ملکوں پر مظالم اور جرمن شہنشاہیت کے خلاف نشر و اشاعت کرکے جرمن سپاہیوں کو ان کی برائیاں دکھلائی گئیں۔ اس کام میں اتحادیوں کے ہاتھ مضبوط کرنے

کے لئے اندرون ملک میں کارل مارکس کے پیرو بھی خفیہ طور پر ایجی ٹیشن کر رہے
جرمنی کی فوجوں نے پہلے پہلے تو اس پروپیگنڈے کو پاگلوں کی بڑ سمجھا
مگر رفتہ رفتہ اتحادیوں کی تبلیغ اپنا کام کرتی گئی اور وہ بھی ان باتوں پہ یقین
کرنے لگیں جو جرمنی کے خلاف پھیلائی جا رہی تھیں۔

۱۹۱۵ء کے موسم بہار میں ہوائی جہازوں کے ذریعے جرمن فوجوں پر مختلف
قسم کے پمفلٹ گرائے جانے لگے۔ ان سب کا مقصد ایک ہی تھا اور نفس
مضمون بھی تھوڑی بہت تبدیلی کے بعد اکثر ایک ہی ہوا کرتا تھا۔ اور وہ یہ تھا
کہ جرمن حکومت انسانیت، اخلاق، اور بین الاقوامی انصاف کے اصولوں
کا خون کر رہی ہے۔

ادھر جرمنی کی حالت یہ تھی کہ اس کی تکالیف بڑھتی ہی جاتی تھیں جنگ
کے ختم ہونے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی تھی اور جرمنی کے فتحیاب ہونے
کی توقعات روز بروز کمزور پڑتی جا رہی تھیں۔ اسوقت جرمنی کے ہر گوشے
سے "امن امن" کی پکار سنائی دیتی تھی۔ مگر جرمن فوجیت Militaism
کے حامی اور قیصر ولیم جنگ بند کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔

اتحادیوں نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگے کہ جرمنی کے خلاف جو قومیں
ہتھیار اٹھائے ہوئے ہیں ان کی جرمن قوم سے کوئی لڑائی نہیں ہے بلکہ وہ
تو صرف ایک شخصیت کے خلاف لڑ رہی ہیں جسے قیصر کہتے ہیں اور جس پر جنگ
کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اب انہوں نے اپنے اس نظریئے کا پروپیگنڈہ
شروع کیا کہ جرمن پبلک تو امن پسند ہے اور وہ لڑنا بھی نہیں چاہتی۔ مگر اسکے
چاہے لڑائی نہ رُکے گی جب تک پُر امن جرمنی کے دشمن قیصر کو تخت سے
نہ ہٹایا جائیگا۔ جنگ بند نہ ہو سکے گی۔ اتحادیوں نے بڑے زور شور کے ساتھ

تمام دنیا کو عموماً اور اہل جرمنی کو خصوصاً اس بات کا یقین دلایا کہ جرمنی کی اعتدال پسند اور جمہوریت پسند پارٹیاں جنگ بند ہونے کے بعد ملک میں مکمل امن قایم کرلیں گی۔

مگر جرمنی کے اکثر لوگ اِن باتوں پر ہنستے تھے۔

اتحادیوں کے اس زبردست پروپیگنڈے کے سلسلے میں ایک بات خاص طور پر یاد رکھنے کے لایق ہے کہ جن جن مورچوں پر بویریا والے تھے وہاں اس بات کا پروپیگنڈا کیا گیا کہ جنگ کے معاملے میں مجرم پرشا ہے۔ ہمیں تو اسی کا دماغ درست کرنا ہے۔ بویریا سے تو ہمیں کوئی دشمنی ہے ہی نہیں مگر جب تک بویریا جنگ میں پرشا کا ساتھ دے رہا ہے اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں کی جاسکتی۔ ۱۹۱۵ء میں ہی اس پروپیگنڈے کا فیصلہ کُن نتیجہ ظاہر ہونے لگا۔ فوجوں میں پرشا کے خلاف جذبہ پیدا ہوگیا۔ مگر جرمن افسروں نے اس فتنے کو روکنے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔

۱۹۱۶ء میں حالت یہانتک خراب ہوگئی کہ اندرون ملک سے بھی شکایتوں سے لبریز خطوط آنے لگے۔ اِن خطوں کا اثر بہت بُرا ہوا۔ اتحادی حکومتوں نے ان خطوط کو بھی پمفلٹوں کی شکل میں ہوائی جہازوں کے ذریعے جرمنی کی فوجوں میں تقسیم کیا۔ یہ خطوط اکثر جرمن عورتوں کے لکھے ہوئے تھے اور جہالت آمیز باتوں سے پُر تھے۔ بعد میں انہی خطوں نے لاکھوں انسانوں کا خون کرایا۔

بے اطمینانی تو پہلے ہی سے تھی اب فوجیں بھی غیر مطمئن نظر آنے لگیں جرمن سپاہی سوچتے تھے کہ انہیں عجیب آفت میں پھنسا دیا گیا ہے۔ اِدھر تو وہ فاقے کرکرکے دشمن کے خلاف لڑ رہے ہیں۔ ادہر ان کے گھروں پر

افلاس کی گھٹائیں چھائی جا رہی ہیں۔

مشکلات بڑھتی ہی گئیں۔ مگر ابھی تک یہ ایک گھریلو معاملے کی شکل اختیار کئے ہوئے تھیں۔ وہی سپاہی جو غیر مطمئن ہوتا تھا چند منٹ بعد ہی اپنے فرائض اس طرح پورے کرنے لگتا تھا جیسے اُسے کوئی شکایت ہی نہیں ہے۔ ہر چند سپاہی ناخوش تھے مگر جب لڑائی کا وقت آتا تھا تو وہ خندقوں سے اس طرح چمٹ جاتے تھے گویا اسوقت جرمنی کی قسمت ان گز بھر چوڑے سوراخوں ہی سے وابستہ ہے۔ سینکڑوں بہادر جرمن میدان جنگ کے محاذ پر لڑ رہے تھے۔

انہی میں ہٹلر بھی تھا۔

ہٹلر مجروح ہوکر ہسپتال میں

ماہ اکتوبر ۱۹۱۶ء میں ہٹلر جنگ میں گھائل ہوگیا۔ اسوقت تک وہ ایک معمولی سپاہی کے درجے سے ترقی کرکے لینس کارپول بن چکا تھا۔ زخمی ہوجانے پر اسکو مورچہ چھوڑکر ایمبولنس کار میں جرمنی واپس جانے کا حکم دیا گیا۔ دو برس کے بعد ہٹلر نے پھر اپنے گھر کی صورت دیکھی۔ برلن کے قریب ایک ہسپتال تھا۔ اس میں زخمی ہٹلر داخل ہوگیا۔

یہاں کی فضا میدان جنگ کی فضا سے بالکل مختلف تھی۔ وہ جذبات یہاں بالکل مفقود تھے جو جنگ میں لڑنے والے سپاہیوں کے دلوں میں موجزن تھے۔ جرمنی آکر ہٹلر نے وہ باتیں سنیں جن سے مورچے پر رہتے ہوئے اُس کے کان کبھی آشنا نہیں ہوئے تھے۔

جب زخم اچھے ہوئے اور ہٹلر چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا تو اُسے برلن

جانے کی اجازت مل گئی۔ یہاں مفلسی کا دَور دَورہ تھا۔ لاکھوں کی آبادی رکھنے والا شہر موت اور فاقہ کشی کا شکار ہو رہا تھا۔ عوام میں بیزاری پھیلی ہوئی تھی۔ جہاں جہاں سپاہی جاتے تھے انہیں بے اطمینانی، بےچینی، بیزاری اور مفلسی دکھائی دیتی تھی۔

میونک کی حالت برلن سے بھی گئی گذری تھی۔ جب وہ پوری طرح تندرست ہو گیا۔ تو ہٹلر کو محفوظ فوج Reserved Force میں داخل کر کے میونک بھیجا گیا اس نے شہر کو بڑی مشکل سے پہچانا۔ جگہ بالکل ہی بدل چکی تھی۔ ہر گوشے سے غصہ، ناراضگی اور لعنت ملامت کی صدا آتی تھی جنگ سے آئے ہوئے سپاہیوں کی دماغی کیفیت اس سے بہت مختلف تھی اور انھیں ملکیوں کی یہ ذہنیت بہت عجیب معلوم ہوتی تھی۔

سرکاری افسروں کی کچھ کچھ عزت کی جاتی تھی۔ سرکاری عہدوں پر اکثر یہودی کام کر رہے تھے۔ غالباً ہر ایک کلرک یہودی اور ہر ایک یہودی کلرک تھا۔ ہٹلر کو یہودیوں کی اس خاصیت پر بڑا تعجب ہوا۔

تجارت کی حالت اور بھی خراب تھی۔ اس میدان میں تو یہودیوں کا راج ہی تھا

۱۹۱۷ء کے آخر تک بھی جنگ کا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اب سپاہیوں کے پاس گولی بارود بھی ختم ہونے لگا تھا۔ اب تو شکست لازمی تھی۔ مگر اس میں کتنی بےعزتی اور کتنا نقصان تھا کہ جس کام کا بیڑہ اٹھا لیا تھا اور جس کو شروع بھی کر دیا تھا اُسے بیچ ہی میں چھوڑ دیا جائے۔

اسوقت دو سوال درپیش تھے۔ ایک یہ کہ اگر خود اہل جرمنی بھی جرمنی کی فتح نہیں چاہتے تو آخر فوج جنگ کس کے لئے کر رہی ہے؟ یہ بے شمار قربانیاں کس کے لئے کی جا رہی ہیں؟ سپاہی تو اسی لئے لڑ رہے ہیں کہ جرمنی جیتے لیکن جرمنی کے باشندے اُسی جیت کے خلاف ہیں۔ تو پھر؟ دوسرا سوال یہ تھا کہ جو جو

ہو رہا ہے اسکا دشمن پر کیا اثر پڑے گا ؟

۱۹۱۷ء و ۱۹۱۸ء کے موسم سرما میں اتحادی حکومتوں کا مطلع امید سیاہ ہو گیا روس کی قسمت کا آفتاب گہن میں آگیا۔ اور ان ساری توقعات پر جو اس سے وابستہ کی گئی تھیں پانی پھر گیا۔ اتحادیوں کا وہ ساتھی جس نے سب سے زیادہ خون بھینٹ چڑھایا تھا اپنے طاقتور قاتلوں کے رحم و کرم پر تھا۔ ان سپاہیوں کے دلوں میں جو کورانہ عقائد کے مرید تھے، خوف اور بے چینی کروٹیں لے رہی تھی انکو آئندہ بسنت رت کا خوف تھا کہ اسوقت کیا ہو گا۔ یہ خوف ان کا دل دہلا رہا تھا کہ جب ہم اپنی پوری طاقت سے جرمنی کی فوج کے ایک حصّہ کو شکست نہ دے سکے تو جرمنی کی پوری طاقت والی فاتح فوج ہماری کیا گت بنائے گی۔

جرمن سپاہیوں کے لڑنے کا ڈھنگ

چار برس تک جرمنی کی سپاہ بہادری کے جوہر دکھاتی رہی۔

جرمنی کی فوج اور جرمن قوم کو جس چیز سے سب سے زیادہ نقصان پہنچا وہ اتحادیوں کا خوفناک پروپیگنڈا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ جرمنی کے دشمنوں کو اس بات کا یقین ہو کہ بہادر جرمن قوم کے خلاف دنیا کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لئے پروپیگنڈے سے کام لینا بہت ضروری ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں جرمنی کے خلاف اپنے مقصد کی تکمیل صرف اسی صورت سے ممکن دکھائی دیتی ہو جرمنی تو یہ جانتا تھا کہ یہ سب اسے بدنام اور مطعون کرنے کے لئے ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنگ کرنا ایک بڑا دشوار کام ہے۔ یہانتک تو خیر کوئی حرج نہیں کہ ساری قوم کی قسمت کے سامنے ایک فرد واحد کی قسمت کسی شمار میں نہیں آتی۔ مگر یہ پروپیگنڈا کہ جرمنی کا نظریہ ہی اپنے دشمنوں کو ایذا پہنچانا ہے

درست نہ تھا۔ اصل میں جرمنی کے پاس اتنے ذرائع ہی نہ تھے کہ وہ دوسروں کو ایذا پہنچا سکے یا انہیں بدنام کرے۔ جرنیل گوئرنگ نے یہ ایک جگہ لکھا ہے:۔

"ظلم سے جرمنی نے کبھی بھی اُلفت نہیں کی۔ دوران جنگ میں بہت سے ایسے فرانسیسی اور بلجیمی بچوں کی تصویریں بانٹی گئی تھیں جن کے ہاتھ یا بازو یا ٹانگیں بریدہ تھیں۔ اور یہ پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ یہ بچے جرمنوں کے ہاتھوں گھائل ہوئے ہیں۔ آج یہ بچے اس بات کا اقرار کرینگے کہ ان کے اعضاء خود ان کے ہموطنوں کے گولوں سے اُڑے تھے۔

"جنگ میں ایسے حادثے ہوتے ہی ہیں۔ جنگ شروع ہونے کے بعد پہلے دن سے آخر تک میں بذات خود مغربی محاذ پر لڑتا رہا ہیں حلف اٹھا کر یہ کہہ سکتا ہوں کہ جرمن سپاہیوں نے بستیوں کے باشندوں کو ان کے مصائب میں سہارا دینے کی کوشش کی"۔

جرمن فوجوں کی وطن پرستی

دنیا کی تاریخ میں کسی قوم کو اپنے اوپر اِس طرح حکومت نہیں کرنی پڑی۔ جس طرح اہل جرمنی جنگِ عظیم کے دوران میں اپنے اوپر حکومت کرنے کے لئے مجبور کئے گئے۔ کیسی بہادری، متانت، امن پسندی، سرگرمی سے کام چلایا گیا! تاریخ کے صفحے پر کوئی زیادہ سے زیادہ قابلِ تعریف رزمیہ قصیدہ بھی جرمنی کے اس کام کی تعریف میں لکھ دیا جائے تو حق ستائش ادا نہ ہوگا۔ چار برس تک جرمنی کی فوج ایک دنیا سے، جو اُس کی دشمن تھی اور جس کے پاس فوجیں اور سامانِ جنگ اس سے کہیں زیادہ تھا، جان پر کھیل کر لڑتی رہی اور دشمن کے

ولیم دوئم — سابق قیصر جرمنی

حملے سے اپنے ملک کی حفاظت کرتی رہی۔

کامل چار سال تک جرمنی نے اس طرح تمام مصیبتوں کو جھیلا جیسے ایک گھرے ہوئے شہر کے باشندے محاصرے کی مصیبت کو برداشت کرتے ہیں۔ بچوں سے لے کر بوڑھوں تک جرمنی کا ایک ایک شخص جو ہتھیار اٹھا سکتا تھا، جنگ میں حصہ لے کر مادر وطن کا نام اونچا کرنے کے لئے میدان میں نکل آیا تھا۔ گھروں میں بیٹھی ہوئی جرمن عورتوں نے بھی اپنے ایثار اور اپنی عالی حوصلگی سے ملک کی خدمت انجام دی۔

ابتدا میں تو یہ دکھائی دیتا تھا کہ دشمن ایڑی سے لے کر چوٹی تک زور لگالیں تو بھی جرمنی کو ہرایا نہ جا سکیگا۔ مگر آخر کار اسے اتحادیوں کے مقابلے پر ایک زبردست شکست فاش کھانی پڑی۔

جرمنی میں انقلاب کا آغاز

جرمنی کو یہ دن اپنوں ہی کی غداری سے دیکھنا پڑا۔ سالہا سال تک ملک کے بہترین نوجوانوں کا خون جنگ کے میدان میں پانی ہو کر بہا۔ سالہا سال تک جرمن سپاہیوں نے فاقوں اور مصائب جنگ کو جھیلا۔ سالہا سال تک اندرونِ ملک کے باشندوں نے بربادی اور افلاس کے ہاتھوں تکلیفیں اٹھائیں۔ مگر ان ساری قربانیوں پر ایک غدار گروہ نے پانی پھیر دیا۔ وہ جرمنی کے عوام کو بہکا کر جرمن حکومت کا مخالف بنا دینے اور اس کی روح میں بغاوت کا زہر بھر دینے میں کامیاب ہو گیا۔

یہ غدار گروہ سوشل ڈیموکریٹ تھے جو انقلاب پسند تھے۔ اتحادی حکومتوں کے پروپیگنڈے سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی اور اتحادی حکومتوں کے بطور

رشوت دئیے ہوئے روپے کے بل پر کام کر کے انہوں نے جرمنی کی پبلک کو حکومتِ وقت کے خلاف بھڑکا دیا۔

بیرونی دشمنوں کے خلاف تو جرمنی اُس حالت میں بھی بہادری کے ساتھ لڑ سکتا تھا جب اس کے صد ہا زخموں سے لہو رس رہا تھا اور بھوک اور تکالیف نے اسے تھکا رکھا تھا۔ مگر جب اس کے اپنے گھر ہی میں اس کے دشمن پیدا ہو گئے تو ان دشمنوں کے مقابلے میں وہ زیادہ دیر تک نہ ٹھہر سکا۔

اوّل اوّل تو دنیا سوشل ڈیموکریٹوں کی ان حرکات کو خاموشی کے ساتھ دُور سے دیکھتی رہی۔ مگر جب اتحادیوں نے دیکھا کہ ان سے اپنے مطلب کے مطابق کام لیا جا سکتا ہے تو انہوں نے سوشل ڈیموکریٹوں کے سُر میں سُر ملایا اور اپنے پروپیگنڈے اور روپے کے ذریعے ان کی امداد کرنے لگے۔ اسوقت یہ محسوس کیا گیا کہ جرمن فوجوں کے سپاہیوں کے تغیر پذیر اعتماد کو دوبارہ حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ اتحادیوں نے یہ ترکیب سوچی کہ جرمن سپاہیوں کو اس بات کا یقین دلایا جائے کہ اگر جرمن حکومت کے مخالف کامیاب ہو جائیں۔ تو آئندہ مصائب کا خاتمہ ہو جائیگا۔

برطانیہ فرانس اور امریکہ کے اخباروں نے بھی اپنے ناظرین کے ذہنوں میں یہی خیالات جمانے شروع کئے اور جنگجو سپاہیوں کو جو پہلے ہی بے چین اور غیر مطمئن تھے بھڑکانے کے لئے بڑا زبردست پروپیگنڈا شروع کر دیا گیا۔

"جرمنی انقلاب کی شاہراہ پر! اتحادیوں کی فتح یقینی ہے"۔

یہ اور اسی قسم کی اور خبروں کا ... ہی ضرب کا کام دے گئیں۔

انہی دنوں میں سوشل ڈیموکریٹوں نے گولا بارود بنانے والے مزدوروں میں ہڑتالیں کرائیں۔ انہی کے لیڈروں نے یہ اپیلیں بھی کیں کہ دھوکے سے

یا کام چھوڑ کر بھاگ جانے سے لڑائی کو ناممکن بنا دیا جائے۔ ان ترکیبوں سے
اس فوج کی قسمت چشم زدن میں پلٹ دی گئی۔ جواب بھی بہادری سے لڑ رہی تھی۔
جو جرمن فوج سب سے زیادہ طاقتور سمجھی جاتی تھی اس کی کمر ٹوٹ گئی۔ جو کام دشمن
کھلی جنگ میں کسی طرح بھی نہ کر سکتے تھے وہ انہوں نے سوشل ڈیموکریٹوں کو آلہ کار
بنا کر بڑی آسانی سے کر لیا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ ہٹلر اسوقت ان لوگوں میں تھا جو جنگ کر رہے
تھے۔ وہ ہڑتالیوں میں نہیں تھا۔ ۱۹۱۸ء کے موسم گرما میں جرمنی کی سپاہ میں بڑی
گھبراہٹ پھیلی ہوئی تھی۔ جرمنی میں اندرونی طور پر جھگڑے چل پڑے تھے۔ فوج
کے مختلف حصوں میں بے شمار افواہیں پھیلائی جارہی تھیں۔ یہ دکھائی دیتا تھا کہ جنگ کرنے
سے اب کچھ حاصل نہیں۔ اور فتح کی توقع رکھنا تو محض نادانی ہے۔

جرمنی سے جو خبریں میدانِ جنگ میں پہنچتی تھیں وہ اس قسم کی ہوتی تھیں کہ
قوم کا اب جنگ کو جاری رکھنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے بلکہ صرف سرمایہ داروں
اور قیصر ولیم ہی کی یہ مرضی ہے کہ لڑائی جاری رہے۔ اسی قسم کی خبریں مورچوں
پر سپاہیوں میں بحث مباحثے کا موضوع بنی رہتی تھیں۔

فوجی سپاہیوں کی حالت ابھی تک وہی تھی۔ اسوقت ایبرٹ (Ebert)
سیڈیمین (Scheidemann) بارتھ Barth اور لیبک نیشٹ (Liebk
necht) وغیرہ ہی عوام کے لیڈر تھے۔ جنگ کے بارے میں ان کے
جو نئے نظریے تھے وہ سپاہیوں کو حالات کے سمجھنے میں کچھ بھی مدد نہ دیتے
تھے۔ یہ بات سپاہیوں کی سمجھ میں نہ آتی تھی کہ جو لوگ لڑائی سے گریز کرنے
کے حامی ہیں انہیں حکومت کی فوج پر حکم چلانے کا کیا حق ہے؟

جہاں تک ہٹلر کے سیاسی خیالات کا تعلق ہے وہ ابتدا ہی سے پختہ تھے

وہ قوم کے غداروں سے نفرت کرتا تھا۔ ہٹلر بہت دن سے اس بات کا مشاہدہ کر رہا تھا کہ یہ جماعت قوم کا بھلا نہیں چاہتی بلکہ اپنی خالی جیبوں کو پُر کر رہی ہے اور اپنے ذاتی فائدے کے لئے ساری جرمن قوم کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہے۔ ان لوگوں کی طرف توجہ کرنا بہت سے جیب کتروں کے فائدے کے لئے مزدوروں کو قربان کر دینے کے برابر تھا۔ جرمنی کی عملی تبدیلی اسکو گرائے بغیر نہیں ہو سکتی تھی۔ ہٹلر کے یہی خیالات تھے اور جرمنی کی فوج کے بھی زیادہ تر یہی خیالات تھے۔

اگست اور ستمبر ۱۹۱۹ء میں جرمنی کے زوال کے آثار بہت نمایاں ہو گئے مگر دشمنوں کے حملوں سے جرمن سپاہ بالکل بھی نہ گھبرائی۔ اس نے ایسی زبردست لڑائیاں لڑیں کہ ان کے مقابلے میں سومے (Somme) اور فلینڈرز (Flanders) کی لڑائیاں قدیم زمانے کے معمولی حادثے معلوم ہوتی ہیں۔ ستمبر کے آخر میں ہٹلر کی ڈویژن تیسری بار پھر میدانِ جنگ میں آ گئی۔ اس زمانے میں فوجی سپاہیوں میں سیاسی بحث مباحثے ہوا کرتے تھے۔ اور جرمنی سے جو زہر مخالفانہ خیالات کی شکل میں میدان جنگ میں آ رہا تھا وہ سب طرف پھیلتا جاتا تھا۔

جنگِ عظیم میں ہٹلر کی آخری دفعہ شرکت

ماہِ اکتوبر کی تیرھویں اور چودھویں تاریخ کو رات کے وقت برطانوی فوجوں نے یپرس (Ypres) کے سامنے جرمن فوج کے جنوب میں گیس کے گولے پھینکنے شروع کئے۔ ۱۳ اکتوبر کو شام ہوں شام ہٹلر اور اس کے ساتھی وروک Wervick کے جنوب میں ایک پہاڑی پر تھے کہ آسمان سے گولوں کی

شکل میں آگ برسنے لگی اور یہ لوگ اُس کے نرغے میں آ گئے۔ رات بھر یہ آگ خطرناک طریقے سے برسائی گئی۔ آدھی رات گئے ان میں سے بہت سے سپاہی زمین پر گر پڑے اور بعض ہمیشہ کے لئے سو گئے۔

علی الصبح ہٹلر کے جسم میں شدید درد اٹھا۔ اور آہستہ آہستہ بڑھتا ہی گیا۔ کچھ دیر کے بعد ہٹلر کی آنکھیں لال انگارہ ہو گئیں اور ۷ بجے صبح تک اس کی یہ حالت ہو گئی کہ معلوم ہوتا تھا کہ اب نہیں بچیگا۔ اس کی آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ حکومت نے اسے صوبہ پومیرینا pomerina کے علاقے پیسو اک paswaak کے ہسپتال میں برائے علاج بھیجدیا۔

یہیں سے اسے جرمنی کے انقلاب کا نظارہ دیکھنا تھا۔

بحری فوج میں بھی بےچینی پھیل رہی تھی۔ اور اس کے متعلق قسم قسم کی افواہیں اُڑ رہی تھیں۔ کہا جاتا تھا کہ بحری فوج بھی بہت جوش میں بھری ہوئی ہے۔ ہسپتال میں ہر شخص کی زبان پر جنگ کے خاتمے کا ذکر تھا۔ لوگوں کو توقع تھی کہ جنگ بہت جلد ختم ہونے والی ہے۔ مگر ہٹلر اسوقت اتنا بیمار تھا کہ اخبار بھی نہیں پڑھ سکتا تھا۔

ساتواں باب

جرمنی میں سیاسی انقلاب - بغاوت کے آثار

نومبر کے مہینے میں بے اطمینانی بہت بڑھ گئی۔ آخر ایک دن اچانک بغاوت کی آندھی آہی گئی۔ بحری سپاہ کے لوگ لاریوں میں بھرے ہوئے آئے۔ یہ لوگ پکار پکار کر عوام کو بغاوت میں آملنے کی دعوت دے رہے تھے۔ اس جنگ بغاوت کے رہنما چند یہودی نوجوان تھے۔ وہ کہتے تھے کہ ہم جرمنی کی قومی زندگی کی آزادی اور اس کی شان و شوکت کو برقرار رکھنے کے لئے جنگ کر رہے ہیں مگر ان نوجوانوں میں سے جنگ کے مورچے پر کوئی ایک بھی نہیں گیا تھا۔

اب افواہیں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر گرم ہونے لگیں۔ ہٹلر نے جسے ایک مقامی حادثہ سمجھا تھا حقیقت میں وہ عوام کا انقلاب تھا۔ اس کے ساتھ ہی میدانِ جنگ سے بھی بڑی اندوہناک خبریں چلی آرہی تھیں۔ کہا جا رہا تھا کہ جرمنی کی فوجیں اپنے آپ کو اتحادیوں کے حوالے کر دینا چاہتی ہیں۔

ہٹلر سوچتا تھا۔ کیا یہ ممکن ہے؟

۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو کیل Kiel کی بحری جرمن فوجوں نے بغاوت کا علم بلند کر دیا۔ بغاوت کی یہ آگ ان سے چل کر میدانِ جنگ کی کچھ فوجوں میں بھی جا پھیلی۔ اب سوشلسٹوں کی بن آئی۔ انہوں نے کامیاب انقلابیوں کی حیثیت سے یہ مطالبہ

پیش کیا کہ قیصر ولیم کو تخت چھوڑ دینا چاہیئے۔

اسوقت جرمنی کا چانسلر (وزیر اعظم) پرنس میکس فان بیڈن Max Von Baden تھا۔ جب اُس نے بھی کوئی راستہ نہ دیکھا تو شہنشاہ کو تخت سے دستبردار ہو جانے ہی کی صلاح دی۔ شہنشاہ اس پر رضامند نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود پرنس بیڈن ۹ نومبر کو شہنشاہ کے تخت چھوڑنے اور ولیعہد کو تخت پر بٹھا کر سرپرست کمیٹی Regent Council کے تقرر کا اعلان کر دیا۔ اُسے یہ امید تھی کہ اس طرح قیصر کا تاج محفوظ ہو جائیگا۔ لیکن سوشل ڈیموکریٹ بھلا کب ماننے والے تھے۔ انہوں نے اس کے جواب میں جرمنی میں جمہوریت کے قیام کا اعلان کر دیا۔ حکومت کے پاس اُسوقت اتنی کافی فوج نہ تھی کہ وہ انقلاب پسندوں سے جنگ کر سکے۔ اس لئے پرنس میکس بیڈن نے چانسلر کے عہدے سے استعفےٰ دے کر حکومت سوشل ڈیموکریٹک لیڈر ایبرٹ کو سونپ دی۔ قیصر نے جب یہ سنا تو ۹ نومبر ۱۹۱۸ء کو جرمنی چھوڑ کر ہالینڈ بھاگ گیا۔ جرمنی کے دوسرے شاہی افسران اور والیانِ ریاست بھی مقابلے کو بیکار سمجھتے ہوئے مستعفی ہو کر راستے سے ہٹ گئے۔

اُسوقت امریکہ کے صدر وُڈرو ولسن نے اتحادی حکومتوں سے مشورہ کرنے کے بعد اپنے مشہور چودہ نکات کا اعلان کیا تاکہ انہیں صلحنامے کی بنیاد بنایا جاسکے۔

۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو عارضی طور پر صلح ہوگئی اور جرمنی کی فوجیں فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ کی کمان میں پُرامن طریقے سے جرمنی واپس آگئیں۔ مگر جرمنی کی نئی سوشلسٹ حکومت ان فوجوں کو خطرناک سمجھتی تھی۔ اس لئے انہیں توڑ دیا گیا اور سپاہیوں کو اپنے اپنے گھروں کو جانے کی ہدایت کی گئی۔

ہٹلر نے یہ خبر ۱۰ نومبر کو ایک ضعیف العمر پادری سے ہسپتال میں سُنی۔

نئی حکومت یوں شروع ہوئی کہ سب سے پہلے عوام کے نمائندوں کی ایک

کونسل نے اختیارات حکومت اپنے ہاتھوں میں لئے۔ اس کونسل نے انجمنوں اور اخباروں پر سے پابندیاں اٹھائیں اور سارے سیاسی قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ اور مزدوروں کے لئے آٹھ گھنٹے کام کا دن بنایا۔ مگر اس نئی حکومت کو ذاتی جائداد اور اثاثہ ضبط کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

اس کے بعد ۲۵ر نومبر ۱۹۱۸ء کو ریاستوں کی نئی حکومتوں کے نمائندوں کی ایک کانفرنس برلن میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا کہ سارے جرمنی کے واسطے ایک حکومت بنانی چاہیئے اور اس کام کے لئے فوراً ایک نمائندہ آئینی اسمبلی بلائی جائے۔ اس کانفرنس میں یہ بھی طے پایا کہ جب تک تازہ انتخابات ہوں اُس وقت تک مزدوروں اور سپاہیوں کی کونسلیں ہی مختلف ریاستوں میں حکومت کا کاروبار چلائیں۔ سوشل ڈیموکریٹوں میں ایک گروہ سپارٹیسسٹ (Sparatacist) کے نام سے تھا۔ اس نے یہ اسکیم منظور نہ کی اور بغاوت کر دی۔ برلن کی گلیوں میں بڑا زبردست بلوہ ہوا جسے نوسکے نے فرو کیا۔

۱۹ر جنوری ۱۹۱۹ء کو نئے انتخابات ہوئے۔ ان میں بیس سال یا اس سے زیادہ کی عمر والے سبھی جرمن مردوں اور عورتوں نے حصہ لیا۔ نئے انتخابات سے یہ راز آشکارا ہوا کہ جرمنی میں سیاسی پارٹیوں کی تعداد کم نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ پارٹیاں نئے نئے ناموں سے کام کرنے لگی ہیں۔ پرانی قدامت پسند پارٹی نے اپنا نام جرمن نیشنل پیپلز پارٹی رکھ لیا تھا۔ نیشنل لبرل پارٹی اب جرمن پیپلز پارٹی بن گئی تھی۔ سابقہ پروگریسو پارٹی نے اپنا نام ڈیموکریٹک پارٹی رکھ لیا تھا۔ اس پارٹی کے چند ممبر نیشنل ڈیموکریٹ پارٹی میں جا ملے۔ لیکن چند سال بعد پھر اس سے الگ ہو گئے۔ سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کے اُس وقت دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک خود کو "کثرتِ رائے والے" کہتا تھا، دوسرا "آزاد رائے والے" تھا۔ اُس وقت ایک

فری کمیونسٹ پارٹی بھی بن گئی تھی۔

جب نیا انتخاب ہوا تو ۱۶۳ "کثرت رائے والے" اور "۲۲ آزاد رائے والے" سوشل ڈیموکریٹ منتخب ہو گئے مگر اوسط طبقے کی پارٹیوں کو ۲۳۶ نشستیں ملیں۔ اس لئے اسمبلی میں مخالف پارٹیوں کی اکثریت رہی

جرمن جمہوریت

نیشنل اسمبلی کی پہلی نشست ۶ فروری ۱۹۱۹ء کو وائمار (Weimar) میں ہوئی۔ اس میں فریڈرک ایبرٹ کو جمہوریہ جرمنی کا صدر چنا گیا۔ اور اس نے شیڈمین (Scheidemann) کو جرمن جمہوریت کا پہلا چانسلر بنایا۔ صدر کو ایسے وزرا کے ذریعے ملک پر حکومت کرنی تھی جو اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہوں۔ اس بات پر بڑی لمبی بحث چھڑ گئی کہ نئی حکومت کا طرز کیا ہو۔ اور اسی میں کئی مہینے لگ گئے آخر کو ۱۱ اگست سے نئی حکومت ملک میں چلائی گئی۔ صدر کی مدت صدارت سات سال رکھی گئی۔ پارلیمنٹ کا نام پہلے سے رائخ شاگ چلا آتا تھا یہی برقرار رکھا گیا۔ ایک رائخ سریٹ بنائی گئی۔ یہ ریاستوں کے نمائندوں کی مجلس تھی لیکن یہ مجلس پرانی بندیسرات کی مانند نہیں تھی۔ کیونکہ اسے صرف اپنی رائے ظاہر کرنے کا حق دیا گیا تھا فیصلہ کرنے کا اسے کوئی اختیار نہیں تھا۔

اتحادی حکومتوں سے صلح کی گفت وشنید بھی اسی اسمبلی کو کرنی تھی۔ اس لئے اس نے اتحادی حکومتوں کے اصرار پر کاونٹ بروک ڈورف رینٹزاں (Count Brockdorff Rantzau) کی سرکردگی میں ۷ مئی ۱۹۱۹ء کو اپنے نمائندوں کی ایک جماعت پیرس بھیجی۔ مگر ان نمائندوں نے اتحادیوں کی پیش کردہ شرائط کو قبول نہیں کیا۔ شیڈمین نے بھی ورسائی کے صلحنامے کی

تجویزوں کی مخالفت میں ۱۹ رجون کو استعفیٰ دے دیا۔ اس کے بعد گستو بایوہ (Gustav Bauer) کو چانسلر بنایا گیا۔ اس کے عہدِ حکومت میں نیشنل اسمبلی نے حالات کی مجبوری کی وجہ سے ۲۳ رجون ۱۹۱۹ء کو اس صلحنامے کی تجویزوں کو ۱۳۸ کے خلاف ۲۳۷ ووٹوں سے منظور کر لیا۔ بعد میں اس صلحنامے پر ۲۸ رجون ۱۹۱۹ء کو دستخط کر دئے گئے۔

آٹھواں باب

ورسائی کا صلحنامہ

جنگِ عظیم کی اس زبردست لڑائی میں دونوں طرف کے صد ہا خاندانوں کے ۸۰ لاکھ جوان مارے گئے اور اس سے کہیں زیادہ تعداد میں جوان ہمیشہ کے لئے اپاہج اور بیکار ہو گئے۔ بھوک، مصیبت اور امراض میں مبتلا ہو کر جو لوگ مرے اُن کی تعداد بھی کچھ کم نہیں تھی۔ گلبرٹ مورے (Gilbert Murray) کی تحریر کے مطابق ڈھائی کروڑ آدمی اس جنگ میں کام آئے۔ فاتح اور مفتوح دونوں ہی کو دنیا بھر میں بے شمار نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ ہندوستان میں بھی جنگ کی وجہ سے جنگی بخار (Influenza) پھیل گیا جس سے ساٹھ لاکھ انسان موت کے گھاٹ اُتر گئے۔

اس جنگ کا خاتمہ ورسائی کے صلحنامے کی صورت میں ہوا جس پر اٹھائیس جون

۱۹۱۹ء کو ورسائی کے مشہور و معروف آئینوں والے ہال میں دستخط کئے گئے اور جس پر ۱۰ر جنوری ۱۹۲۰ء سے عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔

عارضی صلحنامہ سے پہلے کی خط وکتابت

یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس تاریخی صلحنامہ کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے اس خط وکتابت کا بھی ذکر کر دیا جائے جو جرمن گورنمنٹ کے صلح پر رضامندی ظاہر کرنے کے بعد اکتوبر اور نومبر ۱۹۱۸ء میں امریکہ کے پریذیڈنٹ ولسن اور اسوقت کی جرمن حکومت کے درمیان ہوئی تھی۔ جب جرمن گورنمنٹ نے صلح کی خواہش ظاہر کی تو پریذیڈنٹ ولسن نے فرانس، برطانیہ عظمیٰ، اٹلی اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کی متفقہ رائے سے ۵ نومبر کو جرمن گورنمنٹ کو ایک خط بھیجا۔ اس خط میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ صلحنامہ پریذیڈنٹ ولسن کے اُن چودہ نکات (14 Points) کی بنیاد پر ہی مرتب کیا جائیگا جن کا ذکر پریذیڈنٹ نے اپنی آٹھ جنوری ۱۹۱۸ء کی تقریر میں کیا تھا۔ (ان نکات میں سے صرف اُن کو حذف کر دیا گیا جو بحری آزادی کے متعلق تھے) اس کے علاوہ یہ بھی وعدہ کیا گیا کہ پانچ نومبر ۱۹۱۸ء وغیرہ کی دوسری تقریروں میں بھی جن جن رعائتوں کا ذکر کیا گیا ہے صلحنامے میں ان کی گنجائش نکالی جائے گی۔

جرمنی نے اگرچہ اس خط کا کوئی تحریری جواب نہیں دیا مگر پھر بھی اُس نے مارشل فوش سے عارضی صلح (Armistice) کی گفت وشنید شروع کر دی گویا اس نے درحقیقت ولسن کی بات کو مان لیا۔ عارضی صلح ہو جانے کے بعد ۱۸ر جنوری کو پیرس میں صلحنامہ کا مسودہ تیار کرنے کے لئے اتحادی حکومتوں کے نمائندوں کی نشست ہوئی اور اس کے بعد ۲۸ر جون کو اس پر شمالی فرانس کے

مشہور و معروف شہر ورسائی میں دستخط ہو گئے۔ اب تک جتنے صلحنامے ہوئے ہیں
اُن سب میں یہ صلحنامہ طوالت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہے اس کی ۴۴۰ دفعات
ہیں جو پندرہ حصّوں میں ہیں۔ ذیل میں ہم ان پندرہ حصّوں کو اختصار کے ساتھ درج
کرتے ہیں۔

پہلا حصّہ۔ لیگ اقوام

(دفعہ ایک سے ۲۶ تک)

اس حصّے میں لیگ اقوام کے قیام کا بندوبست کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق
لیگ کی سب ممبر حکومتوں کی حدود کی حفاظت کی ذمہ داری پر لیگ کی بنیاد
رکھی گئی ہے۔

لیگ کے ممبروں نے جرمنی کو لیگ میں شامل ہونے نہیں دیا۔ جب یکم دسمبر
۱۹۲۵ء کو لوکارنو پیکٹ پر دستخط ہو چکے تب کہیں جا کر لیگ میں جرمنی کی شمولیت ممکن ہوئی
لیگ کو حکمبرداری کے علاقوں (Mendatedteritories) کی حکومتوں
کی دیکھ بھال کرنے کا اختیار دیا گیا۔ جرمنی کی ساری نوآبادیاں چھین کر اس مستقل
کمیشن کی نگرانی میں دے دی گئیں جو لیگ اقوام کے ذریعے سے حکمبرداری کی
نوآبادیوں کے انتظام کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس کمیشن کی تیار کردہ حکمبرداری کے
اُن علاقوں کی حکومتوں کی رپورٹوں پر لیگ ہر سال غور کرتی ہے جو اس کی نگرانی
میں ہیں۔

اس طرح اقلیت والی قومیں اور اقلیت والے مذہبوں کا صلحنامہ بھی
لیگ اقوام کی سرپرستی میں کیا گیا۔ مگر ان کی نگرانی اتنی سخت نہیں تھی جتنی حکمبرداری
کی صلحنامہ کے مطابق تخفیف اسلحہ (Disarmament) کا مسئلہ بھی لیگ اقوام

کو سونپا گیا۔ پچیسویں دفعہ کے ماتحت صحتِ عامّہ کے بین الاقوامی اختیارات بھی لیگ
کو دیدئے گئے۔ تیئیسویں دفعہ سے محنت و مزدوری کے مسئلے (حصّہ ۱۳) پر بین الاقوامی
تعلقات کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۲ سے لے کر ۱۶ تک دفعات کی رُو سے لیگ کی ممبر
حکومتوں نے یہ عہد کیا کہ وہ آپس میں اُسوقت تک جنگ نہ کریں گی جب تک
لیگ کی پنچائتی یا تحقیقاتی کارروائی کو پورے تین مہینے نہ گذر جائیں۔ آٹھویں
دفعہ کی رُو سے یہ طے پایا کہ لیگ ہتھیاروں کی تعداد گھٹائے گی۔ اِس سلسلے
میں ۱۹۲۶ء میں تخفیف اسلحہ جات کانفرنس کرکے لیگ نے رہنمائی کی۔

نو حکومتوں کی ایک مستقل کونسل لیگ کا کام چلاتی ہے۔ اس میں فرانس
برطانیہ عظمیٰ۔ اٹلی، جاپان اور ریاستہائے متحدہ امریکہ کو اسوقت مستقل نشستیں
دی گئیں۔ امریکہ نے شامل ہونے سے انکار کر دیا تو نشستوں میں سے پانچ چھوٹی
حکومتوں سے پُر کی گئیں۔ اس کے نمائندوں کا انتخاب لیگ کی اسمبلی کرتی ہے
۱۹۲۶ء میں جرمنی لیگ کا ممبر بن گیا تو اس کو بھی مستقل کونسل میں مستقل جگہ دیدی گئی
۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء تک جب اُس نے لیگ کی ممبری سے استعفٰی دیا۔ یہ نشست
جرمنی کے پاس رہی۔ لیگ کی اسمبلی میں ممبر حکومتوں کے نمائندے ہوتے ہیں
یہ ایک سالانہ بین الاقوامی پارلیمنٹ ہے۔ اِس کے علاوہ لیگ اقوام کی دو
کمیٹیاں اور بھی بنائی گئیں۔ ایک بین الاقوامی عدالت (The International
Court the Hague) جو زیرِ دفعہ ۱۴ یہ ۱۹۲۱ء سے ہیگ میں کام کر رہی
ہے۔ لیگ اقوام کی دوسری کمیٹی کا نام بین الاقوامی دفتر محنت و مزدوری (The
International Labour office) ہے۔ اس کے سپرد مسائل
سرمایہ و محنت ہیں۔

دوسرا حصّہ - جرمنی کی حدیں

(دفعہ ۲۷ سے ۳۰ تک)

فرانس کی سمت میں جرمنی کی حد وہی رکھی گئی جو ۱۸ جولائی ۱۸۷۰ء کو تھی۔ لیکسمبرگ، سوئزرلینڈ، آسٹریا اور زیکوسلوواکیہ کی جانب وہی حد رہنے دی گئی جو ۱۹۱۴ء میں تھی۔ جرمنی کی ان حدوں میں جو بلجیم، پولینڈ اور فرانس کی سمت میں تھیں بہت تبدیلیاں کی گئیں اس کا ذکر تیسرے حصّے میں کیا جائیگا۔

تیسرا حصّہ - حکومتوں کی تقسیم

(دفعہ ۳۱ سے ۱۱۷ تک)

(۱) مغربی حد:۔ جنگ کے نتیجے میں جنوب شمال اور مشرق میں اپنی سلطنت کے ایک بڑے حصّے سے جرمنی کو ہاتھ دھونے پڑے۔ اس کے علاوہ ایسے اور انتظامات بھی کئے گئے جن سے جرمنی اپنی گھٹی ہوئی حدوں میں رہتے ہوئے بھی بیحد کمزور ہوجائے۔ مثلاً زیر دفعہ ۳۱ بلجیم نے اپنی غیر جانبدار حکومت کی حیثیت ترک کر کے فرانس سے ایک فوجی معاہدہ کر لیا۔ زیر دفعہ ۳۲، ۳۳ اور ۳۴ بلجیم کو جرمنی کے مورزنیٹ، اُوپین، اور ملیمیڈی کے ضلعے دئے گئے۔ دفعہ ۴۰ و ۴۱ سے لیکسمبرگ جرمنی کے قبضے سے نکال کر خود مختار بنا دیا گیا اور اقتصادی اعتبار سے اُس نے بلجیم سے اتحاد کر لیا۔ زیر دفعہ ۴۲ تا ۴۴ دریائے رائن کا سارا بایاں کنارا اور داہنے کنارے کا بھی پچاس کلومیٹر یا کم و بیش ۳۱ میل تک کا علاقہ ہمیشہ کے لئے ہتھیار استعمال کرنے کے حق سے محروم کر دیا گیا۔ اس علاقے کے جرمن قلعے گرا دئے گئے اور وہاں کسی قسم

کی فوج کی آمد کی سخت ممانعت کر دی گئی۔ ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء تک یہ علاقہ غیر مسلح علاقہ بنا رہا۔

۴۵ سے ۵۰ تک دفعات کے ماتحت سار (Saar) کے علاقے کی حکومت کو ایک بین الاقوامی کمیشن کے ماتحت کر دیا گیا اور اس علاقے میں جو کوئلے کی کانیں تھیں وہ فرانس کو دے دی گئیں۔ آگے کسی جگہ اس بات کا مفصّل ذکر آئے گا۔ اس بات کے سلسلے میں زیادہ قابلِ توجہ بات یہ ہوئی کہ زیرِ دفعات ۵۱ تا ۷۹ السیس اور لورین کے صوبے جرمنی سے چھین لئے گئے اور فرانس کو دیدیئے گئے۔ یوں فرانس کو تقریباً بیس لاکھ نفوس کی رعایا، بے شمار مراعات اور جرمنی کے پیدا کئے ہوئے لوہے میں سے تین چوتھائی لوہا اور بہت سی قیمتی دھاتیں ہاتھ آئیں۔

(ب) شمالی حد:۔ دفعہ ۱۱۵ کے مطابق جرمنی نے اپنی شمالی سرحد پر اپنے صوبہ ہیلیگولینڈ کے قلعوں کو گرانے کا عہد کیا۔ مگر اس علاقے پر قبضہ جرمنی ہی کا رہا۔ گو اسکا شلیسوگ (Schleswig) کا شمالی علاقہ ڈنمارک کو دلوا دیا گیا۔ دفعات ۱۰۹ تا ۱۱۴ کی رُو سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے جنوبی اور شمالی حصوں میں حکومت کے متعلق رائے عامہ لی جائے۔ شمالی حصے نے ڈنمارک کے حق میں رائے دی اور جنوبی حصے فلینز برگ نے جرمنی کے حق میں۔ اس طرح ڈنمارک کو بلا کسی کوشش کے وہ علاقہ مل گیا جس کے دینے کا ۱۸۶۶ء میں وعدہ کر کے بھی بسمارک مکر گیا تھا۔

(ج) مشرقی حد:۔ دفعہ ۸۷ تا ۹۳ کی رُو سے یہ قرار پایا کہ بالائی سائیلیشیا (Silesia) میں بھی حکومت کی پسند کے بارے میں رائے عامہ حاصل کی جائے۔ ۲۰ مارچ ۱۹۲۱ء کو رائے شماری کا نتیجہ یہ نکلا کہ

اس کا نصف جنوبی زیریں حصہ جس میں بیش قیمت کانیں تھیں پولینڈ کو مل گیا۔
اور باقی نصف بالائی حصہ جرمنی کو واپس ہوگیا۔ شرقی پرشا، ایلینسٹین اور
میرئین ورڈر کے اضلاع میں بھی رائے عامہ حاصل کی گئی اور ان سب میں
رائے جرمنی ہی کے حق میں آئی۔ نئی حدود کی رُو سے پوسین اور بروبرگ
کا ایک بڑا حصہ پولینڈ کی نئی جمہوری حکومت کو دیدیا گیا۔ اسی طرح میمل کا
شہر اور علاقہ ۱۹۲۳ء میں لتھونیا کو مل گیا۔
دفعہ ۱۰۰ تا ۱۰۸ کے مطابق ڈینزگ کے علاقے کو خود مختار علاقہ بنا کر
لیگ اقوام کی سرپرستی میں اسے ایک آزاد حکومت کا درجہ دیدیا گیا۔ پولینڈ
کو اس نئی آزاد سلطنت سے پورا فائدہ اٹھانے کا حق دیا گیا۔ جرمنی کی سلطنت
کے تقریباً ۳۵ لاکھ باشندے مشرق میں پولینڈ اور لتھونیا کو مل گئے۔ مگر ان
میں جرمن نسل کے افراد ایک تہائی سے بھی کم تھے۔ غرض اس صلحنامے سے
جرمنی کی تقریباً ۶۰ لاکھ رعایا مختلف حکومتوں کو بنٹ گئی اور تاوان میں
جرمنی کو جتنا لوہا اور دھاتیں وغیرہ دینی پڑیں وہ نقصان رعایا کے اس
نقصان سے بھی کہیں زیادہ تھا۔

چوتھا حصہ۔ جرمنی کی نوآبادیوں کی تقسیم

(دفعہ ۱۱۸ سے ۱۵۸ تک)

زیر دفعہ ۱۱۸ تا ۱۲۷ جرمنی کو اپنی ساری نوآبادیاں اتحادی حکومتوں کے
حوالے کرنی پڑیں۔ اس طرح افریقہ میں اس سے مندرجہ ذیل نوآبادیاں
چھن گئیں :-
کیمرون۔ اسے ایک عملبرداری بنا کر فرانس اور برطانیہ عظمٰی نے آپس میں

بانٹ لیا۔

ٹوگولینڈ حکمبرداری کی شکل میں انگلستان کو مل گیا۔

جنوب مغربی جرمن افریقہ۔ جنوبی افریقہ کی یونین کو حکمبرداری کی شکل میں دیدیا گیا۔

مشرقی جرمن افریقہ پر بلجیم اور انگلستان کی حکمبرداری قایم ہوگئی۔

ان نوآبادیوں میں تقریباً ۱۸۰۰۰ جرمن اور تقریباً ۱۳۰۰۰۰۰۰ قدیم باشندے تھے

بحرالکاہل میں جرمنی کی مندرجہ ذیل نوآبادیاں چھینی گئیں :-

جزائر مارشل پر جاپان کی حکمبرداری ہوگئی۔

سموا۔ نیوزی لینڈ کو حکمبرداری بنا کر دیدیا گیا۔

نیوگنی اسی شکل میں آسٹریلیا کو مل گیا۔

جزیرہ نورو پر انگلستان کی حکمبرداری ہوگئی۔

چین کا جزیرہ نمائے شانتنگ جاپان کے ہاتھ آیا جس نے ۱۹۲۱ء میں اُسے چین کو واپس کر دیا۔

ان نوآبادیوں کے علاوہ ان میں جو کچھ بھی جرمنی کی ملکیت منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کی شکل میں تھی وہ سب ضبط کر لی گئی۔

چین، سیام، لائبیریا، مصر اور مراقش میں جرمنی کو جو مراعات اور اختیارات حاصل تھے وہ بھی سب سلب کر لئے گئے۔ دفعہ ۱۳۸ کی رُو سے توان نوآبادیوں کے جرمن پادریوں تک کی جائداد ضبط کر لی گئی اور یہ فیصلہ ہوگیا کہ وہ اس نوآبادی کی نئی حکومت کی رضامندی ہی سے وہاں رہ سکتے ہیں ورنہ نہیں غرض جرمنی کی ساری نوآبادیوں، وہاں کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد، نوآبادیوں کے بحری بیڑے، اور پادریوں سب پر ہاتھ صاف کر دیا گیا۔

پانچواں حصہ۔ بحری، بری اور ہوائی فوج

(دفعہ ۱۵۹ سے ۲۱۳ تک)

اس حصے کی دفعات کا مقصد بھی یہ تھا کہ جرمنی کو کمزور کر دیا جائے اس کے قلعوں کو گروا دیا جائے، اور اس کے سامان جنگ کو کافی سے زیادہ کم کر دیا جائے تاکہ مستقبل میں وہ پھر کبھی بھی سر نہ اٹھا سکے۔ جرمنی کی فوج گھٹا کر ایک لاکھ کر دی گئی۔ اسی طرح اس کی بندوقوں اور سامانِ جنگ کو بھی گھٹا دیا گیا۔ گھٹی ہوئی تعداد سے زائد سامانِ جنگ اس سے چھین لیا گیا۔ فوج کو برخاست کر دیا گیا۔ سامانِ جنگ کے کارخانوں کو بند کر دیا گیا جرمنی میں ابھی تک فوجی تعلیم لازمی تھی۔ اس کو فوراً روک دیا گیا۔ اس کے علاوہ ملک میں ہر قسم کی فوجی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی۔ فوجی افسروں کی تعداد بھی بہت محدود کر دی گئی۔ البتہ فوجی والنٹیر بنانے کی اجازت تھی

جو دفعات بحری فوج کے متعلق تھیں وہ بھی ایسی ہی خوفناک تھیں۔ جرمنی کی بحری فوج کو گھٹا کر اُسے صرف چھ ہلکے کروزر (جنگی جہاز) بارہ تباہ کن جہاز (Destroyers) اور بارہ غوطہ خور (Torpedoes) کشتیوں تک محدود کر دیا گیا۔ غوطہ خور تباہ کن کشتیوں (Submarines) کا رکھنا تو جرمنی کے لئے یک لخت بند ہی کر دیا گیا۔ دس ہزار ٹن سے زیادہ بھاری جہازوں کی تعمیر بھی جرمنی میں بند کر دی گئی۔ بحری فوج میں بھی خشکی کی فوج کی طرح مستقل والنٹیر رکھنے کی اجازت دیدی گئی۔ جرمنی کے باقی جنگی جہاز تباہ کر دیئے گئے اور ہوائی فوج رکھنے کی تو جرمنی کو ایک سرے سے اجازت ہی نہیں دی گئی۔ جرمنی کے فوجی نظام پر نگرانی رکھنے کے لئے ایک کمیشن بٹھا دیا گیا جس کا کام

۱۹۲۵ء میں ختم ہوا۔ مگر کمیشن کے بعد بھی لیگ اقوام کے ذریعے جرمنی کے فوجی نظام نگرانی اسوقت تک برابر ہوتی رہی جب تک ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو ہٹلر نے لیگ کی ممبری سے استعفےٰ دیدیا۔

چھٹا حصہ۔ جنگ کے قیدی اور قبریں

(دفعہ ۲۱۴ سے ۲۲۶ تک)

اس حصے کی رُو سے جنگ کے قیدیوں کو واپس لیا گیا۔ اور قبروں کی حفاظت کا وعدہ کرایا گیا۔

ساتواں حصہ۔ سزا

(۲۲۷ سے ۲۳۰ تک)

صلحنامے میں یہ حصہ سب سے زیادہ بحث طلب ہے۔ اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس پر کبھی عملدرآمد نہیں کیا جاسکا۔ اس کی دفعہ ۲۲۷ سے یہ قرار پایا کہ قیصر ولیم سابق شہنشاہ جرمنی پر بین الاقوامی اصول اخلاق کی خلاف ورزی کرنے کے جُرم میں مقدمہ چلایا جائے۔ اس مقدمے کے لئے ایک خاص کمیشن بنایا جانے والا تھا جس میں اتحادی حکومتوں میں سے ہر حکومت کا ایک ایک نمائندہ ہوتا۔ مگر اتحادی حکومتوں کی یہ مراد بر نہیں آسکی کیونکہ ہالینڈ کی حکومت نے جسکی سرزمین میں سابق قیصر نے پناہ لی تھی، اسے حوالے کرنے سے صاف انکار کردیا اور اتحادیوں کے اصرار کے باوجود اپنے انکار پر قائم رہا۔ دفعہ ۲۲۸ تا ۲۳۰ کی رُو سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ جنگ عظیم میں حصہ لینے والے افسروں کو بھی سزا دی جائے۔ سو سے زیادہ ایسے افسروں کی

ایک فہرست تیار کی گئی اور جرمن حکومت سے اُن کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر اتحادی حکومتوں کی یہ تمنا بھی تشنہ تکمیل ہی رہی کیونکہ اتحادیوں کے اس مطالبے سے شکست خوردہ ہونے کے باوجود جرمنی میں جوش وخروش پھیل گیا۔ آخرکار بہت کچھ کھینچا تانی کے بعد مطلوبہ افسروں میں سے تقریباً بارہ افسروں پر جرمنی ہی میں مقدمہ چلایا گیا جس کی سماعت بھی جرمنوں ہی نے کی۔ اس مقدمے میں سزا بہت کم افسروں کو دی گئی۔ اتحادیوں نے بھی اس پر کچھ زیادہ زور نہ دیا۔ کیونکہ سارا جرمنی اس معاملے میں اتحادیوں کے خلاف جوش میں آ گیا تھا اور اس قومی بے عزتی پر عملی احتجاج کرنے کے لئے اس نے دوبارہ جان ہتھیلی پر رکھ کر مقابلہ میں آن کھڑے ہونے کی ٹھان لی تھی۔ چونکہ اس طرح دوبارہ جنگ چھڑ جانے کا ڈر تھا اس لئے اتحادیوں نے بات وہاں کی وہیں چھوڑ دی۔ سزا یافتہ افسروں میں جرمنی کے سرعسکر فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ بھی تھے جو آگے چل کر ۱۹۲۵ء میں جمہوریہ جرمنی کے پریذیڈنٹ بنے۔

آٹھواں حصہ۔ تاوان جنگ

(دفعہ ۲۳۱ سے ۲۴۷ تک)

صلحنامے کا یہ حصہ سب سے زیادہ اہم ہے۔ دفعہ ۲۳۲ میں اس نقصان کی تفصیل ہے جو جرمنی نے جنگ چھیڑ کر کیا۔ اس نقصان میں سول افسروں کی پنشنوں تک کو شامل کر لیا گیا ہے۔

آگے چل کر تاوان وصول کرنے کے طریقوں پر بحث کی گئی ہے اور پھر ایک تاوان کمیشن قائم کیا گیا ہے۔ اس کمیشن کو غیر محدود اختیارات کا مالک بنایا گیا فیصلہ یہ ہوا کہ تاوان وصول کرنے کا کام بھی کمیشن ہی کرے۔ معلوم

ایسا ہوتا ہے کہ انگلستان کے اس وقت کے وزیراعظم لائڈ جارج تاوان کے بارے میں جرمنی کو اتنا زیادہ دبانا نہیں چاہتے تھے۔ مگر چونکہ امریکہ سمجھوتے کی گفت وشنید میں شامل نہ ہوا اور برطانیہ میں رائے عامہ جرمنی کے خلاف ہوگئی اور فرانس نے جرمنی کو پوری طرح کچل ڈالنے کا تہیہ کر لیا اس لئے لائڈ جارج کی ایک نہ چلی۔ اندازہ یہ کیا گیا کہ جرمنی دو ارب پونڈ دے سکتا ہے۔ مگر اس کے باوجود تاوان تین یا چار ارب کا لگایا گیا۔ آخر کار ۱۹۲۴ء میں ڈاوے کمیشن نے اور ۱۹۲۹ء میں ینگ کمیشن نے اس اُلجھے ہوئے مسئلے کو سلجھایا جس چیز کا نقصان ہوا تھا، بدلے میں وہی چیز بطور تاوان کی گئی یہاں تک کہ جنگی جہازوں کے بدلے میں جنگی جہاز ہی بطور تاوان لئے گئے۔ برطانیہ کو اس قسم کا سامان زیادہ ملا۔ فرانس نے کوئلے اور کوئلے سے تعلق رکھنے والی دوسری چیزیں لیں۔ بلجیم نے مویشی لئے۔ دفعہ ۲۴۵ کی رُو سے فرانس کو اس کا وہ سب سامان واپس دلوایا گیا جو جرمنی نے ۱۸۷۰-۷۱ء میں فرانس سے چھین لیا تھا۔

نواں حصہ۔ جائداد وغیرہ

(دفعہ ۲۴۸ سے ۲۶۳ تک)

اس حصہ میں یہ حساب پھیلایا گیا کہ کونسی چیزیں کس ترتیب سے لی جائیں۔ کرنسی کے مسئلے پر بھی اسی ذیل میں غور کیا گیا۔

دسواں حصہ۔ اقتصادیات

(دفعہ ۲۶۴ سے ۳۱۲ تک)

اس حصہ میں دفعہ ۲۶۴ سے لے کر دفعہ ۲۷۵ تک تجارتی تعلقات

جہازوں اور ناجائز تجارتی مقابلے اور تجارتی معاہدوں وغیرہ پر غور کیا گیا ہے
اس بات پر بہت کافی زور دیا گیا کہ دریاؤں اور نہروں کی تجارتی شاہراہوں
کو سب قوموں کے لئے کھول دیا جائے۔ ایک تجویز تو یہ بھی پیش کی گئی کہ خام
اشیا (Raw Material) پر تمام دنیا میں کہیں بھی چنگی نہ لی جائے۔ اس کا
نتیجہ اتحادیوں کے لئے اس فائدے کی صورت میں نکلا کہ انہیں پانچ سال
تک کے لئے جرمنی میں بہت سی غیر واجب مراعات حاصل ہوگئیں۔ اس
غرض کے لئے بہت سے تجارتی صلحنامے بھی کئے گئے۔

۲۹۷ سے لے کر ۳۱۱ تک کی دفعات میں جائیدادوں، قرضوں اور
ٹھیکوں وغیرہ پر غور کیا گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ غیر ملکوں میں بسنے والے جرمنوں
کی جائیدادیں چھین لی جائیں اور ان کی قیمت کو جرمنی کے تاوان کے
حساب میں شمار کیا جائے۔

ہر چند جرمنی کی حکومت نے اس فیصلے کی بہت کچھ مخالفت کی۔ مگر
اس سلسلے میں اس کی چیخ پکار کی کوئی شنوائی نہ ہوئی۔

گیارھواں حصّہ۔ ہوائی شاہراہ

(دفعہ ۳۱۳ سے ۳۲۰ تک)

اس حصے کی رو سے یکم جنوری سنہ ۱۹۲۳ء تک کے لئے اتحادی حکومتوں
کے ہوائی جہازوں کو جرمنی پر پرواز کرنے کی پوری آزادی دیدی گئی۔

بارھواں حصّہ۔ بندرگاہیں۔ آبی شاہراہیں اور ریلوے لائن

(دفعہ ۳۲۰ سے ۳۸۶ تک)

اس حصے کے رکھنے کا مقصد یہ تھا کہ ان دریاؤں پر بین الاقوامی قبضہ ہو جائے جو ایک سے زیادہ ملکوں میں سے ہو کر گذرتے ہیں۔ اس صورت کے عمل میں آجانے سے سوئزرلینڈ اور زیکوسلوواکیہ جیسے ملکوں کی بھی سمندر تک پہنچ ہو جاتی تھی کیونکہ اگرچہ ان ملکوں کے چاروں طرف خشکی ہی خشکی ہے مگر پھر بھی ان میں سے بے شمار دریا نکلتے ہیں۔ رائن، اوڈر، ایلبے، نیمین اور ڈینیوب کے انتظام کے لئے بین الاقوامی کمیشن مقرر کئے گئے اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمنی کو اپنے ان تینوں دریاؤں رائن اوڈر اور ایلبے کے انتظام میں بہت کم حصہ دیا گیا۔

نہر کیل کو بھی بین الاقوامی مفاد کی خاطر کھولا گیا مگر اسے جرمنی ہی کی حکومت کے ماتحت رکھا گیا۔ ہیمبرگ اور سٹیٹن کی بندرگاہوں میں زیکوسلوواکیہ کو بلا جنگی داخل ہونے کا حق دیدیا گیا اور اُسے بحری مراعات بھی دی گئیں۔ ریلوے کو بین الاقوامی بنانے کے سلسلے میں اتحادیوں کو زیادہ کامیابی نہ ہوئی۔ لیکن ۱۶ نومبر ۱۹۳۶ء کو ہٹلر نے ورسائی کے صلحنامے کی ان دفعات کے ماننے سے بھی صاف انکار کر دیا جن پر عمل درآمد ہو گیا تھا

تیرھواں حصہ۔ محنت مزدوری

(دفعہ ۳۸۷ سے ۴۲۷ تک)

اس حصہ کے مطابق محنت و مزدوری کے مسئلے کو بین الاقوامی صورت دیدی گئی۔ انتظام یہ کیا گیا کہ اس مسئلے پر وقتاً فوقتاً بین الاقوامی طور پر تبادلہ خیال بھی ہوا کرے۔ محنت و مزدوری کو بین الاقوامی بنانے میں

تین مزدور نمائندوں، ریاستہائے متحدہ امریکہ کے سیموئیل گامپرس، برطانیہ عظمیٰ کے جارج۔این۔ بارنس اور فرانس کے البرٹ ٹامس نے حصہ لیا۔ البرٹ ٹامس کو بین الاقوامی دفتر محنت و مزدوری کا مستقل صدر بنایا گیا اور اس دفتر کا صدر مقام جنیوا میں لیگ اقوام کے دفتر کے قریب ہی کھول دیا گیا۔ ہر چند یہ دفتر لیگ اقوام کے ماتحت ہے مگر پھر بھی اُس کے اثر سے آزاد ہے۔ اسکا کام چوبیس افراد کی ایک عاملہ کونسل چلاتی ہے۔ اس کونسل میں بارہ حکومتوں کے، چھ کارخانے داروں کے اور چھ مزدوروں کے نمائندے ہوتے ہیں۔

ایک اعتبار سے دفتر محنت و مزدوری ایک مزدور پارلیمنٹ ہے سال میں ایک دفعہ اس کی نشست ہوتی ہے۔ اس کے دوسو ممبر ہیں۔ اس کی تشکیل اس طرح پر ہے کہ لیگ اقوام کی ہر ممبر حکومت کو اس میں چار ممبر بھیجنے کا حق حاصل ہے۔ ان چار ممبروں میں سے دو حکومتوں کے۔ ایک کارخانہ داروں کا، اور ایک مزدوروں کا نمائندہ ہوتا ہے۔ اس کی نشست سال بھر میں ایک دفعہ ہوتی ہے۔

چودھواں حصہ۔ ضمانتیں

(دفعہ ۴۲۸ سے ۴۳۳ تک)

جرمنی کی فوجی طاقت کے بارے میں یہ ضابطہ بنا دیا گیا کہ دریائے رائن کے بائیں کنارے کے سب قلعے گرا دئیے جائیں گے۔ اسی سلسلے میں اتحادی سلطنتوں کے عارضی اختیارات کے لئے بھی قانون بنا دئیے گئے۔ دفعہ ۴۲۸ کی رُو سے رائن کے بائیں کنارے کے علاقے کو

اور رائن کے پار برج ہیڈ تک کے علاقے کا قبضہ ۱۰ جنوری ۱۹۲۰ء سے پندرہ سال تک کے لئے اتحادی حکومتوں کو دیدیا گیا۔ مگر دفعہ ۴۲۹ میں یہ بتلا دیا گیا کہ اس مدت کے دوران میں اس علاقے کو بالترتیب تین دفعہ میں خالی کیا جائیگا۔ کولون کو پانچ سال میں، کوبلینز کو دس سال میں اور مینز کو پندرہ سال میں خالی کر دینے کا فیصلہ کیا گیا۔ یہ بھی قرار پایا کہ اگر جرمنی صلح کی شرطوں کی پابندی نہ کرے تو علاقوں کو خالی کرنے کی جو مدت رکھی گئی ہے اس میں اضافہ بھی ہو سکتا ہے۔ اسی سبب سے کولون کو جنوری ۱۹۲۵ء میں نہیں بلکہ دسمبر میں خالی کیا گیا۔ مگر دفعات ۴۲۹ اور ۴۳۰ میں صاف طور پر اس بات کی تشریح کر دی گئی ہے کہ انخلا کی مدت میں صرف اسی صورت میں توسیع ہو سکتی ہے جب جرمنی کے طرز عمل کے ناتسلی بخش ہونے کا ثبوت مل جائے۔ اس لحاظ سے ۱۹۲۱ء اور ۱۹۲۳ء میں اتحادیوں نے رور پر جو قبضہ کیا وہ ان دفعات کی روشنی میں بالکل خلاف قانون تھا۔

پندرھواں حصہ۔ متفرق امور

(دفعہ ۴۳۴ سے ۴۴۰ تک)

دوسرے بہت سے امور، جو صلحنامے میں ذکر سے رہ گئے تھے اس حصے میں درج کئے گئے۔

تتمہ

ورسائی کا یہ صلحنامہ شرائط کے اعتبار سے بہت سخت ہے اسکی

وجہ یہ ہے کہ رائے عامّہ کی طرف سے لائڈ جارج ولسن اور کلیمنشو پر زیادہ سے زیادہ دباؤ پڑا کہ جرمنی کے خلاف سخت ترین کارروائی کی جائے۔

ماہ جون کے آغاز میں لائڈ جارج نے پھر نرمی دکھائی۔ مگر اسوقت پریذیڈنٹ ولسن علیحدگی اختیار کرچکا تھا۔ اس لئے اس سلسلے میں جو کوششیں کی گئیں بیکار ثابت ہوئیں۔ کلیمنشو کے متعلق فرانس میں یہ سمجھا جانے لگا کہ وہ پورے غور و فکر سے فرانس کے مفاد کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ اگر کلیمنشو نرم پڑنا چاہتا تو بھی نرمی نہ برت سکتا تھا۔ برطانوی نو آبادیوں کے نمائندے بھی جرمنی کے خلاف سخت طرزِ عمل ہی اختیار کرنے کے حامی تھے۔ صرف جرنیل آمس اور جرنیل بوتھا یہ چاہتے تھے کہ نرم برتاؤ کیا جائے۔ اتحادیوں کی دو باتوں کو بہت غیر واجب سمجھا گیا۔ ایک قیصر اور دوسرے جرمن افسروں پر مقدمہ چلانے کا ارادہ اور دوسرے سوائی افسروں کی پنشنوں کو بھی تاوان میں شامل کرنا۔

ورسائی کے صلحنامے کا اثر جرمنی کے عوام پر

اُدھر تو ورسائی میں صلحنامے پر دستخط ہو رہے تھے۔ اُدھر جرمنی میں سوشل ڈیموکریٹ لیڈر (جیسا کہ پہلے بتایا جاچکا ہے) جرمنی کے عوام کو نئی حکومت کے متعلق سنہری اُمیدیں اور خوش آیند توقعات دلا رہے تھے۔ جرمنی کی رعایا کو اس بات کا کچھ بھی علم نہ تھا کہ صلحنامے کی دفعات کتنی تباہ کن ہیں جب صلحنامے پر دستخط ہو گئے اور اس کی خبریں اخباروں میں نکلیں تو جرمنی کی عوام پر باندھا ہوا طلسم ٹوٹا اور آئندہ امن و راحت اور ترقی کے جو خواب دیکھے جا رہے تھے وہ سب ریت کی دیوار کی طرح زمین پر آرہے۔ سوشل ڈیموکریٹ جرمنی کے روشن اور خوش آیند مستقبل کا سہانا راگ سنا رہے تھے۔ اسی راگ کے بیچ میں

کسی طرف سے ورسائی کے بگل کی سامعہ خراش اور بہتے تکی آواز سنائی دینے
لگی جماعتی جنگ کا جونشہ جرمنی پر طاری تھا اُس سے اب وہ پہلے سیل چونکا
جیسے اندھیرے میں بجلی کوند کر راستہ دکھا دیتی ہے اسی طرح آناً فاناً میں یہ
دکھائی دے گیا کہ جرمنی کو دھوکے سے لُوٹ لیا گیا۔

ولسن کے وعدوں اور اس کے چودہ نکات پر اعتبار کر کے جرمنی نے
اپنی تلوار میان میں کر لی تھی بین الاقوامی امن و اتحاد کے اصولوں پر بھروسہ
کر کے جرمنی اپنے آپ کو اُنہی پر چھوڑ بیٹھا تھا۔ مگر اب اس نے یہ محسوس کیا کہ
میں ایک ایسے دشمن کے مقابل بالکل غیر محفوظ حالت میں کھڑا ہوں جو سیج ہے
مجھ سے متنفر ہے اور انتقام لینے پر تُلا ہوا ہے۔ اطالوی شاعر ڈانٹے نے
اپنے تصور سے جہنم کی جو تصویر کھینچی تھی ورسائی کے صلحنامے کی شرطیں اس
سے بھی زیادہ خوفناک تھیں۔ دنیا کی تاریخ میں کبھی بھی کسی قوم کو ایسی سخت
شرطیں ماننے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ ورسائی کے اہانت آمیز صلحنامے کے
سامنے تو کارتھیج کی بربادی بھی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اس معاہدے کو
جیسے ورسائی کے صلحنامے کا نام دیا گیا صلحنامہ کہنا بھی اس لفظ کی توہین ہے
جرمنی کے باشندوں نے اس بات کو بہت دیر میں محسوس کیا کہ
گزشتہ مہینوں میں جو کچھ ہوا وہ ان کی قومی عزت کی موت کے مرادف
تھا۔ اور اب عزت برباد کرنے کے بعد جرمنی کی آزادی بھی چھینی جا رہی
ہے۔ مگر جرمنوں میں مردمی ابھی باقی تھی۔ جب انہوں نے یہ سُنا کہ جرمنی
کی فوجوں کے سپہ سالار کو دشمنوں کے حوالے کیا جانے والا ہے تو
انہیں یہ ذلت ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگی اور وہ ایکا ایکی
ایک مردِ قوی کی طرح بپھر اُٹھے۔ اگر کسی انگریز یا فرانسیسی کے آگے اس قسم کی

تجویز رکھی جاتی تو کونسا انگریز یا فرانسیسی ایسا ہے جس کی گردن شرم سے جھک نہ جاتی۔ لیکن آج اس بات کو ساری دنیا جانتی ہے کہ اگر جرمنی کے دشمن اس کو زوال کی حالت میں نہ پاتے تو اسوقت کبھی بھی ایسے توہین آمیز مطالبات اُس کے سامنے نہیں رکھ سکتے تھے۔ دشمن نے اس بات کو سمجھ لیا تھا کہ جرمنی کے لیڈر اسوقت خودداری اور قومی عزت کھو چکے ہیں۔ اسی بنا پر دشمنوں نے جرمنی کی بے عزتی کرنے کی جرأت کی۔

نواں باب

صلحنامے کے بعد

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جرمن جمہوریت کا پہلا صدر شیڈمین تھا۔ ورسائی کے صلحنامے کی تجویزوں سے متفق نہ ہونے کی وجہ سے اس نے ۱۹ ؍ جون ۱۹۱۹ء کو استعفا دے دیا۔ اس کے بعد ۲۰ ؍ جون ۱۹۱۹ء کو گستاؤ بایور کو چانسلر بنایا گیا۔ اس کی حکومت نے ورسائی کے صلحنامے پر دستخط کیے جس پر ۱۰ ؍ جون ۱۹۲۰ء سے عمل کیا گیا۔ اسی دن جرمنی کی اعضا تراشی کر کے اس کے بہت سے علاقوں اور سب نوآبادیوں کو نقصان اور حفاظت کے نام پر چھین لیا گیا۔ فروری ۱۹۲۰ء میں جرمنی کو جنگ کے مجرموں کی فہرست دی گئی۔ اس میں ہنڈن برگ وغیرہ کل ۸۹۵ نام تھے۔ اتحادی حکومتیں ان پر مقدمہ چلانا چاہتی تھیں لیکن جرمنی کی فوجوں کے خوفناک احتجاج کی وجہ سے اسیر

زیادہ زور نہیں دیا گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جرمنی تباہ ہوگیا۔ مگر یہ کس طرح ممکن تھا کہ جو قوم ابھی کچھ دن پہلے اتنی بے جگری سے لڑ چکی تھی وہ بالکل ہی بجھ جاتی۔ چنانچہ ابتدا ہی سے ورسائی کے صلحنامے کی مخالفت موجود تھی۔ جنگ آزمودہ لوگ اکٹھے ہوتے تھے اور ہر جگہ سوسائیٹیاں اور جماعتیں قایم کرتے تھے۔ ان لوگوں نے نوسکے کی قیادت میں والنٹیروں کا گروہ بنایا انہوں نے سپارٹیسٹوں کے خلاف شمالی سائلیشیا اور رُور میں جنگ کی۔ کیمونزم کے ورکروں کی پہلی بڑی کامیابی کو ملیا میٹ کرنے کے لئے بھی یہ لوگ لڑے، اور میونک کو مزدوروں کی کونسل کی ماتحتی سے چھڑایا۔

وائمار کی جمہوری حکومت اُسوقت نوسکے کی برمحل امداد پہنچنے ہی سے بچ سکی۔ نوسکے کے بعد ملوکیت پسند ڈاکٹر کیپ نے بحری فوج کی مدد سے برلن پر حملہ کر کے ۱۹۲۰ء میں حکومت کو شکست دے دی مگر اسوقت پریذیڈنٹ ایبرٹ کے اپیل کرنے پر عوام نے ہڑتالیں کر کے ڈاکٹر کیپ کو ہرا دیا۔

جب حکومت کی طرف سے فوج کو توڑ دیا گیا تو نئے نئے گروہ بنتے گئے ان میں سے سیلڈ ٹے نے میڈیبورگ میں فولادی ٹوپی والوں (Steel Helmets) کی جماعت قایم کی۔ یہ جنگ کے تجربہ کاروں کا گروہ تھا۔ بویریا میں رہائشی دفاعی فوج بنائی گئی اور ایلپس پہاڑ پر روبر لینڈ کور بنائی گئی لیکن ان میں سے ہر ایک صرف اپنے لئے تھی انکے دل اپنے بزرگوں کی روایات سے لبریز تھے اور وہ ان کی حفاظت کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ جرمنی ان کا بیحد ممنون ہے۔ کیونکہ انہوں نے ایک ایسے موقع پر بیداری کا ثبوت دیا جب اس کی ضرورت تھی۔ وہ ان لوگوں کے اتحاد کا ذریعہ بن گئے جو ملک کی بھلائی

کے لئے جنگ کرنے کے لئے تیار تھے لیکن وہ نومبر کی حکومت کا تختہ اُلٹنے
میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اس حکومت کی عنان اختیار ایسے
لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو ایک خاص عقیدے کی نمائندگی کر رہے تھے
اگرچہ وہ عقیدہ بھی تباہ کن ہی تھا لیکن کسی خیال کو محض طاقت ہی سے کوئی
کبھی بھی تباہ نہیں کر سکتا۔ وہ تو اسی وقت ٹھکرایا جا سکتا ہے جب اس کی جگہ کوئی
ویسا ہی دوسرا خیال پیش کر دیا جائے جو اس سے زیادہ اچھا اور دلپذیر ہو۔ اور جس
کے حامیوں میں حوصلہ مندانہ طاقت و قوت ہو۔ منفی خیالات کی جگہ اثباتی خیالات
ہی لے سکتے ہیں۔

خیالات دوامی زندگی کے مالک ہوتے ہیں اور وہ آسمان کی بلندی
پر ستاروں میں لٹکتے رہتے ہیں۔ ستاروں تک پہنچنے کے لئے انسان کو کافی
بہادر اور طاقتور بننا لازمی ہے تاکہ خیالات کی آگ آسمان سے اتار کر لائے
اور اس کی روشنی سے زندگی کے راستوں کو منور کر دے۔ اسی قسم کے
انسان دنیا کی تاریخ میں پیغمبر اور ایسی اپنی قوموں کے رہنما ہوئے ہیں۔

مگر جرمنی میں ملک کے باشندوں اور باشندوں کے رہبروں میں ایسے
افراد کہاں تھے جن کی زبردست دماغی و روحانی قوت قوم و ملک کے دکھ کا
علاج کرتی۔ عوام نے انھیں کبھی ملک کی بھلائی کی طرف متوجہ نہیں پایا۔ وہ اپنی
پیدائش تعلیم اور ملکیت جائداد کی بنا پر رہبران ملک بنے ہوئے تھے۔ جرمن
قوم میں گذشتہ پندرہ سال میں شہنشاہیت پرستی اسی وجہ سے ختم ہوئی کہ شاہی
خاندان کے نمائندہ لوگوں نے اپنے ہی کرتوتوں سے اپنی قبر کھود ڈالی۔ ۱۹۱۸ء
میں باغی عوام کی معمولی مخالفت ہی پر انہوں نے وہ جھنڈے گرا دیئے جو کبھی بڑی
شان کے مالک تھے۔ اگرچہ پرشیا کے ولیعہد آگسٹ ولیم ہیس کے زمینداروں

کے خاندان، شہزادہ وا لڈیک اورکوبرگ کے ڈیوک وغیرہ آخر تک مقابلے میں ڈٹے رہے۔ لیکن جرمنی کی باقی ریاستوں کے حکمران فوراً میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ انہوں نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ وہ عوام میں آکر ان کو صحیح راستہ دکھا کر اس کی سیاسی رہنمائی کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جرمن عوام میں ملوکیت پرستی ختم ہو گئی۔

دسواں باب

ہٹلر کی سیاسی زندگی کا آغاز

۱۹۱۸ء میں ماہ نومبر کے آخر میں ہٹلر میونک واپس آیا اور دوبارہ محفوظ فوج میں شامل ہو گیا جو اس دور میں سپاہیوں کی کونسل کے اختیار میں تھی۔ مگر وہاں کی ساری فضا اس کے لئے اتنی غیر موافق تھی کہ اس نے جلد سے جلد وہاں سے باہر نکلنے کا فیصلہ کیا۔ پچیدار رنسٹ دوران جنگ میں سدا ہٹلر کا ہمدم بنا رہا تھا۔ اپنے اس سچے ہمدرد کو ساتھ لے کر ہٹلر میونک سے ٹرونسٹین چلا گیا اور کیمپ کے اٹھنے کے وقت تک وہیں رہا۔

مارچ ۱۹۱۹ء میں وہ دونوں میونک واپس آ گئے۔

ابھی تک ملک میں امن وامان نہیں ہوا تھا۔ انقلاب کی آگ کے پھیلنے کا اور بھی زیادہ امکان پایا جاتا تھا۔ ایزنیر کی موت سے انقلاب کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہوئی۔ ایک کونسل ملک پر ڈکٹیٹر بن بیٹھی۔ اس کے دور حکومت کو

یہودیوں کی عارضی حکومت" کا زمانہ کہتے ہیں۔ اسوقت ہٹلر اپنے دماغ میں
لاتعداد پروگراموں کے منصوبے باندھا کرتا تھا۔

نئے انقلاب میں ہٹلر نے کچھ ایسے کام سرانجام دئے جن کی وجہ سے
مرکزی کونسل اس سے ناراض ہو گئی۔ ۲۷ مارچ ۱۹۱۹ء کو پو پھٹتے ہٹلر کو
گرفتار کرلیا گیا۔ مگر جب ہٹلر نے ان پر اپنی بندوق تانی تو اس کے گرفتار کرنے
والے تینوں جوانوں کے چھکے چھوٹ گئے اور وہ جدھر سے آئے تھے اُدھر
ہی کو واپس چلے گئے۔

میونک سے اس طرح چھوٹنے کے کچھ دن بعد ہٹلر کو اس کمیشن میں شامل
کرلیا گیا جسے انفنٹری رجمنٹ نمبر ۲ کے انقلاب کے سلسلے میں واقعات کی
تفتیش پر تعینات کیا گیا تھا۔ سیاسیات میں داخل ہونے کا ہٹلر کا یہ پہلا موقع تھا
اس کے چند ہفتے بعد ہٹلر کو یہ پیغام ملا کہ وہ دفاعی فوج (Reichswehr)
کی ممبری کیلئے تعلیم حاصل کرلے۔ اس تعلیم کا مقصد یہ تھا کہ سپاہ کو
حکومتِ وقت کے نقیدے کے وہ مقررہ اصول سکھائے جائیں جنہیں سیکھ کر
وہ اچھے شہری بن سکیں۔

ہٹلر اس پر رضامند ہو گیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس طرح میرا اپنے
جیسے چند اور افراد سے تعارف ہو جائیگا اور میں ان کے ساتھ تحریک کی حالت
کے بارے میں تبادلۂ خیال کرسکونگا۔ اس بات کا سبھی کو یقین تھا کہ جرمنی یقیناً
زوال پذیر ہے۔ نومبر کے مجرم لوگ، سنٹر اور ڈیموکریٹک پارٹیاں، اور
متوسط طبقے کے نیشنلسٹ سب اس زوال کے لئے راستہ صاف کرتے جاتے تھے

ہٹلر کے ہم رائے سپاہیوں کے چھوٹے سے دائرے میں ایک نئی
پارٹی بنانے کے سوال پر بحث ہوئی۔ اس پارٹی کا نصب العین وہی رکھا

جانا تھا جو بعد میں جرمن مزدور پارٹی کا نصب العین قرار پایا۔ نئی تحریک کی غرض و غایت یہ تھی کہ عوام کی ہمدردیاں اپنے ساتھ وابستہ کی جائیں کیونکہ اگر تحریک میں یہ وصف نہ ہوتا تو سارا نصب العین بے جان ہی رہجاتا۔ چنانچہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس نئی پارٹی کا نام سوشل انقلابی پارٹی رکھا جائے۔ نئی پارٹی کا عقیدہ ہی سوشل انقلاب برپا کرنا تھا۔

اس زمانے میں ایک مشہور و معروف مقرر گوٹفرائیڈ فیڈر بھی اس مسئلے پر تقریریں کر رہا تھا۔ ہٹلر نے بھی یہ تقریریں سُنیں۔ اب اس کے خیالات مکمل طور پر پختہ ہو گئے اور اس نے وہ راہ پکڑ لی جس پر گامزن ہو کر نئی پارٹی قائم کی جا سکتی تھی۔ فیڈر کی تقریروں میں ہٹلر کو آئندہ جنگ کی آواز سنائی دی۔

اس کے اور دیگر سچے نیشنل سوشلسٹوں کے دل میں تو صرف ایک ہی اصول نے گھر کر لیا تھا اور اس اصول کا خلاصہ تھا۔ قوم و ملک اور مادرِ وطن۔

ان کی حفاظت کے لئے اپنی قوم اور اپنے ملک کی ترقی کے لئے، ان کے وجود کے لئے، اُن کے فرزندوں کا پیٹ بھرنے اور اُن کی رگوں میں پاک لہو دوڑانے کے لئے، مادرِ وطن کی آزادی کے لئے اور سب سے زیادہ اس نصب العین کی تکمیل کے لئے جنگ کرنی تھی جو خدا نے بنی نوع انسان کے لئے مقرر کیا ہے۔

ہٹلر کی پہلی سیاسی تقریر

ایک دن ہٹلر نے یہ اعلان کیا کہ وہ ایک تقریر کرنے کا خواہشمند ہے سامعین میں سے ایک نے یہ سوچا کہ ہٹلر یہودیوں پر اعتراض کریگا اس لئے اس نے بیشمار دلیلیں دے دے کر یہودیوں کی تعریف کرنی شروع کر دی

اس سے ہٹلر کو بھی مخالفت کرنے کا حوصلہ ہوا۔ حاضرین کی بھاری اکثریت نے ہٹلر کا ساتھ دیا۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ چند دن کے بعد ہی ہٹلر کو محافظ کی شکل میں میونک کی فوج میں شامل ہونا پڑا۔

اُس وقت فوجوں میں ڈسپلن بالکل نہیں تھا۔ وہ اِن تکالیف سے دُکھی تھیں جو جنگی کونسل کے وقت میں اٹھانی پڑی تھیں۔ بڑی مشکل اور ہوشیاری سے ان کو مطیع کیا گیا۔ اس کے ساتھ ہی سپاہیوں کو یہ تعلیم بھی دینی تھی کہ وہ خود کو جرمن قوم کے فرد اور جرمنی کے باشندے سمجھیں۔ اب یہ کام ہٹلر نے شروع کر دیا اور اس نے ان میں محبت اور شوق کی اُمنگ بھر دی۔

اپنے اس کام میں ہٹلر کو خاصی کامیابی بھی ہوئی۔ اپنی تقریروں سے ہٹلر نے سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں افراد کو وطن پرست بنا دیا۔ اِس طرح ہٹلر کی کوششوں سے فوجیں مکمل طور پر قومی بن گئیں۔ اور اس کے بعد اُن میں خود بخود ڈسپلن کا مادہ پیدا ہو گیا۔

اِس کے علاوہ اِس سلسلے میں اس کی بہت سے ایسے ساتھیوں سے جان پہچان بھی ہو گئی جو اس کے ہم خیال تھے اور جو بعد میں نئی تحریک کی بنیادیں پڑتے وقت ہٹلر سے مل گئے۔

گیارھواں باب

نیشنل جرمن مزدور پارٹی

اِن دنوں ایک جماعت کی طرف سے ایک سیاسی جلسہ ہونے والا تھا جو آگے چل کر نیشنل جرمن مزدور پارٹی کے نام سے مشہور ہوئی۔ ہٹلر اُسوقت حکومت کا نوکر تھا۔ جلسے کی کارروائی سے مطلع ہونے کے لئے حکومت کی طرف سے ہٹلر کو یہ حکم ملا کہ وہ اس جلسے میں شریک ہو اور وہاں کا حال معلوم کرے۔ اِس جلسے میں گوٹفرائڈ فیڈر کی تقریر ہونے والی تھی۔

ہٹلر پہلی دفعہ ایک سیاسی جلسے میں

جب فیڈر کی تقریر ہو چکی تو ہٹلر جلسے سے رخصت ہونے لگا۔ اتنے میں پلیٹ فارم سے یہ آواز سنائی دی: "اگر کوئی اور صاحب تقریر کرنی چاہیں تو وہ بھی بول سکتے ہیں:" اس پر ہٹلر کے جی میں آئی کہ میں بھی کچھ کہوں۔ صدر کی اجازت سے ایک پروفیسر صاحب تقریر کرنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے فیڈر کے پیش کئے ہوئے دلائل پر اعتراضات کئے۔ فیڈر نے اِن اعتراضات کا بڑی خوش اسلوبی سے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کیا کہ نوجوان پارٹی بویریا کو پرشا سے علیحدہ کرانے کے لئے لڑنا چاہتی ہے۔ اگر بویریا پرشا سے الگ ہو جائے تو متحدہ

جرمن آسٹریا کا بویریا سے الحاق ہوجائیگا۔ اور یوں جرمنی میں امن و امان قایم ہوگا۔
جب وہ بیٹھا تو صدر جلسہ کی اجازت سے ہٹلر نے تقریر کی اور جو کچھ کہا جا چکا تھا اُس
کی اتنی پُرزور تردید کی کہ صدر جلسہ کو جلسے سے فرار ہونا پڑا۔

ہٹلر کو مزدور پارٹی کی طرف سے ممبر بننے کی دعوت

اِن باتوں کا ہٹلر کو کئی دن تک خیال بندھا رہا۔ بار بار یہی باتیں اُس کے
ذہن میں چکر لگاتی تھیں۔ کئی دفعہ اس نے یہ بھی سوچا کہ میں کیوں خواہ مخواہ ان جھگڑوں
میں پڑوں۔

اِس واقعہ کے بعد ایک ہفتے کے اندر ہی ہٹلر کو ایک خط موصول ہوا
اس میں یہ اطلاع دی گئی تھی کہ تمہیں جرمن مزدور پارٹی کا ممبر بنا لیا گیا ہے اور
اسی بدھ کے دن تمہیں کمیٹی کی میٹنگ میں شرکت کرنی چاہیئے۔ ہٹلر یہ دعوت نامہ
پاکر بہت حیران ہوا اور اپنے اس طرح ممبر بننے پر اُسے بڑی ہنسی آئی۔ وہ فیصلہ
نہ کرسکا کہ اس پر پریشان ہو یا ہنسے۔

جہانتک اس کا اپنا تعلق ہے ہٹلر نے اس نئی پارٹی میں شامل ہونے کا کبھی
تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بلکہ وہ تو اپنی ایک جداگانہ پارٹی قایم کرنی چاہتا تھا۔ پہلے تو
ہٹلر اس دعوت نامے کا تحریری جواب بھیجنے لگا۔ مگر پھر وہ اس خیال سے رُک گیا کہ
مزید معلومات حاصل کرنی چاہئیں۔ اس نے یہ فیصلہ کیا کہ معینہ دن مجھے جلسے میں
شامل ہوکر منہ درمنہ بات چیت کرنی چاہئیے۔

چنانچہ اس نے اپنا تحریری بیان ملتوی رکھا اور میٹنگ میں جا پہنچا۔ اُس
پارٹی کا صدر ہیرر تھا۔ جو رائخ (جرمنی پارلیمنٹ) کا ممبر بھی تھا۔ میونک کا چیرمین
انیٹن ڈریکسلر بھی میٹنگ میں موجود تھا۔ پہلے تو سابقہ جلسے کی کارروائی پڑھی گئی

پھر نئے ممبروں کو پارٹی میں شامل کرنے کا موقع آیا۔ یعنے اب ہٹلر کو ممبر بنایا جانا تھا۔
ہٹلر نے سوالات کی جھڑی باندھ دی۔ اسے یہ معلوم ہوا کہ چند نمایاں مقاصد کے علاوہ پارٹی کے پاس اور کچھ ہے ہی نہیں۔ نہ کوئی پروگرام تھا، نہ تحریری قواعد ضوابط تھے چھپا ہوا تو نام کو ایک کاغذ نہ تھا۔ یہانتک کہ بچاری مُہر بھی نہ تھی۔ لیکن یقین اور نیک خواہشات کی کمی نہ تھی۔
ہٹلر نے اس کے بعد کامل دو روز تک اس بات پر غور و خوض کیا کہ ممبر بننا چاہئے یا نہیں۔ اور بہت کچھ سوچ بچار کے بعد اس نے یہی مناسب سمجھا کہ ممبر بنجائے۔
اب وہ جرمن مزدور پارٹی کا ممبر گیا اور اسے ممبری کا ایک عارضی ٹکٹ دیدیا گیا جس پر سات کا ہندسہ پڑا ہوا تھا۔

ابتدائی اسکیمیں

یہ بات ہٹلر پر ۱۹۱۹ء ہی میں منکشف ہو گئی تھی کہ نئی تحریک کا نمایاں مقصد یہ ہونا چاہئے کہ عوام میں قوم پرستی کے جذبے کو از سر نو زندہ کیا جائے۔ اس کام کے لیئے مندرجہ ذیل باتوں کو بنیادی ضرورتیں قرار دیا گیا:۔
(۱) عوام کو قومی تحریک میں شامل کرنے کے لئے ہر بڑی سے بڑی قربانی کی جانی چاہیئے۔
(۲) ادھورے کارناموں سے عوام کو قوم پرست نہیں بنایا جا سکتا۔ پروفیسروں اور سیاست دانوں کو عوام میں شمار نہیں کرنا چاہیئے۔
(۳) اگر ہم اپنے مقصد کی کامیابی کے لیئے سیاسی لڑائی لڑتے ہوئے اپنے مخالفوں کو تہس نہس کرنا چاہتے ہیں۔ تو مکمل کامیابی اسوقت ہوگی جب ہم عوام کی روح کو جیت لیں گے۔ عوام تو صرف طاقتور کی فتح اور کمزور کی شکست دیکھنی

چاہتے ہیں۔

(۴) اگر قوم کے کسی ایک طبقے کو اوپر اٹھا کر دوسرے طبقے کے برابر لانا ہو تو اس غرض کی تکمیل کے لئے دوسروں کو پست درجہ پر نہ اتارا جائے بلکہ اسی طبقے کو اونچا اٹھا کر ترقی یافتہ بنا دیا جائے۔

پارٹی کی پختگی کے پیشِ نظر ہٹلر نے یہ فیصلہ کیا۔ اوّل اوّل تحریک اور تحریک کے پروپیگنڈے کا صدر مقام میونک ہی میں رکھا جائے۔ لیڈر کے ساتھ چند بھروسے کے پیرو بھی ضرور ہونے چاہئیں۔ اس غرض کے لئے انہیں ذہنی تربیت ملنی چاہیئے اپنے خیالات کے پروپیگنڈے کے لئے اس نے ایک منظم جماعت بنانے پر بھی غور کیا۔ اور یہ طے کیا کہ جب تک میونک کے افسران ہم سے ہم آہنگ نہ ہو جائیں اسوقت تک مقامی تنظیمی ادارے نہ بنائے جائیں۔

جہانتک پارٹی لیڈر کی صلاحیت کا تعلق ہے ہٹلر کا یہ خیال تھا کہ لیڈر بننے کے لئے ایک شخص میں صرف قوتِ ارادی کا پایا جانا ہی کافی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں وہ اوصاف بھی ہونے چاہئیں جن سے کام لے کر وہ پارٹی کی طاقت میں روز بروز اضافہ کرتا رہے۔ لیڈر کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی روح بہت قوی ہو۔ ان اوصاف کا مجموعہ ہونے ہی سے ایک شخص کامیاب لیڈر بن سکتا ہے۔

تحریک کے آغاز میں ہٹلر کو بڑی زبردست مشکلات کا سامنا کرنا پڑا عوام اس سے بالکل بے خبر تھے۔ سارے ملک کا تو ذکر ہی کیا۔ میونک ہی میں یہ حالت تھی کہ اسے یا اس کی پارٹی کو کوئی جانتا تک نہیں تھا۔ یہ حالت دیکھی تو ہٹلر نے فیصلہ کیا کہ اس مختصر سی پارٹی کو وسعت دینی چاہیئے۔ نئے نئے ساتھی شامل کرنے چاہئیں اور جس طرح بھی ممکن ہو تحریک کو ملک میں شہرت دینی چاہیئے۔

پارٹی کے ابتدائی جلسے

اس مقصد کو سامنے رکھ کر ہٹلر اور اس کے ساتھیوں نے پہلے ہر ماہ میں ایک جلسہ اور پھر ہر پندرھویں دن پارٹی کا ایک جلسہ کرنا شروع کیا۔ ان جلسوں میں داخلہ دعوتی رقعوں کے ذریعے سے ہوتا تھا۔ دعوتی رقعے کچھ تو چھپے ہوئے ہوتے تھے اور کچھ ہاتھ سے لکھ لئے جاتے تھے۔ ایک موقع پر ہٹلر نے اپنے ہاتھ سے ایسے ۸۰ دعوتی رقعے لکھے اور تقسیم کئے تھے۔ مگر جس جلسہ کے سلسلے میں یہ رقعے بانٹے گئے تھے اس میں سات ممبروں سے زیادہ نہ آئے۔

مگر اس ناکامیابی سے پارٹی والوں نے ہمت نہیں ہاری۔ انہوں نے کچھ چندہ جمع کیا اور اب کے ایک بڑی جگہ پر بہت شاندار جلسہ کیا اور اس کا اشتہار بھی بڑے پیمانے پر دیا گیا۔

جلسے کے لئے ایک کمرہ کرائے پر لیا گیا۔ ۷ بجے ۱۱۱ افراد موجود تھے میونک کے ایک پروفیسر کی تقریر کا خاص طور پر اعلان کیا گیا تھا۔ اس کے بعد ہٹلر کی تقریر رکھی گئی تھی۔ جب ہٹلر کی باری آئی تو اس نے آدھے گھنٹے تک تقریر کی۔ اس کی تقریر سے حاضرین میں برقی رَو دوڑ گئی۔ اور اس کا عوام پر اتنا اچھا اثر پڑا کہ جب ہٹلر نے پارٹی کی مالی امداد کے لئے اپیل کی تو اسی وقت تین سو مارک چندہ جمع ہو گیا۔

اسوقت پارٹی کا صدر ہیرر تھا۔ اس کا ذریعہ معاش اخبار نویسی تھا۔ مگر اس میں پارٹی کا موزوں لیڈر بننے کی صلاحیت نہ تھی کیونکہ وہ اچھا مقرر نہ تھا میونک کا چیرمین ہر ڈریکسلر بھی پارٹی کی قیادت کے لئے موزوں نہ تھا۔ کیونکہ وہ بھی اچھی تقریر نہ کرسکتا تھا۔ ویسے وہ کچھ بُرا کارکن نہیں تھا۔

۱۹۱۹ء اور ۱۹۲۰ء کے دونوں سال ہٹلر اور اس کی پارٹی نے طاقت حاصل کرنے ہی میں صرف کئے۔ وہ اتنا طاقتور بن جانا چاہتے تھے کہ اگر ضرورت پڑے تو پہاڑوں تک کی جڑیں ہلا دیں۔

ان کی کوششوں کی کامیابی کے آثار بہت جلد ہی ظاہر بھی ہونے لگے چند دن بعد جب ایک جلسہ ہوا تو اس میں دو سو آدمی آئے۔ اس دفعہ انہیں معقول مالی امداد مہیا ہوئی۔ ایک مہینے کے بعد پارٹی کے جلسوں میں چار چار سو آدمی آنے لگے۔

۱۹۲۰ء میں ہٹلر نے اس بات پر زور دیا کہ اب کے ایک بہت بڑا عظیم الشان جلسہ کرنا چاہیئے۔ ہر ہیرر اس سے متفق تھا۔ اس لئے وہ عہدہ صدارت سے سبکدوش کر دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اینٹن ڈریکسلر پارٹی کا صدر بنا۔ مجوزہ جلسے کے انتظام کا بار ہٹلر نے اپنے کندھوں پر لیا۔

ہٹلر کے اصولوں پر پارٹی کے نصب العین کی بنیاد

اس عظیم الشان جلسے کے لئے جس کا انتظام خود ہٹلر نے کیا تھا، ۲۴ فروری ۱۹۲۰ء کا دن رکھا گیا تھا۔ جلسہ شام کے سوا سات بجے شروع ہوا۔ جب ہٹلر حاضرین کے جم غفیر کے درمیان سے گذر کر پلیٹ فارم پر پہنچا تو اس کا دل خوشی کے مارے بلیوں اچھل رہا تھا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ دو ہزار سے کم کا مجمع نہ ہوگا جب پہلا مقرر تقریر کر چکا تو ہٹلر کی باری آئی۔ پہلے تو چند منٹ تک جلسے میں شور وغل ہوتا رہا لیکن جب والنٹیروں نے سکون کی فضا پیدا کر دی تو ہٹلر نے تقریر شروع کی۔ یہ تقریر ایک گھنٹے تک جاری رہی اور اس میں ہٹلر نے اپنے پچیس بنیادی اصولوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔

ان نئے خیالات، اس نئے ایقان اور اس نئے بھروسے کا اثر جو ہٹلر کی تقریر نے ان کے دلوں میں اتارا سامعین پر چھا گیا۔ تقریر کیا تھی۔ یہ معلوم ہوا جیسے آگ پھونک دی گئی ہے اور اس آگ کی چمک میں جرمنی کی غلامی کے بندھنوں کو کاٹنے والی تلوار اب میان سے باہر نکلنے ہی والی ہے۔

دوسرے دن ۲۱ فروری ۱۹۲۰ء کو نیشنل سوشلسٹ جرمن مزدور پارٹی کے ممبروں کی دوبارہ نشست ہوئی اور ہٹلر کے پچیس بنیادی اصولوں پر پوری طرح غور کیا گیا۔ پارٹی میں یہ اصول اتنے پسند کئے گئے کہ عام منظوری سے انہیں قبول کر لیا گیا۔ انہی پر پارٹی کے نصب العین کی بنیاد رکھی گئی۔ آج کل یہی نیشنل سوشلسٹ جرمن مزدور پارٹی نازی پارٹی کہلاتی ہے۔

بارھواں باب

ہٹلر کے پچیس۲۵ بنیادی اصول

۲۵ رفروری ۱۹۲۰ء کو نیشنل سوشلسٹ جرمن مزدور پارٹی نے اپنا پروگرام دنیا کے سامنے پیش کیا۔ پارٹی کے ضابطے کی دفعہ نمبر ۲ کی رُو سے اس پروگرام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوسکتی۔ یہ پروگرام اصل میں ہٹلر کے وہی پچیس بنیادی اصول ہیں جو اس نے ۲۰ رفروری کے عظیم الشان عام جلسے میں پیش کئے تھے۔ ذیل میں یہ پروگرام درج کیا جاتا ہے۔

پارٹی کے لیڈروں کی کسی حالت میں بھی یہ خواہش نہیں ہے کہ ان مقاصد میں جن کا ایک دفعہ اعلان کر دیا گیا ہو تبدیلی کر کے ان کی جگہ نئے مقاصد رکھے جائیں۔ پارٹی لیڈر کسی طریق سے بھی عوام کی بے چینی میں اضافہ نہیں کرنا چاہتے اور اس طرح وہ پارٹی کے وجود کو مسلسل قائم رکھنے کا یقین دلاتے ہیں۔

(۱) ہم جرمنی کے سب اداروں کو اس اصول کی بنیاد پر متحد کرنا چاہتے ہیں کہ ہر قوم کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار ہے اور اسی اصول پر ایک وسیع تر جرمنی کی تعمیر ہوگی۔ ہم ورسائی اور سینٹ جرمین کے صلحناموں کو رد کرنا چاہتے ہیں۔

(۲) ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ لین دین کے معاملے میں جرمنی کو دوسری قوموں کے مقابلے میں پست نہ سمجھا جائے۔

(۳) ہم اپنے ہم وطنوں کی تعلیم و تربیت اور اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے زمین چاہتے ہیں اور نوآبادیاں واپس لینے کے خواہشمند ہیں۔

(۴) قوم کے افراد کے علاوہ اور کوئی حکومت کا شہری نہیں ہو سکتا اور کوئی ایسا شخص جس کی رگوں میں جرمن خون نہ ہو (خواہ اس کا مذہب کچھ ہی ہو) قوم کا فرد قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس اعتبار سے کوئی یہودی حکومت کا شہری نہیں ہو سکتا۔

(۵) جو شخص حکومت کا شہری نہیں ہے وہ حکومت کی حدود میں مہمان ہی کی حیثیت سے رہ سکتا ہے۔ اور اس کو غیر ملکی قانون کے ماتحت ہی سمجھنا چاہیئے۔

(۶) حکومت کی سلطنت اور قانون کے سلسلے میں حق رائے دہی صرف انہی کو حاصل ہوگا جو حکومت کے شہری ہونگے۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ سب قسم کے عہدے (چاہے وہ پارلیمنٹری ہوں، یا ملکی یا چھوٹے چھوٹے شہروں کے) صرف حکومت کے شہریوں کو دئیے جائیں۔ پارٹیوں کی نقطۂ نظر سے ہم پارلیمنٹ میں کیرکٹر اور قابلیت پر غور کئے بغیر جگہ دید ینے کے بُرے دستور کی مخالفت کرتے ہیں۔

(۷) ہم چاہتے ہیں کہ تجارت کو فروغ دینا اور حکومت کے شہریوں کی روزی کا بندوبست کرنا حکومت اپنا اوّلین فرض سمجھے۔ حکومت کا ساری رعایا کو پالنا امکان سے باہر ہے۔ اس لئے غیر ملکی قوم کے افراد کو (جو حکومت کے شہری نہیں ہیں) رائخ (جرمن پارلیمنٹ) سے نکال دیا جائے۔

(۸) جرمنوں کے علاوہ اور سب کو جرمنی میں آباد ہونے سے روک دیا جائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ سب غیر آریہ افراد جو ۲ اگست ۱۹۱۴ء کے بعد جرمنی میں داخل ہوئے ہیں رائخ سے علیحدہ کر دئیے جائیں۔

(۹) جہانتک حقوق اور فرائض کا تعلق ہے حکومت کے سب شہری مساوی حقوق کے مالک ہونگے۔

(۱۰) حکومت کے ہر ایک شہری کا یہ پہلا فرض ہوگا کہ وہ اپنی دماغی اور جسمانی صلاحیتوں سے پورا پورا کام لے کسی خاص شخص کے کام کی کسی گروہ یا جماعت کے مفاد سے ٹکر نہ ہونی چاہئے۔ اسے قومی قانون کے مطابق ہی چلنا چاہئے اور سب کی بھلائی کا خیال رکھنا چاہئے۔

(۱۱) چنانچہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ کام کئے بغیر کسی قسم کی آمدنی حاصل نہ کیجائے

سُود پر پابندی

(۱۲) اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جنگ کے موقعے پر ضرورت مند قوم کو جان و مال کی عظیم ترین قربانی دینی پڑتی ہے اس شخص کو قوم کا مجرم گردانا جائے جو جنگ کے حالات سے فائدہ اٹھاکر دولت مند بن گیا ہو۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ جنگ کے زمانے میں کمائی ہوئی دولت ضبط کر لی جائے۔

(۱۳) ہم چاہتے ہیں کہ اسوقت تک جتنا کاروبار کمپنیوں (ٹرسٹوں) کی شکل اختیار کر چکا ہے وہ سب قومی ملکیت قرار دیدیا جائے۔

(۱۴) ہم چاہتے ہیں کہ اس منافع کو جو تھوک فروشی سے حاصل ہوتا ہے تقسیم کر دیا جائے۔

(۱۵) ہم چاہتے ہیں کہ اس انتظام کو اور بھی زیادہ وسعت دی جائے جو پیرانہ سال افراد کے لئے کیا جاتا ہے۔

(۱۶) ہم چاہتے ہیں کہ اوسط طبقے کے افراد بالکل تندرست ہوں اور ان کے کام کاج ٹھیک طور پر چلتے رہیں۔ تھوک فروشی کا جتنا بھی بیوپار ہے

وہ سب فوراً بحیثیت مجموعی جرمن قوم کے حوالے کر دیا جائے۔ چھوٹے دکانداً کم سود پر روپیہ قرض لے سکیں۔ حکومت کو رسد مہیّا کرنے والے چھوٹی حیثیت کے غلّہ فروش، افسران ضلع، اور چھوٹے چھوٹے مقامی اداروں کا زیادہ سے زیادہ خیال رکھا جائے۔

(۱۷) زمین کو اپنی قومی ضرورتوں کے مطابق بنانے کے لئے ہم اس کی اصلاح کرنی چاہتے ہیں۔ اگر قومی کاموں کے واسطے زمین کی ضرورت ہو تو بلا ہرجانہ دئیے ضبط کرنے کا اصول بنایا جائے۔ زمینی قرضے پر سُود نہ لیا جائے۔ اور زمین کا سارا لین دین بند کر دیا جائے۔

(۱۸) جن افراد کے کام عوام کے مفاد کے لئے نقصان دہ ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان پر مقدمہ چلایا جائے اور ان کو سزا دی جائے۔ قوم کے مخالف کمینے مجرموں، ناجائز سُود لینے والوں اور غیر واجب نفع حاصل کرنے والوں وغیرہ کو بلا امتیاز مذہب وملّت مستوجب سزا قرار دیا جائے۔

(۱۹) ہم چاہتے ہیں کہ مستقبل میں رُومی قانون کی جگہ سارے جرمنی میں اسکا اپنا بنایا ہوا قانون نافذ کیا جائے۔ حکومت کے سامنے یہ مقصد ہونا چاہئے کہ ہر ایک لایق اور محنتی جرمن باشندے کے لئے اعلیٰ تعلیم کے امکان کو زیادہ کرے اور اس سلسلے میں ان کی ترقی کا سامان مہیّا کرے۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے حکومت کو قومی نظامِ تعلیم کو از سرِ نو ترتیب دینا چاہئے۔ ساری درسگاہوں میں نصاب تعلیم ایسا رکھا جائے جو ہماری عملی زندگی کی ضرورتوں کے مطابق ہو۔ درسگاہ کا نصب العین یہ ہونا چاہئے کہ وہ جرمن قومیت کو ہر طالبعلم کا مرکزِ خیال بنا دے۔ ہم چاہتے ہیں کہ فرقے اور پیشے کے امتیاز سے قطع نظر کرتے ہوئے غریب اور مفلس ماں باپ کے بچوں کو حکومت اپنے خرچ پر

تعلیم دلائے۔

(۲۱) ماؤں اور بچوں کی حفاظت کرکے ، بچوں سے مزدوری کرانے کے طریق کو خلافِ قاعدہ قرار دے کر، جسمانی ورزش کو لازمی کر کے اور نوجوانوں کے ورزشی کلبوں کی حوصلہ افزائی کر کے حکومت کو قوم کا معیار صحت بلند کرنا چاہئے

(۲۱) ہم تنخواہ دار قومی فوج رکھنے کا سسٹم بند کرنا چاہتے ہیں۔

(۲۳) جان بوجھ کر سیاسی جھوٹ بولنے اور اخباروں میں اُس سے کام لینے کے خلاف ہم قانونی جنگ کرنی چاہتے ہیں۔ اس غرض سے کہ جرمنی میں قومی اخبارات کے اجرا میں آسانیاں ہوں ہم چاہتے ہیں کہ :۔

(الف) اخباروں کے وہ سب ایڈیٹر اور نامہ نگار جو جرمن زبان استعمال کرتے ہوں، صرف جرمن قوم کے افراد ہوں۔

(ب) جو غیر جرمن اخبارات ہماری سلطنت میں شایع ہونگے ان کے اجرا کے لئے مالکان اخبارات کو حکومت سے خاص منظوری لینی ہوگی۔ البتہ ان کا جرمن زبان میں چھپنا لازمی نہ ہوگا۔

(ج) اس سلسلے میں ایک قانون بنایا جائے کہ جرمن اخبارات میں غیر جرمن افراد حصہ دار نہ ہوں اور جرمن اخباروں پر غیر جرمن لوگوں کا کوئی مالی اثر نہو۔ جو اخبار اس قانون کی خلاف ورزی کرے اُسے قانوناً بند کر دیا جائے۔ اور اُس غیر جرمن شخص کو جس کا مجرم اخبار سے تعلق ہو۔ جرمنی سے دیس نکالا دید یا جائے۔ جو اخبارات قوم کے ہمدرد نہ ہونگے ان کی اشاعت بند کردی جائیگی اگر فنون یا لٹریچر میں ہم کوئی ایسی چیز دیکھیں گے جو ہماری قومی زندگی کے منافی ہوگی تو ہم اس کے خلاف مقدمہ چلائیں گے اور جو ادارے مندرجہ بالا کے خلاف ورزی کریں گے انہیں قانوناً بند کر دیا جائیگا۔

(۲۳) ہم سارے مذہبی اداروں کو جب تک کہ وہ حکومت کے لئے مُضر نہ ہوں اور جرمن قوم کے اخلاقی تصوّر کے خلاف نہ جائیں، آزادی دینی چاہتے ہیں ہماری یہ پارٹی مذہبی عقیدے کے لحاظ سے عیسائی ہے۔ مگر پارٹی خود کو کسی قسم کے خیالات کی پابند نہیں کرتی تاہم وہ ملک کے اندر اور اس کے باہر بسنے والے یہودی دہریوں کے خلاف جنگ کا اعلان کرتی ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ ان اصولوں پر عامل ہونے سے ہماری قوم ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہوگی۔

افراد کے ذمّے عام فرائض

(۲۴) ہم یہ چاہتے ہیں کہ حکومت کی مرکزی قوت بہت قوی ہو۔ پارلیمنٹ سیاسی مرکزیت رکھتی ہو اور اس پارلیمنٹ کا کُل رائج اور اس کے سب اداروں پر پورا پورا اختیار ہو۔ اس غرض سے کہ پارلیمنٹ کے ان قوانین پر عملدرامد ہوسکے جو جرمنی کی مختلف ریاستی حکومتوں میں نافذ کئے جائیں گے مختلف پیشوں اور جماعتوں کے الگ الگ گروہ بنائے جائیں۔

(۲۵) پارٹی کے لیڈر اس بات کا حلف اٹھاتے ہیں کہ اگر ضرورت پڑی تو اس نصب العین کی تکمیل کے لئے وہ اپنی جان تک قربان کردیں گے۔

یہ پروگرام ۲۴ رفروری سنہ ۱۹۲۰ء کو میونک کے مقام پر پیش کیا گیا۔

تیرھواں باب

ابتدائی زمانے کی جدوجہد

۲۴ فروری ۱۹۲۰ء کا جلسہ ختم ہوتے ہی دوسرے جلسے کے انعقاد کی تیاریاں شروع ہوگئیں۔ یا تو یہ حالت تھی کہ یہ لوگ میونک جیسے شہر میں بھی ہر مہینے یا پندرہ دن پیچھے جلسہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے تھے یا اب ان کا حوصلہ اتنا بڑھ گیا کہ ہر ہفتے عظیم الشان جلسوں کا بندوبست کرنے لگے۔

ہر بار جلسوں میں حاضرین کی تعداد بڑھتی ہی جاتی تھی۔ عوام ہٹلر کی پارٹی کے جلسوں سے روز بروز زیادہ دلچسپی کا اظہار کرنے لگے۔

ان جلسوں سے ہٹلر کو ایک بڑا زبردست فائدہ یہ پہنچا کہ وہ یکا مقرر بن گیا۔ اب وہ ہزاروں کے جلسوں میں گھنٹوں تک مسلسل تقریریں کرنے لگا پہلے تقریروں کے علاوہ اشتہاروں، پمفلٹوں وغیرہ کے ذریعے سے بھی اپنے خیالات کی نشرو اشاعت کی جاتی تھی مگر جب جلسوں کی کثرت ہوگئی تو ہٹلر کی پارٹی والے صرف تقریروں سے اپنے خیالات کے پروپیگنڈے کا کام لینے لگے۔

ہٹلر کا دوسری پارٹیوں سے تعلق

۱۹۱۹ء کے بعد ۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں ہٹلر نے متوسط طبقہ والوں کے جلسوں میں بھی شرکت کی۔ اس نے ڈیموکریٹک، جرمن نیشنلسٹوں، جرمن پیپلز پارٹی

والوں اور یوپرین پیپلز پارٹی والوں کے جلسوں میں بھی حصہ لیا۔ ان سب جلسوں کی خصوصیت یہ تھی کہ ان میں سب سامعین ایک ہی رائے رکھتے تھے کیونکہ وہ سب ایک ہی پارٹی کے پیرو ہوتے تھے۔ اس بات کا کوئی امکان ہی نہیں تھا کہ ان میں سے کوئی شخص مخالفانہ جذبے کا اظہار کرے گا اور مقرر بھی اس بات کی احتیاط رکھتا تھا کہ ان کی خاموشی نہ ٹوٹے۔ ان جلسوں میں مقرر اپنی تقریریں کو اس طرح پڑھ کر سنا دیتے تھے جیسے وہ کوئی اخبار سنا رہے ہیں۔ باقی حاضرین بالکل ساکت رہتے تھے اور ایسا سناٹا رہتا تھا۔ گویا سب کے سب غور و فکر کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ جب کوئی باہر جاتا یا کھانستا اسی وقت مقرر کے علاوہ کسی دوسرے کی آواز سنائی دیتی۔ آخر میں صدر جلسہ جرمنی کا قومی ترانہ گواتا اور جلسہ برخاست ہو جاتا۔

اس کے برخلاف نیشنل سوشلسٹوں کے جلسے اتنے پُرامن نہیں ہوتے تھے ان جلسوں میں مخالفین اور بانیان جلسہ میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ گرماگرمی ہو ہی جاتی تھی۔ اس لئے شروع ہی سے صدر جلسہ کو نظم قایم رکھنے کے لئے مکمل اختیارات دیئے جاتے تھے۔ ان جلسوں کے اختتام پر قومی ترانہ بھی نہیں گایا جاتا تھا۔ بلکہ دل بڑھانے والے نعرے لگائے جاتے تھے۔

سُرخ جھنڈے والے (کمیونسٹ) ان جلسوں کو درہم برہم کرنے کی غرض سے آیا کرتے تھے۔ رفتہ رفتہ وہ بڑی کثیر تعداد میں آنے لگے۔ ان میں چند ذمہ دار کارکن بھی ہوتے تھے جن کے چہروں پر لکھا ہوتا تھا کہ آج ہم تمہیں (سوشلسٹوں کو) جلسہ گاہ سے باہر نکال کر ہی دم لینگے۔ اکثر بہت معمولی باتوں پر جھگڑا ہو جایا کرتا تھا اور صرف صدر جلسہ کے حُسنِ سلوک ہی سے صورتِ حالات پر قابو پایا جاتا تھا۔ جلسے کو بگاڑنے میں کامیاب نہ ہوسکتے تو کمیونسٹ بہت پریشان اور ملول

نظر آنے لگتے۔

بہت کچھ غور و فکر کرنے کے بعد ہٹلر نے بھی اپنے اشتہارات سُرخ رنگ کے کاغذوں پر نکالے۔ یہ کمیونسٹوں کی پارٹی کا مخصوص رنگ تھا۔ مگر اس سے ہٹلر کا یہ مقصد نہیں تھا کہ خود کو کمیونسٹ ظاہر کر کے دھوکے سے عوام کو اپنی پارٹی کی طرف متوجہ کرے۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو انہی جیسا ظاہر کر کے کمیونسٹوں سے بات چیت کرنے کا موقع نکالنا چاہتا تھا۔

جب لال جھنڈے والے (کمیونسٹ) تنہا اپنی کوششوں سے نیشنل سوشلسٹوں کے جلسوں کو بگاڑنے میں کامیاب نہ ہوئے تو انہوں نے اپیلیں کر کر کے مزدور طبقے کے لوگوں کو ورغلانا شروع کیا کہ وہ کثیر تعداد میں نیشنل سوشلسٹوں کے جلسوں میں آیا کریں اور مداخلت کر کے انھیں درہم برہم کیا کریں۔

اب ان جلسوں میں ایسا ہونے لگا کہ تین چوتھائی جگہ وقتِ مقررہ سے بہت پہلے ان مزدوروں سے بھر جاتی جو دنگا فساد کرنے کی نیت سے آتے مگر جہاں تک ہٹلر کی پارٹی کا تعلق ہے اس کے لئے یہ بات فائدہ مند ہی ثابت ہوئی۔ مزدور آتے تو دنگا فساد ہی کرنے کی نیت سے۔ مگر جاتے مطمئن ہو کر۔

جب حالت یہ ہو گئی کہ سُرخ جھنڈے والوں کی حرکتیں کسی طرح بھی فلاح پذیر نہ دکھائی دیں تو اب اُن سے کھلم کھلا یہ کہا جانے لگا کہ جلسے سے باہر چلے جائیں۔ یہ باتیں سُرخ جھنڈے والوں کے اخباروں میں بھی شایع ہوتی تھیں۔ رفتہ رفتہ پبلک کا اشتیاق بڑھنے لگا اور وہ سُرخ جھنڈے والوں کی بہ نسبت نیشنل سوشلسٹوں کی طرف زیادہ مائل دکھائی دینے لگی۔

اس سے سُرخ جھنڈے والے بغض و عداوت پر اُتر آئے۔ وہ نیشنل سوشلسٹوں کے ساتھ ایسا سلوک کرنے لگے گویا نیشنل سوشلسٹ بنی نوع

انسان کے دشمن ہیں۔ مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے بعد انہیں یہ پتہ چل گیا کہ اس نازیبا روش کے نتائج ان کے لئے اچھے نہ ہونگے۔ انہیں یہ نظر آرہا تھا کہ ان کی اس روش سے پبلک کی توجہ نیشنل سوشلسٹوں کی طرف اور بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ اب انہوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا کہ نیشنل سوشلسٹوں کے جلسوں کو درہم برہم کرنے کے لئے جان توڑ کوششیں شروع کر دیں۔

جب ہٹلر کی پارٹی والوں نے یہ رنگ دیکھا تو ان کو بھی اپنی حفاظت کا سامان کرنا پڑا۔ حکومت کے افسروں کی یہ حالت تھی کہ وہ سُرخ جھنڈے والوں کو نیشنل سوشلسٹوں کے جلسوں میں مداخلت سے باز رکھنے کی کوئی کوشش نہ کرتے تھے۔ بلکہ اکثر یہ دیکھا گیا کہ وہ ان کی رعایت ہی کر جاتے تھے۔ چنانچہ نیشنل سوشلسٹوں نے اپنی حفاظت کے لئے پولیس سے کبھی امداد نہیں مانگی بلکہ خود ہی اپنے ان مخالفوں کا مقابلہ کرتے تھے اور ہر جلسے میں پندرہ بیس آدمیوں کو مار پیٹ کر ٹھیک بھی کر دیا کرتے تھے۔ اور اس کے بعد بھی ہر وقت چوکنے رہتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ مخالفین کئی دفعہ سر اٹھا سکتے ہیں۔

اس زمانے میں حکومت کی باگ ڈور متوسط طبقے والوں کے ہاتھوں میں تھی۔ ہٹلر اپنی پارٹی کے لوگوں کو یہ بات سمجھایا کرتا تھا کہ ہمارا نصب العین ہر چند بلند ہے مگر جنگ کئے بغیر ہم اُسے حاصل نہیں کر سکتے۔ ہٹلر کی اس تلقین کا اثر یہ ہوا کہ پارٹی کے افراد کے دل و دماغ جنگجویانہ خیالات سے لبریز ہو گئے اور اُن کے ولولوں کا یہ عالم ہو گیا کہ پارٹی کا ہر فرد قوم کی بقا اور اس کے فائدے کے لئے اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار ہو گیا۔

چنانچہ جب جلسوں میں گڑبڑ ہوتی تو نیشنل سوشلسٹ والنٹیر اپنی پارٹی کے بگل کی آواز سنتے ہی گڑبڑ ڈالنے والوں پر ٹوٹ پڑتے۔ اس کی انہیں کوئی

پرواہ نہ ہوتی کہ ہم تعداد میں کم ہیں یا زیادہ۔ انہیں مجروح ہو جانے یا مرجانے کا بھی کوئی خوف نہ ہوتا تھا۔ نصب العین کے راستے میں فسادیوں کی شکل میں جو کانٹے دکھائی دیتے تھے بس انہیں دور کرنے کی دھن ہوتی تھی۔

محافظ جماعت کی تدریجی ترقی

جلسوں کی گڑبڑ کو فرو کرنے کے لئے جو جماعت بنائی گئی تھی اسکا نام محافظ جماعت رکھا گیا تھا۔ یہ جماعت آہستہ آہستہ ترقی کرتی رہی۔ ۱۹۲۰ء میں گرمیوں کے موسم میں اسے ایک مقررہ ڈھنگ پر ترتیب دیا گیا جس سے اس کی تشکیل ایک خاص وضع پر قایم ہوگئی۔

۱۹۲۱ء کے موسم بہار میں اس جماعت میں بہت کثیر تعداد میں جوان بھرتی ہوئے اور جماعت بہت بڑھ گئی۔ چنانچہ اسے کئی کمپنیوں میں تقسیم کرنا پڑا۔ مگر بھرتی ہونے والوں کی تعداد میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا یہانتک کہ ان کمپنیوں کو بھی آگے چل کر بہت سی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں بانٹنا پڑ گیا۔ چونکہ جلسے منعقد کرنے کا کام بڑھتا ہی جاتا تھا۔ اس لئے ایسا کرنا اور بھی ضروری تھا

ہٹلر کا نیا جھنڈا

محافظ جماعت بنائی تو گئی تھی صرف جلسوں کی حفاظت کرنے کے لئے مگر اسکا وجود ایک اہم تر مسئلے کے حل کا سبب بھی بن گیا۔ وہ مسئلہ پارٹی کے جھنڈے کا سوال تھا۔

ابھی تک ہٹلری پارٹی کے پاس اپنا کوئی امتیازی نشان نہ تھا۔ اور اسکا اپنا کوئی جھنڈا تھا۔ حالانکہ مستقبل میں پارٹی کو بین الاقوامی افراد کے خلاف جو

مظاہرے کرنے تھے اُن کے سلسلے میں یہ ضروری تھا کہ پارٹی کے پاس اپنا کوئی نہ کوئی امتیازی نشان ضرور ہو۔

جہانتک دوسروں کے خیالات پر اپنا اثر ڈالنے کا تعلق ہے اس اعتبار سے بھی پارٹی کے لئے ایک امتیازی نشان رکھنے کی ضرورت تھی۔ خود ہٹلر اس بات کو جانتا تھا کہ اس قسم کے امتیازی نشانات کسقدر اہمیت رکھتے ہیں جنگِ عظیم کے بعد کے دَور میں کارل مارکس کے پیروؤں نے برلن شہر میں اپنا جو عظیم الشان مظاہرہ کیا تھا۔ ہٹلر بذات خود اُس میں موجود تھا۔ وہاں اسوقت یہ کیفیت تھی کہ سُرخ جھنڈیوں، سُرخ کپڑوں اور سُرخ پھولوں کا سمندر لہریں لیتا معلوم ہوتا تھا اور اُس نے اِس ایک لاکھ بیس ہزار افراد کے جمِ غفیر کو ایک زندہ طاقت کی شکل دیدی تھی۔

ہٹلر نے اس وقت یہ گُر ذہن نشین کیا تھا کہ پارٹی کے امتیازی نشان سے عوام پر پارٹی کا بہت اچھا اثر ڈالا جا سکتا ہے۔

اوسط طبقے کی پارٹی والوں کے پاس کوئی امتیازی نشان نہیں تھا۔ مگر امتیازی نشان ہی کیا۔ اُن کے پاس تو کوئی بنیادی اصول بھی نہیں تھا۔ ان لوگوں نے کالے، سفید اور سُرخ رنگ ہی کو اپنا امتیازی نشان قرار دے لیا تھا۔ یہ اصل میں پُرانے ملوکیت پسندوں کا نشان تھا۔

جب ہٹلر نے امتیازی نشان کی ضرورت کو کماحقہٗ محسوس کر لیا تو اس نے مختلف قسم کے نشانات کی اس غرض سے جانچ پڑتال شروع کی کہ ان میں کونسا نشان پارٹی کا امتیازی نشان بننے کی اہلیت رکھتا ہے۔ بہت سے نشانوں کو دیکھنے بھالنے کے بعد اس نے ایک نشان پسند کیا۔ اس نے ایک ایسا جھنڈا بنایا جو سُرخ رنگ کا تھا۔ جھنڈے کے بیچوں بیچ سفید جگہ چھوڑی گئی

اور اس سفید جگہ کے ٹھیک وسط میں ٹیڑھے کناروں والی صلیب بنائی گئی۔ بہت کچھ سوچ بچار کے بعد ہٹلر نے جھنڈے کی تشکیل کے بارے میں یہ بھی طے کر دیا کہ سفید جگہ، اور صلیب میں سے دونوں کے لئے کتنی کتنی جگہ رکھی جائے اور صلیب کی موٹائی کتنی ہو۔ اسوقت سے یہی نشان نازیوں کا امتیازی نشان قرار پایا۔

ہٹلر کا سواستک جھنڈا تشریح کی روشنی میں۔

تعجب کی بات یہ ہے کہ ہٹلر کے جھنڈے کا یہ امتیازی نشان جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے ہو بہو ہندوستان والوں کا سواستک کا نشان ہے۔ ہٹلر نے اپنی کتاب میں جرمنی کے قومی جھنڈے پر تشریح کی روشنی ڈالتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ یہ نشان ٹیڑھے کناروں والی صلیب ہے۔ صلیب عیسائیت کا نشان ہے۔ مگر اس کے کنارے اس طرح ٹیڑھے نہیں ہوتے۔

ہٹلر اپنے آریہ نسل ہونے پر نازاں ہے۔ یہ مُسلّم ہے کہ قدیم زمانے کے آریہ لوگوں میں سواستک کا نشان رائج تھا۔ ہمارا اندازہ ہے کہ ہٹلر نے اسی نسلی جذبے کو اُبھارنے کے لئے سواستک کو جرمنی کا قومی نشان بنایا ہے مگر اسی کے ساتھ ہمارا خیال یہ بھی ہے کہ دل میں یہ جذبہ ہوتے ہوئے بھی ہٹلر اپنے امتیازی نشان کی توضیح اور طریق پر کرتا ہے۔ کیونکہ بلحاظ مذہب وہ عیسائی ہے۔

بہر کیف سُرخ جھنڈے کی سفید جگہ میں بنا ہوا سواستک کا نشان ہی آج جرمنی کا قومی نشان ہے۔

اس نشان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جرمنی کے علاوہ دوسرے

ممالک بھی اسے سواستک نشان ہی کہتے ہیں۔
جب قومی نشان قرار پاگیا تو ہٹلر نے اپنی محافظ جماعت کو یہ حکم دیدیا کہ اس کے افراد بھی اپنے اپنے بازوؤں پر یہی نشان باندھیں۔ یہ نیا نشان عوام کے سامنے ۱۹۲۰ء کے موسم گرما میں نمودار ہوا تھا۔

ہٹلر کا پہلا عظیم الشان مظاہرہ

۱۹۲۱ء میں جنوری کے مہینے میں ایک بار پھر پریشانی کے اسباب پیدا ہو گئے یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ پیرس کے سمجھوتے کی رُو سے جرمنی پر ایک ارب مارک (سونے کا جرمن سکّہ) سالانہ تاوان ڈالا گیا تھا۔ اب اِس سمجھوتے کو لندن کے الٹیمیٹم کی صورت میں دوسری دفعہ قبول کرنا تھا۔
جرمنی کی قومی غیرت کا تقاضہ یہ تھا کہ اس کے خلاف ایک زبردست احتجاجی مظاہرہ کیا جائے مگر دن گذرتے گئے اور جرمنی کی کسی مقتدر جماعت نے اس طرف توجہ نہ دی۔ مظاہرے کا انتظام تو کسی شکل میں کیا جا رہا تھا مگر اُس کے لئے ابھی تک کوئی تاریخ معیّن نہ ہو سکی تھی۔ مزدوروں کی پارٹیوں تک نے بھی جو لندن الٹیمیٹم کے سخت خلاف تھیں، ابھی تک مظاہرے کی کوئی تاریخ مقرر نہ کی تھی
اس پر ہٹلر نے اپنی پارٹی میں تجویز پیش کی کہ اپنی ذمہ داری پر ایک زبردست مظاہرہ کیا جائے۔ پارٹی کی طرف سے اس تجویز کا حوصلہ افزا جواب نہ ملا جس سے یہ پتہ چلا کہ پارٹی والے اس بات کو ٹالنا چاہتے ہیں۔ مگر ہٹلر جو طے کر چکا تھا۔ اس سے پھرنے والا نہ تھا۔
یکم فروری کو منگل کے دن اس نے آخری بار سب پارٹیوں کے لیڈروں سے دریافت کیا کہ آخر کیا کرنا ہے؟ اس سے کہا گیا کہ آپ ایک دن کے لئے

اور رُک جائیں۔ بُدھ کے دن ہٹلر نے اور بھی زیادہ زوردار الفاظ میں دریافت کیا کہ آیا مظاہرہ کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں؟ اور اگر مظاہرہ ہو گا تو کہاں ہو گا؟ اب بھی کوئی یقینی جواب نہ ملا۔ صرف اتنا بتایا گیا کہ اسی ہفتے میں مزدوروں کو مظاہرہ کی اطلاع دینے کا ارادہ ہے۔

اس سے ہٹلر کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے طے کر لیا کہ وہ اپنی ذمہ داری پر مظاہرہ کرے گا۔ بُدھ کے دن دس منٹ کے اندر اندر اس نے پوسٹر وغیرہ تیار کرائے اور اس کے دُوسرے دن ۳ رفروری کے لئے دن بھر کے واسطے سرکس کراؤن کو کرائے پر لے لیا۔

سرکس کراؤن میونک شہر کا سب سے بڑا ہال تھا۔ اور اس میں پانچ ہزار آدمیوں کے بیٹھنے کی گنجائش تھی۔ اس وقت تک ہٹلر کی پارٹی کو اپنا جلسہ کسی ہال میں کرنے کا حوصلہ نہ ہوا تھا۔

ایک ایسے دَور میں جب کہ پارٹی بے سروسامانی کے عالم میں تھی اس قدر زبردست جرأت کرنا خطرات سے خالی نہ تھا کیونکہ اس بات کا کچھ ٹھیک نہیں تھا کہ اتنا بڑا ہال بھر سکیگا یا نہیں۔ پھر نیشنل سوشلسٹوں کے مخالف بھی تھے اسکا بھی امکان تھا کہ وہ جلسے میں گڑبڑ ڈالیں گے۔ ایک بات صاف طور پر دکھائی دے رہی تھی اور وہ یہ تھی کہ اگر اس دفعہ ناکامی کا مُنہ دیکھنا پڑا تو ایک لمبی مدّت تک کے لئے ترقی رُک جائیگی۔

مظاہرے کا دن سر پر آپہنچا تھا اور ابھی تک اچھی طرح اعلان بھی نہ ہو سکا تھا۔ اب اس کام کے لئے صرف ایک ہی دن مل سکتا تھا۔

جمعرات کے دن سُوئے اتفاق سے صبح ہی صبح بارش ہونے لگی۔ اور یہ خدشہ پیدا ہو گیا کہ ایسی حالت میں بہت سے لوگ جلسے میں آنے کی جگہ اپنے

گھر میں انگیٹھی کے آگے بیٹھنا ہی زیادہ پسند کرینگے نقص امن اور کشت و خون کا خوف انہیں مظاہرے میں شامل ہونے سے اور بھی باز رکھیگا۔

جمعرات کے دن ہٹلر نے دو لاریاں کرائے پر لیں اور جہانتک ممکن ہوسکا انہیں سرخ کپڑوں اور سرخ کاغذوں سے ڈھانپ دیا گیا۔ دونوں لاریوں پر ایک ایک جھنڈا لگایا گیا۔ اور ان پر پندرہ پندرہ بیس بیس آدمی بٹھائے اور اور یہ حکم دیدیا کہ تیزی سے اشتہارات پھینکتے ہوئے شہر کی گلیوں میں سے گذر جاؤ تاکہ شام کو ہونے والے جلسے کا پوری طرح اعلان جائے۔

یہ پہلا موقع تھا کہ کارل مارکس کے پیرو کمیونسٹوں کے علاوہ اور دوسرے لئے بھی لاریوں کے ذریعے بازاروں اور گلیوں میں اشتہارات بٹوائے۔

بہرحال جلسے کا وقت آیا۔ جبوقت ہٹلر ہال میں داخل ہوا تو اس کا دل اسی طرح خوشی سے جھوم رہا تھا جس طرح ایک سال پہلے عوام کے عظیم الشان جلسے کے موقعے پر وہ بیحد خوش تھا۔ جب ہٹلر ہال کی عظیم الشان بھیڑ میں سے گذرتا ہوا پلیٹ فارم پر آیا تو اُسے اندازہ ہوا کہ جلسہ کتنا کامیاب ہے۔ ہال میں لاکھوں انسانی سروں کا ایک بحرِ ذخار ٹھاٹیں مارتا دکھائی دیتا تھا۔

ہٹلر نے اس عظیم الشان جلسے میں جو تقریر کی اسکا عنوان تھا "مستقبل یا مکمل تباہی"۔ وہ ڈھائی گھنٹے تک مسلسل بولتا رہا۔ تقریر شروع کرنے کے بعد نصف گھنٹے کے اندر ہی اس نے عوام کے رجحان کو دیکھ کر یہ اندازہ لگالیا کہ جلسے اور مظاہرے کو بڑی زبردست کامیابی نصیب ہوگئی۔

اوسط طبقے کی حمایت کرنے والے اخبارات نے اس مظاہرے کو اپنے کالموں میں ایک قومی مظاہرہ ظاہر کیا۔ ان کی مستقل پالیسی یہ تھی کہ نیشنل شوشلسٹوں کی اہمیت کو کم کیا جائے۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی انہوں نے مظاہرے کی زبردست

کامیابی کا ذکر کرتے وقت مظاہرے کے نیشنل سوشلسٹ منتظمین کا کوئی ذکر نہیں کیا۔

جب ۱۹۲۱ء میں میونخ میں ہٹلر اس طرح کام شروع کر چکا تو اب اس نے جلسے کرنے کی رفتار تیز کی۔ اب ہر ہفتے میں ایک جلسہ ضرور ہوتا تھا بلکہ بعض اوقات تو ایک ہفتہ میں دو جلسے بھی ہو جاتے تھے۔ گرمیوں اور سردیوں میں ایک ایک ہفتے میں تین تین جلسے ہونے لگے۔

یہ سب جلسے اکثر سرکس کراؤن ہی میں ہوا کرتے تھے اور ہر بار سامعین کی تعداد پہلے سے زیادہ ہوتی تھی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے ممبروں کی تعداد میں لگاتار اضافہ ہونے لگا۔

کمیونسٹوں سے کھلم کھلا لڑائی

نیشنل سوشلسٹوں کی تحریک نے زور باندھنا شروع کیا تو نیشنل سوشلسٹوں کے مخالفوں نے بھی اپنی مخالفت کی رفتار تیز کی۔ وہ انہیں کامیاب ہوتے دیکھ کر خاموش بیٹھنے والے نہ تھے۔ چنانچہ انہوں نے یہ منصوبے باندھے کہ پہلے سے زیادہ زور شور کے ساتھ ان کے جلسوں میں گڑبڑ ڈالی جائے۔ اور اگر ایک بار پھر دہشت انگیز ذرائع استعمال کرنے کی ضرورت پڑے تو اس سے بھی نہ چوکیں۔ چند ہی دن کے بعد اس منصوبے کو عمل میں لانے کا ایک موقع بھی پیدا ہو گیا۔

وہ موقع یہ تھا کہ ہوبرو ہوسنا ال ہال میں نیشنل سوشلسٹوں نے ایک جلسہ کرنے کی ٹھہرائی تھی، اس سے پہلے جب سرکس کراؤن میں مظاہرہ اور جلسہ ہوا نیشنل سوشلسٹوں کے اکثر جلسے اسی ہال میں ہوا کرتے تھے۔ اس جلسے میں ہٹلر کی تقریر بھی ہونے والی تھی کمیونسٹوں نے طے کر لیا کہ اس جلسے کو ضرور

درہم برہم کیا جائے۔

ہٹلر کو ان کے اس ارادے کی اطلاع ۴ نومبر ۱۹۲۱ء کو شام کے وقت چھ اور سات بجے کے درمیان ملی۔ وقت بہت تنگ تھا۔ مخالفوں کی شرانگیزی کا سدباب کرنے کے لئے پوری تیاری نہ ہو سکتی تھی۔ پھر ایک اور دشواری یہ آپڑی تھی کہ نیشنل سوشلسٹوں نے اپنا دفتر پرانی جگہ سے ایک نئے مقام پر منتقل کیا تھا۔ پرانی جگہ چھوڑی جا چکی تھی۔ مگر دفتر ابھی تک پوری طرح نئی جگہ میں منتقل بھی نہ ہوا تھا۔ اس لئے مخالفوں کی سرکوبی کے لیے کافی آدمی نہ مل سکتے تھے۔

چنانچہ جلسے کی حفاظت کے لئے بہت کم آدمی دستیاب ہو سکے۔ یعنی صرف ۴۶۔ اور وہ بھی جسمانی اعتبار سے کچھ زیادہ شہ زور نہیں تھے۔ پھر خطرے کی اطلاع دینے والے ٹیلیفون بھی اس دن ٹھیک طور پہ کام نہیں کر رہے تھے کہ اطلاع دے کر ہی گھنٹہ بھر کے اندر اندر کمک منگائی جاتی۔

ہٹلر نے پونے آٹھ بجے جلسہ گاہ کے اندر قدم رکھا۔ اور فوراً ہی اُس خوفناک صورت حال کو بھانپ لیا جو اسوقت نیشنل سوشلسٹوں کو درپیش تھی۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ جگہ نہ ہونے کے سبب سے زائد لوگوں کو پولیس جلسہ گاہ میں داخل ہونے سے روک رہی تھی۔

نیشنل سوشلسٹوں کے مخالفین جلسے کے وقت سے بہت پہلے سے آکر ہال کے اندر بیٹھ گئے تھے۔ ہٹلر کی پارٹی والے ابھی ہال کے باہر ہی تھے۔ کیونکہ اندر بیٹھنے کی گنجائش ہی نہ تھی۔ نیشنل سوشلسٹ محافظ جماعت کے چند افراد ہال کے دروازے پر سراسیمہ کھڑے ہوئے ہٹلر کا انتظار کر رہے تھے

ہال کے اندر داخل ہونے کے بعد ہٹلر نے ہال کا دروازہ بند کرا دیا۔

اپنے ۴۶ آدمیوں کو اپنے پاس بلا کر ان سے یوں خطاب کیا:۔

"آج تم کو پہلی مرتبہ جلسے میں مداخلت کئے جانے یا ہلڑ بازی کے خلاف اپنی صداقت کا ثبوت دینا ہے۔ ہم میں سے کوئی ایک بھی ہال کے باہر نہ جائے۔ جائیں تو ہماری لاشیں ہی جائیں۔ اگر میں نے تم میں سے کسی کو بزدلی کا اظہار کرتے دیکھا تو اپنے ہاتھ سے اُسکی وردی پھاڑ ڈالونگا اور اُسکا بلہ چھین لونگا۔ جونہی تم یہ دیکھو کہ جلسے کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے، فوراً آگے بڑھ جانا۔ یہ بات یاد رہے کہ حملہ کرنے ہی میں ہماری حفاظت کا راز مضمر ہے"

ہٹلر کی اس تقریر کا جواب بڑے حوصلہ افزا انداز سے دیا گیا۔ ہٹلر ہال کے اندر داخل ہوا اور اُس نے صورتِ حال کا جائزہ لیا۔ مخالفین پلیٹ فارم کے بالکل قریب بیٹھے تھے۔ اور ایسی غضب آلود نظروں سے ہٹلر کو دیکھ رہے تھے، گویا آنکھوں ہی سے اُس کا کام تمام کر دینا چاہتے ہیں۔ جب ہٹلر اندر آیا تو بے شمار لوگوں نے نفرت بھری نگاہوں سے اُسے دیکھا۔

دشمنوں کو معلوم تھا کہ اس وقت ہم زیادہ طاقتور ہیں۔ ٹکر ہو جانے کی صورت میں انہیں اپنی کامیابی کا پورا یقین تھا۔

بہرحال جلسہ شروع ہو گیا اور ہٹلر تقریر کرنے لگا۔

جلسے کے افتتاح کے تقریباً ڈیڑھ گھنٹے بعد دشمنوں کی طرف سے مداخلت کا اشارہ ہوا۔ چند آدمی غصّے میں بھر کر چلّانے لگے۔ ایک شخص جست کر کے پلیٹ فارم پر چڑھ آیا اور صدرِ جلسہ کی کرسی کے پاس آ کر زور سے چلّانے لگا۔ "آزادی"۔ اسیرِ آزادی کی خاطر جنگ کرنے والوں نے اپنا کام شروع کر دیا۔

چند ہی لمحات کے اندر اندر ہال کی فضا گالی گلوچ اور شور و شر کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ دھکا مکی ہونے لگی۔ کرسیوں کے پائے اور کھڑکیوں کے شیشے توڑ ڈالے گئے۔ لوگ باگوں نے اپنی چیخ پکار سے ساری عمارت سر پہ اٹھا لی۔ ہر طرف ابتری پھیل گئی۔

ہٹلر اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور یہ انتظار کرنے لگا کہ دیکھوں اب میرے چست و چالاک بہادر جوان کیا رویہ اختیار کرتے ہیں۔

جونہی ہنگامہ شروع ہوا۔ ہٹلر کے بہادروں نے آگے بڑھ کر فوراً حملہ کر دیا ان کی اس دلیری کی وجہ سے اُسی دن سے ان کا نام طوفانی فوج (Storm Troops) پڑ گیا۔ انہوں نے آٹھ آٹھ آدمیوں کی ٹولیاں بنالیں۔ بار بار دشمنوں پر جھپٹتے تھے اور انہیں جلسہ گاہ کے باہر نکالتے تھے۔ انہوں نے مخالفوں پر اس بُری طرح حملہ کیا کہ پانچ منٹ کے اندر اندر دشمنوں کے مُنہ سے خون گرنے لگا۔

ہٹلر یہ دیکھ رہا تھا کہ میرے آدمی کس بہادری سے اپنا فرض پورا کر رہے ہیں۔ ان میں سے چند تو ایسے بھی تھے کہ بُری طرح مجروح ہو گئے تھے مگر پھر بھی اسوقت تک برابر دشمنوں پر حملہ ہی کرتے رہے جب تک ان کی ٹانگوں نے جواب نہ دے دیا۔

ہر چند دشمن کافی حد تک پسپا ہو چکے تھے مگر ابھی تک ہال کے ایک گوشے میں ایک جماعت برابر مزاحمت کر رہی تھی۔ اچانک دروازے میں سے کسی نے پلیٹ فارم کو نشانہ بنا کر دو فائر کئے جن سے بڑی ہیبت ناک آواز ہوئی یہ معلوم نہ ہو سکا کہ فائر کس نے کئے ہیں مگر جس طرف سے فائر ہوئے تھے ہٹلر کے بہادروں نے اُسی سمت میں حملہ کیا اور مداخلت کرنے والے

میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

یہ سارا سانحہ میں منٹ کے اندر اندر ہو گزرا۔ اور اس کے بعد حالات قابو میں آ گئے۔ صدر جلسہ ہرمان آئسر نے جلسے کے دوبارہ شروع ہونے کا اعلان کیا اور ہٹلر نے پھر سے اپنی تقریر شروع کر دی۔

جب جلسہ ختم ہونے کو تھا اُسوقت پولیس کا لفٹنٹ دوڑا ہوا ہال کے اندر داخل ہوا اور افسرانہ شان سے چلا کر کہنے لگا "جلسہ برخاست کیا جاتا ہے" ہٹلر کو اس پر بے اختیار ہنسی آ گئی لفٹنٹ کو بھی کب افسری کی شان جمانے کی سوجھی۔

اسدن ہٹلر اور طوفانی فوج نے ایک اہم سبق حاصل کیا اور جو سبق اس کے مخالفوں کو ملا تھا وہ انہوں نے بھی فراموش نہیں کیا۔

۱۹۲۳ء کے موسم سرما تک پھر اس قسم کا کوئی حادثہ نہیں ہوا۔

چودھواں باب

طوفانی فوجوں کا عروج

جنگ عظیم کے بعد کے زمانے میں ۱۹۱۷ء سے لے کر ۱۹۱۹ء تک جرمنی میں کئی سیاسی پارٹیاں پیدا ہو گئیں تھیں ان میں سے ہر پارٹی اپنے آپ کو قوم پرست پارٹی کہتی تھی۔ جہانتک ان کے وجود میں آنے کا تعلق ہے اسکا سہرا ان آرگنائزیشنوں کے بانیوں کے سر نہیں تھا۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی پارٹی بھی عمداً کسی مقصد کو سامنے رکھ کر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ وہ سب حالات کی قدرتی پیداوار تھیں۔

ان میں سے نیشنل سوشلسٹ جرمن مزدور پارٹی ۱۹۲۰ء کے بعد آہستہ آہستہ ابھری اور رفتہ رفتہ اسے ایک کامیاب پارٹی کی حیثیت حاصل ہوگئی جب اُسے کامیاب ہوتے دیکھا تو اس کی ترقی سے متاثر ہوکر کئی پارٹی لیڈروں نے اپنی اپنی پارٹیوں کو اس میں ملا دینے کا فیصلہ کیا۔

ہٹلر کی پارٹی میں دوسری پارٹیاں کیونکر شامل ہوئیں

نورمبرگ میں ایک جرمن سوشلسٹ پارٹی تھی جسکا لیڈر جولیس سٹرائخر تھا۔ اس پارٹی کا نصب العین بھی وہی تھا جو نیشنل سوشلسٹ جرمن مزدور پارٹی کا بنیادی پتھر تھا۔ مگر یہ دونوں پارٹیاں اپنے اپنے طور پر ایک دوسرے سے آزاد رہ کر کام کرتی تھیں۔

جب سٹرائخر کو یقین ہوگیا کہ جرمن مزدور پارٹی زبردست طاقت حاصل کرکے بام عروج پر پہنچ گئی ہے تو اس نے اپنی پارٹی کا کام روک دیا اور اپنے پیرووں کو یہ ہدایت کی کہ وہ نیشنل جرمن سوشلسٹ مزدور پارٹی میں شامل ہو جائیں۔ چونکہ دونوں کا مقصد ایک ہی تھا اس لئے اُس نے یہ فیصلہ کیا کہ دونوں پارٹیوں کو مشترکہ طور پر کام کرنا چاہئے۔

خفیہ انجمنیں قومی ترقی کیلئے غیر موزوں ہیں

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے ہٹلر کو اپنے مخالفین سُرخ جھنڈے والوں (کمیونسٹوں) کی کارروائیوں کے سبب سے ۱۹۱۹ء میں والنٹیروں کی ایک جماعت محافظ جماعت کے نام سے قائم کرنی پڑی تھی جو بعد میں طوفانی فوج کے نام سے مشہور ہوئی۔ مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے یہ جماعت خفیہ یا جاسوس نہیں تھی بلکہ علی الاعلان اپنے تحفظ کے لئے قایم ہوئی تھی۔

ہٹلر کی رائے اس بارے میں یہ ہے کہ کسی خفیہ رائے یا خفیہ کام سے کبھی بھی ملک کی بہبودی نہیں ہوسکتی۔ وہ یقین رکھتا ہے کہ ایک تحریک کا راستہ صاف کرنے کے لئے خنجر،

زہر یا پستول استعمال کرنا غلط ہے۔ جب تک کھلم کھلا عوام کے دل و دماغ کو نہ جیتا جائے تحریک کا راستہ صاف نہیں ہوا کرتا۔ چنانچہ ہٹلر اپنی طوفانی فوجوں کو نہ تو فوجی آرگنائزیشن بنانا چاہتا تھا اور نہ وہ انہیں خفیہ جماعتیں رکھنے پر رضامند تھا۔ وہ طوفانی فوجوں کو مندرجہ ذیل بنیادی اصولوں پر کاربند دیکھنا چاہتا تھا:۔

(۱) طوفانی فوجوں کی تعلیم فوجیانہ نہ ہو بلکہ پارٹی کے مفاد کے زاویہ نگاہ سے ہو جسمانی قوت حاصل کرنے کے لئے انہیں پریڈ کرانے کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی ان کے لئے کھیلوں کا بندوبست کرنے کی ہے۔

چاند ماری کی بہ نسبت ہٹلر نے مکہ بازی اور جوجتسو کی ہمیشہ سراہا ہے۔

(۲) طوفانی فوجوں کی وضع قطع بالکل ایسی نہ ہو جس سے اُن پر خفیہ جماعتیں ہونے کا شبہ ہو۔ بلکہ خفیہ پن دُور کرنے کے لئے ان کی وردی نہ صرف ایسی رکھی جائے جسے عوام پہچان لیں بلکہ ایسی ہو جس سے تحریک کو بھی کچھ تقویت پہنچے۔ طوفانی فوجوں کو خفیہ ذرائع سے کبھی بھی کام نہیں لینا چاہئیے۔

(۳) طوفانی فوجوں کی ترتیب اور تنظیم میں پرانی فوجوں کی وردی اور آرائش کی نقل نہ کی جائے۔

طوفانی فوجوں کو عروج دینے والے تین واقعات

آگے چل کر طوفانی فوجوں نے تین واقعات سے بڑی زبردست ترقی کی۔ ان میں سے پہلا واقعہ اس طرح پر ہے:۔

سنہ ۱۹۲۲ء میں جرمنی کی پہلی جمہوری حکومت نے دفاع ملکی کے سلسلے میں ایک قانون بنایا۔ جرمنی کی سب قوم پرست پارٹیاں اس قانون کو ملک کے لئے نقصان دہ سمجھتی تھیں اور اِس بنا پر اس کی مخالف تھیں۔ اظہار مخالفت کے لئے سب پارٹیوں کی طرف سے ایک بڑا

زبردست مظاہرہ کیا گیا۔

اس جلوس میں آگے آگے میونک کی چھ کمپنیاں تھیں جلوس میں نیشنل سوشلسٹ بھی حصہ لے رہے تھے کمپنیوں کے پیچھے سیاسی جماعتوں کے گروہ تھے اسوقت تقریباً ساٹھ ہزار افراد کا مجمع تھا۔ اس کثیر اجتماع میں ہٹلر نے بھی تقریر کی۔

مظاہرہ بہت کامیاب رہا۔ ہرچند سُرخ جھنڈے والے اس مظاہرے کے خلاف تھے۔ مگر اس سے پہلی دفعہ یہ ثابت ہوا کہ میونک کے قوم پرست بھی سڑکوں پر پریڈ کر سکتے ہیں

کوبرگ پر دھاوا

دوسرا واقعہ جس سے طوفانی فوجوں کو عروج ہوا یہ ہے کہ ۱۹۲۲ء میں اکتوبر کی دوسری تاریخ کو کوبرگ پر دھاوا بولا گیا۔ اس سے بھی نیشنل سوشلسٹوں کے وقار میں بہت اضافہ ہوا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ کوبرگ کے مقام پر چند قوم پرست پارٹیوں نے "یوم جرمنی" منانے کا ارادہ کیا۔ اور ہٹلر کو بھی مع دوست احباب اس میں مدعو کیا۔ ہٹلر نے دعوت نامہ قبول کر لیا اور طوفانی فوج کے آٹھ سو رفیقوں کو اپنے ساتھ لے کر بذریعہ ریل کوبرگ پہنچ گیا

اس زمانے میں کوبرگ بویریا کا جزو بن چکا تھا۔ اسٹیشن پر یوم جرمنی والوں نے ہٹلر اور اس کی طوفانی فوج کا شاندار استقبال کیا۔

وہاں پہنچ کر ہٹلر کو یہ اطلاع ملی کہ مقامی ٹریڈ یونین یا انڈیپینڈنٹ اور کمیونسٹ پارٹیوں کا یہ حکم ہے کہ نیشنل سوشلسٹ لوگ اپنے جھنڈے اور باجے بجاتے ہوئے فوجی طریق سے مارچ کرتے ہوئے شہر کے بازاروں سے نہ گذریں۔ ہٹلر کے ساتھ بیالیس آدمیوں کا ایک فوجی بینڈ بھی تھا۔

ہٹلر نے اس ذلت آمیز حکم کو ماننے سے اُسی وقت انکار کر دیا۔ اس نے کھلم کھلا کہا کہ لعنت ہے ایسے پست خیال یوم جرمنی منانے والوں پر۔ اور لعنت ہے اُن پر جو ان سے

اشتراک عمل کریں۔

چنانچہ اس نے اسی وقت یہ اعلان کیا کہ طوفانی فوجیں فوجی طریق سے جھنڈے لہراتی اور باجے بجاتی ہوئی شہر کے بازاروں میں سے کوچ کرتی ہوئی گذرینگی۔

اسٹیشن کے احاطے میں کئی ہزار مخالفین جمع تھے اور چلا چلا کر ظالم، ڈاکو، مجرم وغیرہ الفاظ کا اعادہ کر رہے تھے۔ یہ لوگ جرمنی کی جمہوری حکومت کے حامیوں میں سے تھے اور ان الفاظ کے ساتھ ہٹلر کی مذمت کر رہے تھے۔

طوفانی فوجوں کے جوان ان کے اس طرز عمل سے بالکل مشتعل نہیں ہوئے اور بازاروں سے گذرتے ہوئے ہروفبروہوسکیلر کی عدالت کے قریب پہنچے۔ ہجوم کے لئے پولیس نے اس گذرگاہ کے دروازے بند کر دئے۔ یہ پولیس کی کھلی ہوئی زیادتی تھی اور ہٹلر کے لئے ناقابل برداشت تھی۔

ہٹلر نے پولیس سے یہ مطالبہ کیا کہ دروازے کھول دئے جائیں۔ آخرکار بہت سی حجت کے بعد دروازے کھول دئے گئے اور طوفانی فوجیں وہاں سے گذرتی ہوئی اپنی قیام گاہ پر آئیں۔

یہاں ان کو بطور تتمہ ایک جم غفیر کا مقابلہ کرنا پڑا۔ سچے سوشلزم، مساوات اور اخوت کے نمائندوں نے ان پر پتھر برسانے شروع کر دئے۔ ان کے اس مجہول اور غیر معقول طرز عمل سے طوفانی فوج بھی غصے میں آگئی اور اس نے بھی دس منٹ تک دائیں بائیں سنگباری کی۔

پندرہ ہی منٹ بعد لال جھنڈے والوں میں سے ایک بھی سڑک پر نہ دکھائی دیا۔

رات کے وقت بھی کئی بار ایسا ہوا کہ مخالفوں کا خوفناک مقابلہ کرنا پڑا۔ جب یہ رنگ دیکھا تو ہٹلر نے نیشنل سوشلسٹوں کی حفاظت کے لئے طوفانی فوج کے حفاظتی دستے تعینات کر دئے۔ مخالفوں کی بزدلی کا یہ عالم تھا کہ نیشنل سوشلسٹوں میں سے اکے دکے پر بھی حملہ کر بیٹھے تھے۔ اس سے صورت حال اور بھی ابتر ہو رہی تھی۔ مگر اپنے اس طرز عمل سے دشمنوں نے

نیشنل سوشلسٹوں کے کام کو کچھ ہلکا ہی کیا۔ دوسرے دن یہ دیکھنے میں آیا کہ سُرخ پارٹی کو شہر سے بالکل نکال دیا گیا ہے۔ اہل شہر بھی برسوں سے ان سے نالاں اور خائف تھے۔ اُن سے یہ بلا نیشنل سوشلسٹوں کے صدقے میں ٹلی۔

اس کے دوسرے دن نیشنل سوشلسٹوں نے اپنی قیام گاہ کو چھوڑا اور وہاں سے کوچ کرتے ہوئے اس مقام پر پہنچے جہاں دس ہزار مزدوروں کے مظاہرے کا اعلان کیا گیا تھا۔ مگر وہاں پہنچ کر یہ دیکھا کہ دس ہزار تو کجا دس سو مزدور بھی نہیں ہیں۔ وہاں تو صرف چند سو مزدور تھے جس وقت ہٹلر کی طوفانی فوج وہاں پہنچی سب طرف سناٹا چھا گیا۔

ادھر اُدھر لال جھنڈے والوں کے گروہ چل پھر رہے تھے۔ یہ لوگ جتھوں کی صورت میں باہر سے آئے تھے اور ہٹلر کی پارٹی سے واقف نہیں تھے۔ انہوں نے کچھ جھگڑا کرنے کی کوشش کی مگر یہ بات ظاہر تھی کہ وہ عوام جو ایک عرصے سے لال جھنڈے والوں کے ہاتھوں دُکھ اُٹھا رہے تھے آہستہ آہستہ بیدار ہوتے جاتے تھے۔

ان میں ہٹلر کی پارٹی کا خیر مقدم کرنے کا جذبہ پورے جوش و خروش کے ساتھ پایا جاتا تھا۔ چنانچہ شام کے وقت ہٹلر کی پارٹی کو بڑی دھوم دھام سے رخصت کیا گیا۔

طوفانی فوجوں کی وردی کیونکر مقرر ہوئی

کوبرگ میں جو تجربہ ہوا تھا اُس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ طوفانی فوجوں کے لئے ایک خاص یونیفارم ہونی چاہیئے سب کی ایک خاص قسم کی وردی ہونے سے صرف یہی نہیں کہ حوصلے اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ جماعت میں ابتری اور گڑبڑ پڑنے کا امکان بھی بہت کم ہو جاتا ہے۔ اور ہنگامے کے موقع پر ایک جماعت کے افراد اپنے ساتھیوں کو بہت جلد پہچان لیتے ہیں۔

ابھی تک ہٹلری جماعت کا نشان ایک بلا ہی تھا۔ پوشاک میں کوئی یکسانیت نہیں تھی

مگر اس تجربے کے بعد لمبے کرتے اور ایک خاص وضع کی ٹوپی کو بھی وردی میں شامل کیا گیا
اس کے علاوہ اس تجربے سے اس بات کی اہمیت بھی سمجھ میں آگئی کہ جہاں کہیں بھی
جانا پڑے فوجی ٹھاٹھ بھاٹ اور ایک مخصوص ڈھنگ سے جانا چاہیئے۔ بے شمار مقامات کے
لال جھنڈے والوں سے جو خوف محسوس کیا جاتا تھا۔ اب وہ دور ہو گیا اور جلسوں میں گڑ بڑ
ڈالے جانے کا جو اندیشہ رہتا تھا وہ بھی نہ رہا۔

طوفانی فوجوں کو عروج دینے والا اتیسرا واقعہ ۱۹۲۳ء میں مارچ کی تیسری کو رونما ہوا
جس نے ہٹلر کو اس بات پر مجبور کیا کہ تحریک کی روش میں تبدیلی کی جائے۔ چنانچہ اس واقعہ
سے اثر لے کر ہٹلر نے اسوقت بڑی بڑی اہم تبدیلیاں کیں۔

اسی سال کے آغاز میں فرانس نے رُور (Ruhr) کی کوئلے کی کانوں پر قبضہ کر لیا
تھا۔ طوفانی فوجوں کی ترقی کے لئے یہ واقعہ بھی بہت اہم ثابت ہوا۔ رُور پر قبضہ کئے جانے
سے اہلِ جرمنی کو کچھ تعجب تو ضرور ہوا مگر اس کے ساتھ ہی ان کے لئے یہ امید کرنے کے اسباب
بھی پیدا ہو گئے کہ ان کو غلامی قبول کرنے کی بُزدلانہ پالیسی کو چھوڑ دینا چاہیئے اور اب محافظ
جماعتوں کو کوئی مُعینہ طرزِ عمل اختیار کرنا پڑیگا۔

یہ طے تھا کہ طوفانی فوجوں کو اس خدمت میں شامل کیا جائیگا۔ ۱۹۲۳ء کے موسمِ گرما
اور موسمِ بہار میں طوفانی فوجوں کی شکل بالکل جنگی فوجوں جیسی ہو گئی۔

طوفانی فوجوں کی دوبارہ تنظیم

۱۹۲۳ء کے اخیر میں جو واقعات رونما ہوئے تھے انہیں پہلے پہل دیکھنے سے تو
ایک قسم کا تنفر ہی پیدا ہوتا ہے۔ مگر جب ذرا بلندی سے دیکھا جاتا ہے تو یہ معلوم ہوتا ہے
کہ وہ بہت ضروری تھے کیونکہ اس سے طوفانی فوجوں کا خوفناک تغیر جو تحریک کے لئے
ضرر رساں بنتا چلا جا رہا تھا ایک ہی ضرب میں پاش پاش ہو گیا۔ چنانچہ اس زمانے میں یہ

ضرورت محسوس ہوئی کہ پارٹی کی اسی طرح تنظیم کی جائے جس طرح ابتدا میں کی گئی تھی۔

پندرھواں باب

پروپیگنڈا اور تنظیم

سنہ ۱۹۲۰ء و سنہ ۱۹۲۱ء میں پارٹی کا نظام ایک کمیٹی کے ہاتھ میں تھا جس میں مزدوروں کی اسمبلی کے ذریعے سے منتخب کردہ ممبر تھے۔ لیکن یہ کمیٹی بھی پارلیمنٹری طریق حکومت کے اسی اصول پر گامزن ہوئی جس کے خلاف نیشنل سوشلسٹ بڑے جوش و خروش سے جنگ کر رہے تھے۔ ہٹلر کو کمیٹی کے اس طرز عمل سے بڑی نفرت تھی۔ اس نے چند دن بعد کمیٹی کے جلسوں میں بھی جانا بند کر دیا۔ اور پھر اس نے یہ تحریک اٹھائی کہ اس کمیٹی ہی کو ختم کر دیا جائے

ہٹلر پارٹی کی صدارت کے منصب پر

کچھ عرصے کے بعد پارٹی نے نئے قواعد و ضوابط بنائے اور ہٹلر کو اپنا صدر منتخب کیا۔ اس پوزیشن میں اسے کافی اختیارات حاصل ہو گئے۔ اب کمیٹی کے فیصلوں کی جگہ صدر کو پارٹی کے نظام کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ ہٹلر نے اپنے ان اختیارات سے کام لے کر ان سب پچھلی باتوں کا سدباب کر دیا جو اس کے نزدیک غیر واجب تھیں اس نے ہر ممبر کو جداگانہ فرائض سونپے اور اس طرح پارٹی کے جلسوں میں جان ڈال دی۔

ہٹلر کا اخبار

دسمبر سنہ ۱۹۲۰ء میں ہٹلر کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی نے فلکیشر بیوباچیٹر (Volk

Kischer Beobachter) کے نام سے ایک اخبار نکالا۔ آگے چل کر یہی اخبار پارٹی کی آواز بن گیا۔

ابتدا میں یہ ہفتے میں دو بار نکلتا تھا لیکن ۱۹۲۳ء سے روزانہ ہوگیا۔ یہ اخبار بہت جلد مشہور ہوگیا۔ اگرچہ اس میں مضامین بہت اچھے ہوتے تھے لیکن تجارتی ڈھنگ سے نہیں چلایا جاسکا کیونکہ اسوقت تک پارٹی کے لیڈروں کا یہی خیال تھا کہ اسے عوام کے چندے سے چلایا جائے۔ اسوقت اس بات کا تجربہ نہیں تھا کہ یہ مقابلہ کی جنگ میں راستہ بنا کر اپنا بوجھ خود سہارنے کے قابل بن جائیگا۔

اس اخبار کے ذریعہ ہٹلر نے دو برس تک اپنے خیالات کا اور بھی زیادہ زور شور کے ساتھ پروپیگنڈا کیا۔

پارٹی کی مالی ترقی

جیسا کہ آگے بتایا جائیگا۔ ۹ نومبر ۱۹۲۳ء کو فیصلہ کن طریق پر پارٹی کی مالی حالت کا نقشہ سامنے آیا چار برس پہلے جب ہٹلر اسکا ممبر بنا تھا تو پارٹی کے پاس ربڑ کی ایک مہر تک نہ تھی مگر ۹ نومبر کو جب پارٹی توڑی گئی اور اسکا اثاثہ ضبط کرلیا گیا تو اسکا سامان فروخت کرنے سے جو رقم ہاتھ لگی وہ ایک لاکھ ستر ہزار مارک (جرمنی کا سونے کا سکہ) کی تھی۔

ٹریڈ یونین کا سوال

اب اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے پاس ٹریڈ یونین کا اپنا علیحدہ آزاد نظام ہو۔

اس نظام کو جماعتی جنگ کے ذریعے کے طور پر استعمال نہیں کرنا تھا۔ بلکہ اسکا مصرف یہ تھا کہ اس سے مزدوروں کی حفاظت اور ان کی نمائندگی کا کام لیا جائے۔

ایسی جماعت جو قومی سوشلزم کی حامی ہو کسی خاص جماعت سے علاقہ نہیں رکھتی۔ وہ تو سیاسیات کی شکل میں مساوی حقوق رکھنے والے شہریوں اور جائز حقوق سے محروم شدہ رعایا ہی سے سروکار رکھتی ہے۔

ایک ٹریڈ یونین کا اصول جماعتی لڑائیاں لڑنا نہیں ہوتا لیکن مارکس کے پیروؤں نے ٹریڈ یونینوں کو بھی جماعتی جنگ کے لئے اپنے سیاسی ہتھیاروں میں شامل کر لیا تھا۔

جہاں تک ایک نیشنل سوشلسٹ ٹریڈ یونین کے طریقہ کار کا تعلق ہے وہ ہڑتال کو ملکی پیداوار میں رکاوٹ ڈالنے اور اس کی طاقت کو کم کرنے کے لئے استعمال نہیں کرتی ایک نیشنل سوشلسٹ ٹریڈ یونین تو ملک کی پیداوار میں اضافہ کی تدبیریں کرتی ہے اور تجارتی ترقی کے راستے بتاتی ہے۔

اس لحاظ سے دوسری ٹریڈ یونینوں کا ایک نیشنل سوشلسٹ ٹریڈ یونین کے ساتھ اشتراک یا عملی اتحاد نہیں ہو سکتا! اس کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ دونوں کے طریق کار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

جہاں تک ٹریڈ یونینوں کی ممبری کا تعلق ہے اس میں غریب مزدوروں کے گاڑھے پسینے کی کمائی کا پیسہ لگایا جاتا ہے۔ ہٹلر اس کا مخالف تھا۔ یوں جو سوال اٹھا تھا وہ آگے نہ بڑھ سکا اور وہاں کا وہیں رہ گیا۔

سولھواں باب

جنگِ عظیم کے بعد جرمنی کے بارے میں یوروپ کی خارجہ پالیسی

یوروپ کی تاریخ پر ایک نظر ڈالنے سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے کہ ملکہ الزبتھ کے زمانے سے برطانیہ اس حکمت عملی پر کاربند رہا ہے کہ براعظم یوروپ میں کسی ایک حکومت کو اتنی زیادہ طاقت حاصل نہ کرنے دی جائے جو وہ اپنی ہمسایہ دوسری حکومتوں کے لئے خطرے کا سبب بن جائے۔ سیاسیات کی اصطلاح میں اسے توازن طاقت (Balance of Power) کہتے ہیں۔

زمانۂ سابق میں ہمیشہ یہ ہوتا رہا کہ اگر کسی حکومت نے اپنی طاقت اسقدر بڑھائی کہ اس سے یوروپ کا توازن طاقت بگڑنے لگا اور خطرے کا امکان پیدا ہو گیا تو برطانیہ عظمےٰ نے اس کی طاقت کو گھٹا کر معمول پر لانے کے لئے بلا تامل فوج کشی کی۔

یوروپ میں اس قسم کا توازن برقرار رکھنے ہی میں یوروپ کے امن کا راز پوشیدہ رہا ہے اور برطانیہ عظمےٰ اس توازن کو برقرار رکھنے کے لئے وقتاً فوقتاً عجیب و غریب چالوں سے کام لیتا رہا ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے برطانیہ کی ٹکر اسپین سے ہوئی جو اپنے عروج کے زمانے میں یوروپ کی اوّل درجے کی طاقت تھا۔ اسے زیر کرنے کے بعد ایک عرصے تک برطانیہ اور ہالینڈ میں ٹھنی رہی اور فرانسیسیوں اور انگریزوں کی دشمنی کا تو یہ عالم تھا کہ دونوں ایک دوسرے کے پیدائشی دشمن کہلاتے تھے۔

جب فرانس نپولین کی قیادت میں بہت زیادہ بڑھ چلا اور اس نے یوروپ میں

ملکوں کی جغرافیائی حدیں بدل کر رکھ دیں تو انگریزوں نے اپنی ساری قوت سے فرانس کو پسپا کرنے کی تدبیریں کیں اور آخر کار نپولین کے زوال سے فرانس کے فوجی غلبے کا خطرہ دور ہو گیا۔

اس وقت تک برطانوی سیاست دانوں کی توجہ اس لحاظ سے جرمنی کی طرف نہیں پھری تھی۔ وجہ یہ تھی کہ جرمنی بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا۔ اس وقت تک وہ یوروپ کی اوّل درجے کی طاقتوں کی صف میں نہیں آسکتا تھا جب تک ان ریاستوں کے مل کر ایک ہو جانے سے ملک میں قومی اتحاد نہ ہو جائے۔

۱۸۷۰ء اور ۱۸۷۱ء میں برطانیہ نے اپنی امپائر کو وسعت دینے کے لئے نئے نئے راستے اختیار کرنے شروع کئے۔ یہ زمانہ وہ تھا کہ اقتصادی دنیا میں امریکہ کا اقتدار بہت بڑھ گیا تھا۔ اور روس بھی ترقی کر کے اوّل درجے کی طاقت بن چکا تھا۔ اس دور میں جرمنی بھی کافی تجارتی ترقی کر رہا تھا۔ اور اس کی تجارت کو دوسرے ممالک رشک کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ برطانیہ نے جب یہ رنگت دیکھی تو اس نے بھانپ لیا کہ اقتصادی ترقی کی دوڑ میں جیتنے کے لئے جرمنی سے مقابلہ کئے بغیر کام نہ بن سکیگا۔

لیکن جب ۱۹۱۸ء میں جرمنی میں انقلاب ہو گیا تو برطانیہ کو اطمینان ہو گیا کیونکہ اب اسے جرمنی کی طرف سے کسی قسم کا کوئی کھٹکا نہ رہا۔ مگر اس کے ساتھ ہی اپنی قدیم پالیسی پر چلتے ہوئے برطانیہ یہ بھی دیکھنے کو تیار نہ تھا کہ یوروپ کے نقشے سے جرمنی کا نام و نشان ہی مٹ جائے۔ اس پالیسی پر کاربند رہنے کے لئے ۱۹۱۸ء میں برطانیہ کے ارباب اقتدار کو بڑے مشکل مرحلے سے گذرنا پڑا۔

اس زمانے میں جرمنی پر زندگی دوبھر ہو رہی تھی۔ وہ پوری طرح برباد ہو چکا تھا۔ اور فرانس یوروپ میں سب سے زیادہ طاقتور حکومت بن گیا تھا۔ ہرچند جرمنی کے یوروپ کے نقشے سے مٹ جانے میں برطانیہ کا نہیں تو اور سب اتحادیوں کا فائدہ ہی تھا۔ مگر پھر بھی

ماہ نومبر ۱۹۱۸ء سے لے کر ۱۹۱۹ء کے موسم گرما تک برطانوی مدبرین اپنی سیاسی حکمت عملی میں کوئی تبدیلی نہ کر سکے۔

غور سے دیکھا جائے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگلستان جنگ عظیم سے جو فائدہ اٹھانا چاہتا تھا نہیں اٹھا سکا۔ طاقت کے لحاظ سے ایک ملک نے یورپ کے توازن کو بگاڑ دیا اور انگلستان اسے ایسا کرنے سے باز نہ رکھ سکا۔ یہ ملک فرانس تھا۔

آج یورپ میں فرانس کی پوزیشن بہت مضبوط ہے۔ جہاں تک فرانس کی فوجی طاقت کا تعلق ہے وہ یورپ بھر کی ساری حکومتوں سے زیادہ ہے۔ اس کی سرحدیں جو اٹلی اور اسپین کے رُخ پر ہیں خوب اچھی طرح سے محفوظ ہیں۔ جرمنی کے رُخ اپنی سرحد پر اس نے میگنو لائن بچھا رکھی ہے اور وہاں فوج تعینات کر کے پوری حفاظت کے سامان کر دئے ہیں۔ یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ اس رُخ پر فرانس کی جو فوج پڑی ہے وہ دنیا بھر میں سب سے زیادہ طاقتور ہے۔

اسی طرح فرانسیسی بحری بیڑہ بھی کافی طاقتور ہے۔ اس بحری بیڑے نے فرانس کے ساحلوں کو دشمن کے حملوں سے بالکل محفوظ کر رکھا ہے۔ سچ پوچھو تو اسوقت فرانس کی بھی اتنی ہی طاقت ہے جتنی برطانیۂ عظمیٰ کی ہے۔

یوروپ میں امن قائم رکھنے کے سلسلے میں برطانیہ کی خواہش یہ رہا کرتی ہے کہ یوروپ کی حکومتوں کے آپس کے تعلقات میں کسی طرح فرق نہ آنے پائے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا بھر میں برطانیہ کی جو ساکھ قائم ہے وہ یوروپ کے امن وامان ہی پر منحصر ہے۔ فرانس کی خواہش ایک حد تک یہ ہے کہ جرمنی کو طاقت حاصل کرنے سے باز رکھا جائے۔ وہ چاہتا ہے کہ پہلے کی طرح جرمنی چھوٹی چھوٹی ریاستوں ہی میں منتشر رہے۔ یہ سب ریاستیں طاقت وقوت میں ایک دوسرے کے برابر ہیں اور ان سب میں کوئی ایک ریاست بھی اتنی طاقتور نہیں ہے کہ سب کی قیادت کر سکے۔ اسی طرح فرانس کی ایک خواہش یہ بھی ہے

کہ دریائے رائن کا بایاں کنارہ اسی کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔ اِن سب باتوں پر غور کرنے سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ فرانس نے جو پالیسی اختیار کر رکھی ہے وہ اصل میں برطانیہ کی یوروپین پالیسی کی ضد ہے۔

برطانیہ یا امریکہ یا اٹلی وغیرہ ممالک میں سے کسی ایک ملک کے کسی سیاست داں یا مدبّر کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ جرمنی کا طرفدار ہے۔ سیاسیات میں ہر انگریز پہلے انگریز ہے۔ امریکہ والوں پر بھی یہی بات صادق آتی ہے۔ کوئی اطالوی بھی کسی ایسی پالیسی کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا جس میں اٹلی کی جانبداری کے علاوہ اور کچھ ہو۔ غرض یہ سمجھنا کہ دوسرے ملکوں کے ارباب اختیار جرمنی کے معاملے میں جانبدارانہ پالیسی اختیار کر سکتے ہیں غلط ہے اور اس غلط خیال کی بناپر یہ اُمید کرنا کہ جرمنی کی دوسرے ملکوں سے دوستی ہو جائے گی محض نادانی ہے۔ جو کوئی اس غلط فہمی میں مبتلا ہے اس کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ سیاسی کوائف کی سمجھ سے محروم ہے۔

جہانتک خواہش کا تعلق ہے انگلستان بھی یہ نہیں چاہتا کہ جرمنی اوّل درجے کی طاقت بن جائے۔ اور فرانس کی بھی یہی خواہش ہی ہے کہ ہر ممکن طریقے سے جرمنی کو اوّل درجے کی طاقت بننے سے روکا جائے۔ دونوں کا مقصد ایک ہی ہے۔ مگر اس کے باوجود دونوں کے راستے کتنے مختلف ہیں۔

اُسوقت ہٹلر اس مقصد کو سامنے رکھ کر جنگ نہیں کر رہا تھا کہ جرمنی کو یوروپ میں اوّل درجے کی طاقت بنایا جائے۔ بلکہ اس زمانے میں تو وہ جرمنی کی بقا، اس کے قومی اتحاد، اور جرمنی کے افلاس کو دور کر کے اس کے باشندوں کے لئے روٹی مہیا کرنے کے واسطے جنگ کر رہا تھا اس لحاظ سے جرمنی کی تھوڑی بہت دوستی برطانیہ عظمےٰ اور اٹلی ہی سے ہو سکتی تھی۔

اٹلی کسی حالت میں یہ خواہش نہیں کر سکتا تھا کہ یوروپ میں فرانس کی طاقت بڑھے

جہانتک اس کے مستقبل کا تعلق ہے وہ ہمیشہ ہی سے ان حکومتوں کی ترقی پر منحصر رہا ہے جو بحیرۂ روم کے کنارے پر واقع ہیں۔ جنگ عظیم میں شامل ہونے سے بھی اٹلی کا یہی مقصد تھا کہ اڈریاٹک کے کناروں پر اس کے جو دشمن آباد ہیں ان کی پوزیشن کمزور کی جائے وہ فرانس کی مدد کرنے کے لئے جنگ کی آگ میں نہیں کودا تھا۔

یوروپ میں فرانس کی طاقت بڑھ جانے سے جو نتائج رونما ہو سکتے ہیں ان سے اٹلی کے مستقبل کا بڑا قریبی تعلق ہے۔ اٹلی اس فریب میں مبتلا ہو کر کبھی بھی خود کو دھوکہ نہیں دے سکتا کہ سیاسی تعلقات قائم ہو جانے سے دو ملکوں کی بنیادی مخالفت کے اسباب کم ہو جاتے ہیں۔ غور سے دیکھا جائے تو یہ بات کھلتی ہے کہ یوروپ میں صرف برطانیہ عظمیٰ اور اٹلی ہی دو ایسے ممالک ہیں جنہیں جرمنی کا دشمن نہیں کہا جا سکتا۔

اور نیشنل سوشلسٹ پارٹی والے تو اسوقت برطانیہ کی دوستی پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتے تھے۔ کیونکہ جرمنی کے یہودی اخبارات جرمنی کے بارے میں برطانیہ کا جذبۂ نفرت بھڑکانے کی برابر کوششیں کرتے رہتے تھے اور اس میں بار بار کامیاب ہو جاتے تھے۔ گویا دوسرے ملکوں میں جرمنی کو جس جس طرح مطعون کیا جا رہا تھا اس پر جرمنی ان ملکوں سے شکایت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ اس کے اپنے گھر ہی میں غداری کے مجرم موجود تھے۔ جن کی حرکات قابلِ تعزیر تھیں۔ ان آستین کے سانپوں نے خود اپنے ملک کو فریب دے کر اسے غیروں کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا۔

ہر جگہ یہودیوں سے بیزاری ہی ظاہر کی جا رہی تھی۔ اٹلی میں فاسسٹوں نے یہودیوں کی طاقت کو پاش پاش کر دیا۔ خفیہ جماعتوں پہ پابندیاں لگا دی گئیں۔ جو اخبار اطالوی قومیت کے مخالف تھے ان پر مقدمے چلائے گئے اور کارل مارکس کے پیروؤں کا زور توڑ ڈالا گیا۔ انگلستان میں بھی برطانوی ارباب اختیار اور یہودی ڈکٹیٹروں میں ان بن رہتی تھی۔

جنگ عظیم کے بعد یہ بات پہلی دفعہ ظاہر ہوئی کہ وہ سب طاقتیں جو ایک دوسرے کی دشمن ہیں ایک طرف تو جاپان کے مسئلے پر اور دوسری طرف برطانیہ کی بین الاقوامی قیادت کے بارے میں اخباری دنیا میں کس طرح ٹکرائیں۔ جونہی جنگ عظیم ختم ہوئی امریکہ اور جاپان کی پرانی دبی عداوت پھر ظاہر ہو گئی اور تعلقات کا پردہ اظہارِ حسد کو نہ روک سکا۔

یہودی اس بات کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ ایک ہزار سال تک یوروپ میں رہ کر وہ یوروپ کے باشندوں کو تو روند چکے ہیں۔ مگر ایک ایشیائی ملک جاپان کا مقابلہ کرنا آسان نہیں اس لئے وہ جرمنی کے خلاف تو دنیا کی نفرت برانگیختہ کرتے ہی ہیں، مگر اس کے ساتھ ہی جاپان کے خلاف بھی حکومتوں کے دلوں میں تنفر کی آگ بھڑکاتے رہتے ہیں۔ چنانچہ جب انگلستان اور جاپان میں دوستانہ تعلقات قایم کرنے کے بارے میں بات چیت ہو رہی تھی تو یہودی لوگ جاپان کی نوجیت (Imperialism) اور ملوکیت (Militarism) کے خلاف شدید پروپگنڈا کر رہے تھے حقیقت یہ ہے کہ یہ یہودی بھی نرے پیسے کے میت ہیں اور یہ کسی ایک حکومت کے ہو کر رہ ہی نہیں سکتے۔

مشرق کے بارے میں جرمنی کی پالیسی

۱۹۲۰ء کے آغاز میں نیشنل سوشلسٹ پارٹی کو بہت سے ملکوں سے خطوط موصول ہوئے جو پیغامات کی شکل میں تھے۔ ان کا خلاصہ یہ تھا کہ ہمارے ساتھ اشتراک کر کے ایک متحدہ محاذ بنایا جائے اور اسکو "مظلوم قوموں اور حکومتوں کا محاذ" ظاہر کیا جائے۔ بلقانی حکومتوں کے نمائندے خاص طور پر آئے تھے۔ ہٹلر نے اپنی کتاب "میری جدوجہد" میں لکھا ہے کہ ان میں مصر اور ہندوستان کے

بھی کچھ لوگ تھے۔

متحدہ محاذ کے سلسلے میں ان سب لوگوں کی طرف سے جو سرگرمی دکھائی جا رہی تھی ہٹلر اسے صرف بچوں کا کھیل سمجھا، کیونکہ ان لوگوں کی پشت پر کسی ذمہ دار جماعت کا ہاتھ نہیں تھا۔ بہت کم جرمن ایسے تھے جنہوں نے کسی مصری یا ہندوستانی کو ہندوستان یا مصر کا صحیح نمائندہ سمجھا۔ وہ خوب جانتے تھے کہ ان لوگوں کو کسی ذمہ دار جماعت نے اپنا سفیر یا نمائندہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس کا یہ مطلب نکلا کہ چونکہ یہ لوگ کسی کے نمائندے نہ تھے اس لئے ان سے کسی قسم کا سمجھوتہ بھی ممکن نہ تھا۔ اگر ایسے لوگوں سے معاملے کی کوئی بھی بات کی جاتی تو نتیجہ کچھ نہ نکلتا۔ بس وقت ہی ضائع ہوتا۔

ہندوستان کے بارے میں جرمنی کی پالیسی

ہٹلر نے "میری جد و جہد" میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں جرمنی کی سیاسی فضا پر یکایک ایسی خوش آیند توقعات کا اثر طاری ہوگیا تھا جیسے ہم سب بچے بن کر امیدوں کی دنیا میں رہنے لگے ہوں۔ اسوقت یہ سمجھا جاتا تھا کہ ہندوستان انگریزی راج کا جُوا اپنی گردن سے اتار پھینکنے ہی کو ہے۔ ہندوستان کے چند سیاسی آدمی دورہ کرتے ہوئے یوروپ پہنچے۔ ان لوگوں نے وہاں کے مدبروں سے ملاقاتیں کیں اور انہیں یقین دلایا کہ ایشیا میں تو برطانوی سامراج کو بس اب ختم ہی سمجھنا چاہیئے۔ مگر مجھے (ہٹلر لکھتا ہے) اس بات کا کبھی یقین نہیں آیا کیونکہ میں ان کی باتوں کو بچوں کی سی باتیں سمجھتا تھا۔ مجھے خوب معلوم تھا کہ برطانوی ملوکیت کے لئے ہندوستان جتنی اہمیت رکھتا ہے اُسے انگلستان خوب سمجھتا ہے۔ یہ سمجھنا کہ انگلستان آسانی سے ہندوستان کو اپنے ہاتھ سے نکل جانے دیگا،

محض حماقت ہے۔"

ہٹلر کی رائے یہ ہے کہ ہندوستان انگریزوں کے ہاتھ سے اسی صورت میں نکل سکتا ہے۔ جب یا تو وہاں کی قوموں میں فتنہ وفساد کی آگ بھڑک اُٹھے یا انگلستان کسی طاقتور بیرونی دشمن کی تلوار کے خوف سے ہندوستان کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو۔ ہٹلر کے خیال میں ہندوستان کی بیداری کبھی نتیجہ خیز ثابت نہیں ہوسکتی اس کے خیال کے مطابق ہندوستان کا کسی اور حکومت کے ہاتھوں میں رہنے کی بہ نسبت برطانیہ کے قبضے میں رہنا ہی بہتر ہے۔

اسی طرح ہٹلر کے نزدیک یہ آرزو بھی کچھ وزن نہیں رکھتی کہ مصر انگریزوں کے قبضے سے نکل جائے۔

اب رہا رُوس۔ اس کے ساتھ جرمنی کی پہلے سے دشمنی چلی آتی ہے۔ اور اب تو روس میں کارل مارکس کے اصولوں پر عمل کیا جارہا ہے جن کا جرمنی سخت مخالف ہے۔ ایسی حالت میں روس سے دوستانہ تعلقات قایم کرنے کا تو جرمنی کو کبھی خواب میں بھی خیال نہیں آسکتا۔

سترھواں باب

رُور کے قبضے کے معاملے میں فرانس اور جرمنی کا مقابلہ

۱۹۱۸ء میں جنگِ عظیم کے خاتمے پر جب جرمنی کو زوال ہوگیا تو فرانس کو پہلی فکر یہ لاحق نہیں ہوئی کہ وہ جرمنی سے بدلہ لے بلکہ اُسے یہ فکر پڑی کہ جتنے جلد ہی ممکن ہو

جرمنی کی فوجوں کو فرانس اور بلجیم کی سرزمین سے باہر نکالا جائے۔ چنانچہ ان اتحادی لیڈروں نے جو پیرس میں جمع تھے پہلے تو جرمن فوجوں سے ہتھیار رکھوا لیئے اور پھر جتنے جلدی ممکن ہو سکا ان کو فرانس اور بلجیم سے نکال کر واپس جرمنی بھیجا۔ جب تک یہ کام نہ ہو گیا فرانس کو اس اصل مقصد کی طرف توجہ دینے کا حوصلہ تک نہ ہوا جو جنگِ عظیم کی فتح سے حاصل ہوا تھا۔

جہاں تک انگلستان کا تعلق ہے جرمنی کی نو آبادیاتی طاقت اور تجارتی قوت کا برباد ہو جانا ہی اس کے لئے ایک بہت بڑی فتح تھی۔ انگلستان کو اس بات کی کوئی خواہش نہیں تھی کہ جرمنی کا اس طرح خاتمہ ہو کہ اس کا نام ونشان ہی صفحہ ہستی سے مٹ جائے۔ مگر فرانس کے لئے جنگ کے بعد کا صلحنامہ بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ کلیمنشو کے اعلان کے مطابق تو فرانس صلحنامہ ہونے کو بھی جنگ کا جاری رہنا ہی تصور کرتا تھا۔

جرمن ری پبلک کے ابتدائی کابینے

جرمن ری پبلک کا پہلا چانسلر[1] شیڈیمن تھا۔ اس نے ورسائی کے صلحنامے سے اتفاقِ رائے نہ کیا اور اس بنا پر ۱۹ر جون کو مستعفی ہو گیا۔ اس کے بعد ۲۰ر جون ۱۹۱۹ء کو گستاؤ بایور (Gustav Bauer) چانسلر بنا۔ بایور کے کابینے میں ۷ سوشلسٹ اور ۳ ڈیموکریٹ تھے۔ ورسائی کے صلحنامے کے ریزولیوشنوں کو منظور کرنا جرمنی کی تاریخ کا سب سے زیادہ سیاہ کارنامہ تھا۔ شیڈیمن نے اس کارنامے کو انجام دینے سے انکار کر دیا اور اس کا کابینہ قلمدان وزارت چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ کام بایور کو کرنا پڑا۔

اس نے صلحنامے کی تجویزوں کو قومی اسمبلی کے سامنے رکھ دیا۔ اس قومی اسمبلی کا صدر فہرن بیچ (Fehran Bach) تھا۔ اسمبلی میں تجاویز پر بڑی

---

[1] جرمنی اور اٹلی میں آئینی طور پر چانسلر وہی درجہ رکھتا ہے جو انگلستان اور فرانس میں وزیرِ اعظم کا ہے۔

بڑی گرما گرم بحث ہوئی۔ نصف سے زیادہ ایوان تجویزوں کا مخالف تھا۔ مگر حالات کی مجبوریاں بھی سامنے تھیں۔ آخر ۲۳ر جون ۱۹۱۹ء کو ۱۳۸ کے خلاف ۲۳۷ ووٹوں کی اکثریت سے صلحنامے کی تجویزوں کو منظور کر لیا گیا۔

بایورنے اپنے وزیر خارجہ ہرمن مُلر (Haaman Muller) کی قیادت میں ایک نمائندہ وفد فرانس بھیجا۔ اس وفد نے ۲۸ر جون ۱۹۱۹ء کو ورسائی کے صلحنامے پر دستخط کر دئیے اور ۱۰ر جنوری ۱۹۲۰ء سے اس پر عملدرامد ہو گیا۔ یہ دن وہ تھا جب جرمنی کی سلطنت پارہ پارہ کر دی گئی اور انصاف کے نام پر اُس سے اس کے ممالک، اضلاع، اور نوآبادیات چھین لی گئیں۔

فروری ۱۹۲۰ء میں جرمنی کو جنگ کے مجرموں کی ایک فہرست دی گئی۔ اس میں ہنڈنبرگ وغیرہ کے علاوہ ۸۹۵ نام اور تھے۔ اتحادی ان سب لوگوں کو قصوروار ٹھہرا کر ان پر مقدمہ چلانا چاہتے تھے لیکن جونہی یہ خبر جرمن فوجوں میں پہنچی انہوں نے اس کی زبردست مخالفت شروع کر دی۔ اتحادیوں نے یہ رنگ دیکھا تو اپنے اس مطالبے پر زور دینا ترک کر دیا۔

اس کے کچھ عرصے بعد علاقہ کیپ (Capp) واقع رُور میں مزدوروں نے بلوہ کر دیا۔ اور حکومت کے کہنے سے والنٹیروں کی ایک کور نے بلوے کو فرو کیا۔

ماہ مارچ ۱۹۲۰ء میں ہرمان مُلر نے کابینہ ترتیب دیا۔ پارٹیوں کی طاقت اس نئی حکومت میں بھی حسب سابق رہی۔ جون ۱۹۲۰ء میں کیتھولک پارٹی کا لیڈر فہرن بیخ چانسلر بنا۔ اس کے کابینہ میں ۵ کیتھولک، ۳ ڈیموکریٹ، اور ۳ جرمن پیپلز پارٹی کے ممبر تھے۔

۵ر جولائی ۱۹۲۰ء میں جرمنی کی حکومت نے اسپا (Spa) کے مقام پر اتحادی حکومتوں سے تخفیف اسلحہ (Disarmament) کے بارے میں

تبادلہ خیال کیا۔ اور کوئلے اور ہتھیاروں کی ایک وافر مقدار بطور تاوان جنگ انہیں پیش کی لیکن اس کے باوجود اتحادی یہی کہتے رہے کہ جرمنی صلح کی شرطوں کو زیرِ عمل لانے میں سستی کر رہا ہے۔ یہ زمانہ وہ تھا جب فرانس جرمنی کو کچل ڈالنے کی تدبیریں سوچ رہا تھا۔ اور سب اتحادی سلطنتوں سے رُور پر قبضہ کرنے کی منظوری لینی چاہتا تھا۔

جنگ عظیم سے پہلے لورین میں جتنا لوہا کانوں سے نکالا جاتا تھا اس کی ساری مقدار اور اسپات کے بیشتر کارخانے یا تو رُور والوں کے ہاتھوں میں تھے یا ان کے زیر اثر تھے۔ لورین میں ہلکی قسم کا جو کچا لوہا ہوتا تھا وہ بھی وہاں سے لاکر رُور ہی کی کوٹھیوں میں گلایا جاتا تھا۔ لورین میں کچا لوہا اکتیس کروڑ دس لاکھ ٹن کی مقدار میں ہوتا تھا۔ اس کل مقدار میں سے اکتیس لاکھ ٹن لوہا رُور ہی میں کھپ جاتا تھا۔ اسکے علاوہ لورین کے کچے لوہے کو گلانے کے لئے رُور کے کوک کی بھی ضرورت پڑتی تھی۔ اسی طرح لورین کے صاف لوہے اور اسپات کی بھی جنوب مغربی جرمنی ہی کے بازار میں کھپت ہوتی تھی۔

جب السیس، لورین اور لکسمبرگ جرمنی کے قبضے سے نکل گئے تو اس نقصان کی وجہ سے جرمنی کی کچے لوہے کی آمدنی اس مد کی سابقہ آمدنی کا پانچواں حصہ رہ گئی اس کے مقابلے میں فرانس کچا لوہا پیدا کرنے والے مُلک کی حیثیت سے یورپ بھر میں سب حکومتوں سے بڑھ گیا۔

لورین میں جتنے لوہے اور اسپات کے کامیاب کارخانے تھے اُن کا مالک بھی فرانس ہی بن بیٹھا۔ اور چونکہ اسے لوہے کے بیوپار کے سلسلے میں سار کا کوک مل جانے کی توقع بندھ گئی تھی اس لئے اس نے سار کے علاقے کی کانوں پر عارضی طور پر قبضہ کر لیا۔ مگر بعد کو یہ پتہ چلا کہ سار میں جو کوک ملتا ہے وہ مطلب کے

موافق نہیں ہے۔ اس پر صلحنامے میں اس بات کی خاص طور پر رعایت رکھی گئی کہ جرمنی ایک مقرّرہ نرخ پر فرانس اور دوسری اتحادی حکومتوں کو رُور کا کوئلہ مہیّا کرتا رہے گا۔

سیاسی رکاوٹوں کی وجہ سے جب جرمنی کے کوئلے والوں کا ہاتھ رُکا تو انہوں نے جرمنی سے تاوان نہ جانے کی صورت حال سے فائدہ اٹھا کر رُور میں لوہے اور اسپات کے نئے نئے کارخانے بنالئے۔ یہ کارخانے سوئڈن یا اسپین کے اوّل درجے کے کچے لوہے سے چلتے تھے۔ اس سے لورین اور رُور دونوں مقامات پر لورین کے ہلکی قسم کے کچے لوہے کو گلانے کی صنعت ختم ہوگئی۔ لورین میں لوہا گلانے کا کام رُور کے کوک کی مقررہ آمدنی ہی پر منحصر تھا۔ اور پکے لوہے کی تجارت برآمد بھی جرمنی ہی کے بازار پر تھی۔ اِدھر جرمنی کا بازار پانچ برس کے لئے بلا محصول فرانس کے واسطے کھول دیا گیا۔ چنانچہ واقعہ یہ تھا کہ رُور کے کوئلے کے کارخانوں کے مالک ہی اصل میں لورین کے لوہے اور اسپات کی صنعتوں کے مالک بھی تھے

سنہ ۱۹۲۰ء میں جب جرمنی کے پاس لوہے کی کمی ہوئی تو اتحادی حکومتوں نے جرمنی کو دھمکی دی کہ اگر وہ ان کی شرطوں کو پورا کرنے سے پہلوتہی کرے گا تو اتحادی حکومتیں رُور پر اپنا قبضہ کرلینگی۔ رُور پر قبضہ کرنا ایک اعتبار سے ایک علاقے کو ہتھیانا تھا۔ یہ کام ساری اتحادی حکومتوں کی پنچایت سے منظوری لئے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر جرمنی کی حکومت اتنی مجبور اور لاچار تھی کہ اس نے اس بات پر کوئی اعتراض نہ کیا۔ اس کے بعد کے زمانے میں جرمنی سے تاوان وصول کرنے میں فرانس نے برابر اس دھمکی سے کام لیا۔

لندن میں اتحادی حکومتوں کے نمائندوں کا جلسہ ہوا۔ اس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جرمنی پر ایک کھرب تیس ارب پونڈ تاوان ڈالا جائے۔ جب ۲۹ جنوری سنہ ۱۹۲۱ء

کو جرمنی کی حکومت نے لندن کانفرنس کی ان تجویزوں کو ماننے سے انکار کیا جن کی رُو سے تاوان ڈالا گیا تھا۔ تو اتحادیوں نے مارچ ۱۹۲۱ء میں ڈوسل ڈورف (Dussel Dorf) رُورورٹ (Ruhr ort) اور ڈیوئس برگ (Duisburgh) پر قبضہ کرلیا۔ اس کے بعد ان کی طرف سے جرمنی کو الٹیمٹیم دیا گیا اور فرانس رُور کے علاقے پر برابر قبضہ کئے رہا۔ جب صورت حالات اتنی نازک ہوگئی تو آخر کار مجبور ہوکر ۵ رمئی ۱۹۲۱ء کو جرمنی نے لندن کا الٹیمٹیم قبول کرلیا لیکن اسکا نتیجہ جرمنی کے لئے یہ نکلا کہ اس کی مالی حالت بگڑ گئی اور کابینہ کو استعفیٰ دینا پڑا۔

ورتھ کی حکومت

ماہ مئی ۱۹۲۰ء میں ورتھ (Wirth) چانسلر بنا۔ اس کے کابینے میں ۴ کیتھولک ۴ ڈیموکریٹ اور ۳ سوشلسٹ تھے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں اس میں ۴ کیتھولک ۳ ڈیموکریٹ اور ۴ سوشلسٹ ہو گئے۔ اس کابینے نے جرمنی کی مالی حالت کو بہتر بنانے کے لئے شدید جدوجہد کی۔ لیکن اسکا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا۔ انگلستان کے وزیر اعظم لائڈ جارج اور فرانس کے وزیر اعظم برئینڈ (Briand) تاوان کی پوری رقم وصول کرنے پر تُلے ہوئے تھے۔

اٹلی کے اسوقت کے وزیر اعظم نِتی (Nitti) نے اُن سے کئی بار باصرار کیا کہ جرمنی کے ساتھ اتنی سختی نہ کی جائے اور اس کے ساتھ ٹھیک طور پر سمجھوتہ ہونا چاہئے۔ مگر اس اصرار کا کوئی اثر نہ ہوا۔ اور جرمنی کی مالی حالت برابر گرتی گئی۔ اقتصادیات پر اسکا اثر یہ پڑا کہ جرمنی کے سکّے مارک کی قیمت بین الاقوامی بازار میں بہت گر گئی۔

اسی کابینے کے عہدِ حکومت میں شمالی سائلیشیا نے (Silesia) عام رائے شماری میں جرمنی کے حق میں رائے دی اور وہ جرمنی میں شامل ہو گیا۔ ۱۶ اپریل ۱۹۲۳ء کو اسی کابینہ نے سوویٹ روس سے ریپیلو (Rapallo) کا صلحنامہ کیا۔

کیونو کی حکومت

جرمنی کی مالی حالت برابر گر رہی تھی۔ اس سے کابینہ نے استعفٰے دے دیا اور نومبر ۱۹۲۲ء میں پیپلز پارٹی کا ممبر کیونو چانسلر بنا۔ اُس کے کابینے میں ۴ ممبر پیپلز پارٹی کے ۴ ڈیموکریٹ اور ۲ کیتھولک تھے۔ اس زمانے میں فرانس میں برئینڈ کی جگہ پوئنکارے (Poincaré) اور انگلستان میں لائڈ جارج کی جگہ بونر لا (Bonar Law) وزیراعظم بن گئے تھے۔ پوئنکارے نے بھی تاوان کی رقم کی ادائیگی کے بارے میں جرمنی پر زور ڈالا۔ ایک تجویز یہ بھی کی گئی کہ اُسکے دیوالیہ ہونے کا اعلان کر کے تاوان کی رقم یکمشت بیباق کر دی جائے لیکن پوئنکارے نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ اس کو یہ توقع تھی کہ حکومتِ فرانس کے زور پر قبضہ کرنے سے تاوان کی پوری رقم وصول ہو جائیگی۔

اس دَور میں جرمنی کی حالت بہت ہی ابتر ہو گئی۔ قوم پرستوں، علیحدگی پسندوں یہودیوں کے مخالفوں اور نازی لوگوں کی جداگانہ تحریکیں اپنی انتہائی حدود تک آگے بڑھ چکی تھیں۔ مارک کی قیمت بالکل ہی گر گئی تھی۔ حالت اتنی خراب ہو گئی تھی کہ میونک، کُشٹن، ہیمبرگ، ایکسلا شاپل اور کولمنبز میں خوفناک فسادات رونما ہوئے تاوان کی وصولیابی کے سلسلے میں فرانس تاوان کمیشن پر برابر دباؤ ڈال رہا تھا ۲۶ دسمبر ۱۹۲۲ء کو تاوان کمیشن نے اس دباؤ سے یہ اعلان کیا کہ جرمنی نے بیس ہزار بورڈ

اور ایک لاکھ تیس ہزار تار کے کھمبے یعنے کئی لاکھ مارک کا سامان تاوان میں کم دیا ہے اس کے چند دن بعد یہ اعلان کیا گیا کہ کوئلہ بھی کم دیا گیا ہے۔ تاوان کمیشن نے یہ فیصلہ کیا کہ جرمنی نے تاوان کی ادائیگی میں یہ کمی جان بوجھ کر کی ہے اس لئے اتحادی طاقتوں کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ جرمنی کو اس دیدہ و دانستہ خلاف ورزی کی سزا دیں۔ برطانیہ نے اس فیصلے کی مخالفت کی۔ مگر اس کی کچھ پیش نہ گئی۔

تاوان کمیشن کے اس فیصلے کے بعد فرانس اور بلجیم کی حکومتوں نے یہ طے کیا کہ انجنیروں کا ایک کمیشن رُور میں بھیجا جائے کہ وہ وہاں کوئلے کی سنڈیکیٹ کی کارروائیوں کی نگرانی کرے اور اپنی نگرانی میں وہاں سے کوئلہ بھجوائے۔ فرانس اور بلجیم کا یہ خیال تھا کہ کوئلے کی کانوں والے ہی شرائط صلح کی خلاف ورزی کرنے پر کمربستہ ہیں اس کمیشن کے ممبروں میں اٹلی بھی تھا۔ مگر برطانیہ اس میں شامل نہ ہوا۔ اس کمیشن کے ساتھ فوج بھی تھی۔

جب ۱۱ر جنوری ۱۹۲۳ء کو فرانس اور بلجیم کی فوجیں رُور میں داخل ہوئیں تو کوئلہ کے سنڈیکیٹ نے اپنا دفتر وہاں سے تبدیل کر کے ہیمبرگ میں جا کھولا۔ اس زمانے میں جرمنی کے مارک کی قیمت اتنی گر گئی تھی کہ ایک پونڈ میں اسی ہزار مارک آتے تھے۔ دسمبر میں مارک کا بھاؤ گر کر ایک سو بارہ ارب ہو گیا۔ مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۲۳ء کو جرمنی کی حکومت نے فرانس اور بلجیم کی فوجوں کے جرمنی کے علاقے میں داخل ہونے پر صدائے احتجاج بلند کی۔ مختلف چیزوں کی شکل میں جو تاوان ادا کیا جاتا تھا وہ بالعموم اور بلجیم اور فرانس کو کوئلہ اور کوک بھیجنا بالخصوص بند کر دیا گیا۔ سرکاری افسروں اور ریلوے کے مزدوروں کو یہ ہدایت کر دی گئی کہ وہ رُور پر قبضہ کرنے والے غیر ملکیوں کا حکم نہ مانیں۔

اس پر فرانس نے محصولات اور سرکاری مال پر قبضہ کرنا چاہا۔ کوئلے کی تجارت

برآمد پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ اور جنگلات سے لکڑی کاٹنے پر اصرار کرنے لگا۔ جرمن افسروں اور ریلوے کے مزدوروں اور ملازموں اور مشہور اور نمایاں شہریوں کو رُور سے جلاوطن کر دیا گیا۔ بہتوں پر جرمانے بھی کئے گئے۔ اور بہت سے قید میں ڈال دیئے گئے جس علاقے پر قبضہ کیا گیا۔ اسے باقی جرمنی سے الگ کر دیا گیا اور اس کی جدا گانہ محصولاتی حدیں بنا دی گئیں۔

اس ترکیب سے فرانس نے جرمنی کے آزاد علاقے کی تجارت درآمد برآمد یک قلم بند کر دی۔ فرانس کی جو مخالفت جرمنی کی طرف سے کی گئی تھی اُسکا مقصد یہ تھا کہ فرانس کو کوئلہ اور کوک نہ لینے دیا جائے۔ مگر فرانس نے بھی اقتصادی دباؤ سے اس مقصد کا گلا گھونٹنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ رُور کے جھگڑے کی وجہ سے جرمنی کی اقتصادی حالت اور اس کے ساتھ ہی سکہ سازی کی حالت بھی بہت خراب ہو گئی۔

اب رُور پر قبضہ کرنے کے بعد فرانس ایک دفعہ پھر یورپ میں سب سے زیادہ طاقتور بن گیا۔ انگلستان کی حالت یہ ہو گئی کہ اُسے کوئی پوچھتا تک نہ تھا۔ اسوقت اٹلی کی توجہ بھی فرانس کی بڑھتی ہوئی طاقت کی طرف ہوئی۔ اور اس کے دل میں فرانس کی مخالفت کا جذبہ کلبلایا۔ گویا اب وہ وقت قریب سے قریب تر آرہا تھا جب کل کے دوست دوسرے ہی دن پھر دشمن بننے والے تھے۔

البتہ ۱۹۲۳ء کے موسم بہار میں جب فرانس رُور پر قبضہ جما چکا تو جرمنی میں ایک قسم کی نئی بیداری دکھلائی دینے لگی۔ ہٹلر کی آواز اُسوقت یہ تھی کہ کاش جرمنی ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی فوجی طاقت بڑھاتا! اور کارل مارکس کے پیروؤں کو ختم کر دیتا جنہوں نے جرمنی میں اپنی وطنی دشمنی سے ایک فتنۂ عظیم اٹھا رکھا تھا!!

جو لوگ خود کو حکومت کا آدمی کہتے تھے ان سے اس بارے میں ہٹلر نے کئی دفعہ تبادلۂ خیالات کیا اور ان کی رائے معلوم کی اس کی آرزو یہ تھی کہ ہمیں مارکس کے پیروؤں کے خلاف کھلم کھلا محاذ قایم کرنے کا موقع ملنا چاہیے۔ مگر ان سب باتوں کو اس کان سے سن کر اُس کان سے اُڑا دیا گیا۔

چانسلر ہر کیونو نے یہ اندازہ لگایا کہ اگر رُور کے آس پاس ہڑتال کرا دی جائے تو فرانس کو کوئلہ بالکل نہ مل سکیگا۔ اور اس طرح چند دن تک خالی بیٹھے رہنے کے بعد فرانس اپنا سا مُنہ لے کر خود ہی واپس جانے پر مجبور ہو جائیگا کیونکہ اس حالت میں اُسے فائدے کی جگہ نقصان پہنچے گا۔ مگر یہ کام اس قسم کا تھا کہ مارکس کے چیلوں کی مدد کے بغیر انجام نہ پا سکتا تھا۔ اب اگر مارکسٹوں کی پوچھئے تو یہ ہے کہ وہ نرے روپے کے بھوکے تھے۔ چنانچہ جب کیونو نے انہیں روپیہ دیا تو اس روپے کے بل پر انہوں نے رُور کے آس پاس کے علاقے میں ہڑتال کرا دی۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ کیونو نے پیسہ خرچ کر کے ہڑتال خرید لی۔

گو یا اُس علاقے میں جرمنی نے مہا تما گاندھی کے عدم تشدد کے سب سے زیادہ کامیاب ہتھیار ستیہ گرہ سے کام لیا۔ اس نے رُور سے اپنے قلیوں کو ہٹا لیا اور ریلوے کے مزدوروں کو واپس بلا لیا۔ اس سے قبضہ کرنے والی فوج کو جو امداد مل سکتی تھی، نہ ملی۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ فرانس کو بڑے بھاری خرچ پر وہاں مزدور رکھنے پڑے۔

جرمنی نے اس کشاکش کے سلسلے میں کئی تجاویز پیش کیں جن کی غرض سمجھوتہ کرنا تھی۔ مگر فرانس کی سیاسی نخوت کا یہ عالم تھا کہ اس نے ان میں سے کسی ایک تجویز کو بھی قبول نہ کیا۔ اور تو اور برطانیہ نے بھی اس سلسلے میں جو تجویزیں اپنی طرف سے

پیش کیں، اس نے انہیں بھی ٹھکرا دیا۔
ماہ اگست ۱۹۲۳ء میں جرمنی میں شترکہ حکومت بنی۔ اس میں ۲ ممبر پیپلز پارٹی کے، ۲ کیتھولک ۲ ڈیموکریٹ اور ۴ سوشلسٹ تھے اس حکومت کے کابینے کا چانسلر سٹریسمین تھا۔ اس کی وزارت کے دور میں نئی جرمن گورنمنٹ نے ۲۶ ستمبر کو ستنیہ گرہ بند کر دیا۔ مگر فرانس کی حکومت اب بھی گفت وشنید کرنے پر راضی نہ ہوئی۔ راین کے بائیں کنارے کے علاقے کی علیحدگی کے لئے جو لوگ ایجی ٹیشن کر رہے تھے وہ انہیں برابر مدد پہنچاتی رہی۔
ماہ نومبر ۱۹۲۳ء میں ان اضلاع کے تاجروں نے جن پر فرانس نے غاصبانہ قبضہ جما رکھا تھا متفقہ طور پر لوہے اور کوئلے کا اسٹاک خالی کر دینے کا فیصلہ کیا۔ ان کے اس طرز عمل کی وجہ یہ تھی کہ فرانسیسی حکومت نے جرمن گورنمنٹ کے ساتھ کسی قسم کی گفت وشنید کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ تاجروں نے یہ مطالبہ کیا کہ جرمنی کا کوئلے کا محصول، اور اٹھائے ہوئے کوئلے کی مقدار واپس کر دی جائے انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ روپے کی جگہ محنت مزدوری کو قبول کر لیا جائے۔ تاوان کے کوئلے اور کوک کی ادائیگی، کوئلے اور کوک کی فروخت کے ساتھ مشروط کی گئی روپے کی جگہ لوہے اور اسپات کو منظور کر لیا گیا۔
اس سمجھوتے کو جرمنی کی حکومت نے بھی مان لیا اور اس نے تاجروں کو ان کی لاگت کے بدلے میں ستر کروڑ مارک دیدئے۔
ویسے تو یہ بندوبست عارضی ہی تھا۔ مگر اس سے صلح کے لئے راستہ صاف ہو گیا۔ چنانچہ اس کے بعد جب برطانیہ اور امریکہ نے فرانس پر دباؤ ڈالا تو اسے تاوان کمیشن کے ۱۹۲۴ء کے مقرر کردہ ڈاوس کمیشن کو قبول کرنا پڑا۔ جس کی نشست ۱۴ ارجون کو ہوئی۔ اس سمجھوتے سے فرانس کے حصے میں لندن

الیٹیمٹم کے تجویز کردہ تاوان کے ایک تہائی سے بھی کم آیا۔

فرانس میں جونہی گورنمنٹ بنی وہ اس بات سے اتفاق رائے رکھتی تھی کہ ڈاوے کمیشن کی تجویزوں کے مطابق تبدیلیوں کو چھوڑ دیا جائے اور فرانسیسی فوجیں رور کا علاقہ خالی کر دیں۔ چنانچہ اس کے اس رویئے پر اعتماد کرتے ہوئے ۳۰ اگست ۱۹۲۴ء کو مسودہ تجاویز پر دستخط کر دیئے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۲۴ء میں جرمنی کی مالی حالت بہت کچھ بہتر ہو گئی اور مالی حالت سنبھل جانے کی وجہ سے مارک کا بھاؤ بھی چڑھ گیا۔ مگر جہانتک تجویزوں پر عمل درآمد ہونے کا تعلق ہے رُور کا علاقہ پوری طرح ۳۱ جولائی ۱۹۲۵ء ہی کو خالی کیا گیا۔ جبکہ فرانسیسی فوجیں الیسس اور لیجم سے ہٹیں۔ ۲۵ اگست کو ڈوسے لارڈن، ڈوئس برگ اور رُورارٹ بھی خالی کر دیئے گئے۔

جونہی یہ سیاسی دباؤ ہٹا وہ اقتصادی سمجھوتہ بھی ختم ہو گیا جس کا نفاذ ورسائی کے صلحنامے کی رُو سے لابدی تھا۔ مگر اس سے جرمنی کے تاجروں نے یہ خوب سمجھ لیا کہ جہانتک سیاسی کھینچا تانی میں کامیاب ہونے کا تعلق ہے بازی فرانس ہی کے ہاتھ رہی ہے۔ اُدھر فرانس کی حکومت نے بھی یہ نکتہ اچھی طرح جان لیا کہ اقتصادیات کے میدان میں سیاسی اثرات کس حد تک کام دے سکتے ہیں۔

اس تمام صورتِ حال کا یہ نتیجہ نکلا کہ فرانس اور جرمنی میں ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔ اور لوہے اور اسپات کے بارے میں دونوں کے درمیان ایک جداگانہ سمجھوتہ ہوا۔ ورسائی کے صلحنامے کی رُو سے باندھا ہوا جو سیاسی رشتہ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ اس طرح پھر جُڑ گیا۔ ۱۹۲۵ء کے لوکارنو کے معاہدے کے بعد ۱۹۲۶ء میں جب جرمنی لیگ اقوام کا ممبر بن گیا تو جہانتک دھمکیوں کا تعلق ہے رُور کا نام اس ذیل میں پھر کبھی نہیں آیا۔

۱۹۲۹ء میں ینگ کمیشن نے تاوان کے مسئلہ پر نظر ثانی کی۔ اور یہ طے کیا گیا کہ جرمنی ۳۷ برس تک دس کروڑ پونڈ سالانہ بطور تاوان اتحادی حکومتوں کو ادا کرتا رہے۔ ۳۷ برس کے بعد ۲۲ برس تک کے لئے اس سے کچھ کم رقم سالانہ (بطور تاوان) رکھی گئی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں ہیگ کانفرنس میں ینگ کمیشن کی تجویزوں کے اصولوں کو تسلیم کر لیا گیا۔ اور اس کے بعد ۱۹۳۲ء میں لوزان کانفرنس میں تاوان کی بقیہ رقم کو یک لخت معاف کر دیا گیا۔

اٹھارھواں باب

ہٹلر کی ہمہ گیر تحریک

یہ دَور وہ تھا جب جرمنی کا سفینۂ حیات سیاسیات کے بھنور میں چکر کھا رہا تھا جرمنی کو ایک ہوشیار ملاح کی ضرورت تھی جو بیڑے کو پار لگا سکے۔ یہی اس کے لئے وقت کی سب سے بڑی ضرورت تھی۔

اس وقت ایڈلف ہٹلر اٹھا اور اس نے حالات کی عنان اپنے مضبوط اور بے لوث ہاتھوں میں تھام لی۔

وہ جرمنی کی آزادی اور انصاف کا ترجمان بنا۔ اُس نے سارے مُلک کا دَورہ کیا اور جرمنی کے قومی تصورات کا مظہر بنکر قوم سے اپیل کی کہ وہ بیدار رہو۔

اس اپیل نے جادو کا سا کام کیا۔ گرتے ہوئے سنبھل گئے اور ان کے ذہن ایک نصب العین سے وابستہ ہو گئے۔

اہل جرمنی میں ولولہ انگڑائی لے کر بیدار ہوگیا۔ امید کی روشنی دکھائی دینے لگی۔ مایوس جرمن عوام کو ایسا محسوس ہوا گویا گھنگھور مایوسی کی رات میں جو ستاروں کے ٹمٹماتے ہوئے چراغوں سے بھی محروم تھی، جرمنی کے آسمان پر امیدوں اور ولولوں کا ماہتاب طلوع ہونے لگا اور ان کے وطن کی تاریک فضا اس کی کرنوں سے منور ہوتی جا رہی ہے۔

ٹوٹی ہوئی ہمتیں پھر بندھ گئیں۔ قوم کی افسردہ رگوں میں زندگی کا خون تازہ پھر دوڑنے لگا۔ یقین پیدا ہوا، طاقت پیدا ہوئی اور جرمنی اپنے ان لاکھوں وطن پرست فرزندوں کی شکل میں پھر زندہ ہوگیا جو وطن کی بھلائی کی بات سننے کے لئے بیچین تھے۔

جو لوگ اس دور میں غلام جرمنی کے مالک بنے بیٹھے تھے وہ زیادہ سے زیادہ یہی کر سکتے تھے کہ ہٹلر کے پرستاروں کو، ان باغیوں کو، جیل میں ٹھونس دیں جلاوطن کر دیں، تنگ کریں، دباؤ ڈالیں، بے عزت کریں۔ مگر وہ ان پر جوش مجاہدین وطن کو اس بات پر کبھی بھی مجبور نہیں کر سکتے تھے کہ غلامی کے سجدے میں سر ڈالے پڑے رہیں۔

نئی بیداری سے اس یقین کا بیج سینکڑوں ہزاروں اور لاکھوں دلوں میں بویا جا چکا تھا۔ کہ جرمنی آزاد ہو کر رہیگا۔ کھیت کھیت میں، گاؤں گاؤں میں، پہاڑوں سے لے کر سمندروں تک، اور رائن سے لگا کر وسٹلا تک بغاوت کے شعلے پھیل چکے تھے۔ یہ بغاوت ہر قسم کی غلامی کے خلاف تھی۔ اس بغاوت کے شعلوں نے آخر میں آگ کے ایک بحرِ ذخار کی شکل اختیار کر لی۔ اس آگ کے سمندر میں سے ایک پاک و صاف جرمنی پیدا ہوا اور اپنی عظمت کے تخت پر آن بیٹھا۔

خدا نہیں چاہتا کہ کوئی بھی غلام بنا رہے۔

ایڈلف ہٹلر اس بات کو خوب اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا پروگرام اُسی وقت کامیاب ہوگا جب اُسے ایک ایسی شکل دی جائے جو نئی ہو عظیم الشان ہو اور ترقی پذیر خیالات کے اعتبار سے مثالی اور ناقابلِ حرف گیری ہو۔ اس لئے اس نے نئے جرمنی کی ترقی کی بنیاد نیشنل سوشلزم یا قومی اشتراکیت کے اصولوں پر رکھی۔

اُس دَور کے بہت سے پروگرام

نیشنل سوشلزم کے پروگرام کے بارے میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ اس کے بارے میں اتنی غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں، اتنے الٹ پھیر ظاہر کئے گئے ہیں اور اس کے خلاف اتنا شدید پروپیگنڈہ کیا گیا ہے کہ اگر ایک طرف یہ پورے طور پر رجعت پسندانہ پروگرام معلوم ہوتا ہے تو دوسری طرف مکمل طور پر پالشوزم لئے ہوئے نظر آتا ہے۔ مگر اس پروگرام کے متعلق ایک یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے۔ اس پر جتنے طوفان آئے ان سب میں سے یہ بلا تغیر و تبدل ہی گذر گیا یہ نئی رائخ کا سنگِ بنیاد رہے اور مستقبل میں بھی اس کے بدلنے کی کوئی توقع نہیں۔

اوسط طبقے والوں کی پارٹیوں نے جو پروگرام بنا رکھے تھے اُن سے تو اسکا موازنہ ہی بیکار ہے۔ کیونکہ اُنہیں نیشنل سوشلسٹوں کے پروگرام سے کوئی نسبت ہی نہیں۔ اگر ہم ان لاتعداد پروگراموں پر ایک غائر نظر ڈالیں جو گذشتہ پندرہ برس میں جرمنی میں چلائے گئے تو یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ان میں کسی رہبرانہ یا روحانی نصب العین کا کوئی نشان نہیں ملتا! البتہ طلبا کو شبہ میں ڈالنے کے واسطے اُن میں کہیں کہیں دکھاوے کے لئے اِس قسم کے فقرے ضرور رکھ دئیے گئے تھے جن سے بلند خیالی مترشح ہوتی تھی۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے جو پروگرام مختلف پارٹیاں بناتی تھیں ان میں کسی بلند نصب العین کو سامنے نہیں رکھا جاتا تھا بلکہ مستقبل کو طے شدہ مانگ حقوقی ضرورتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ پروگرام ترتیب دئے جاتے تھے۔ یہ ممکن ہے کہ سوشل ڈیموکریٹ پارٹی کا پروگرام اوسط طبقے والوں کی پارٹی کے وضع کئے ہوئے حقوق کی ترجمانی کرتا ہو اور سنٹرل پارٹی کا پروگرام یونیورسل کیتھولک چرچ کے حقوق کی بھی ترجمانی کر دیتا ہو اور اوسط طبقے کی پارٹی کا پروگرام کسی حد تک تھوک فروشوں کے حقوق اور کسی حد تک خوردہ فروشوں اور کاشتکاروں اور دوسرے پیشے والوں کے حقوق کا بھی نمائندہ ہو مگر بہر صورت یہ پروگرام کوئی بلند نصب العین لئے ہوئے نہیں تھے۔

ایسے واقعات موجود ہیں جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کس طرح کن کن خاص پارٹیوں نے ہر نئے انتخاب کے واسطے ایک نیا پروگرام بنایا اور پچھلے پروگرام کو طاق نسیاں کے حوالے کر دیا۔ کبھی کبھی تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک پارٹی کے پروگرام کا اول کا حصہ کھلے طور پر آخر کے حصے کی تردید کرتا تھا۔ ایک انتخاب کے موقع پر تو سنٹر پارٹی والے اس حد تک بے اعتدالی کر گئے کہ انہوں نے دو مختلف طبقوں کے لئے دو پروگرام بنائے۔ ایک پروگرام اوسط طبقے والوں کے لئے دوسرا مزدوروں کے واسطے تھا۔

یہ بھی دستور سا ہو گیا تھا کہ اگر کوئی نئی پارٹی بنتی تھی تو اس کی تشکیل میں پروگرام ایک ضروری جزو کے طور پر رکھا جاتا تھا۔ اور وہ پارٹی بڑی شیخی سے اپنے پروگرام کی تعریف میں قصیدہ خوانی کرتی رہتی تھی۔ حالانکہ اصل میں وہ پروگرام مخالف حقوق میں مقابلہ کی گرماگرمی پیدا کرنے کے لئے صرف اس لئے بنا دئے جاتے تھے کہ ان سے بھی (منجملہ اور چیزوں کے) پارٹی کی تزئین و آرائش ہوتی تھی۔

اس رویئے کے برعکس سوشلسٹوں نے ہمیشہ اپنے پروگرام اور اپنے بنیادی اصولوں کو عملی طور پر پورا کر کے دکھایا۔ اور کبھی کسی وجہ سے بھی ان میں ادل بدل نہیں کی۔

ہٹلر نے ایک دفعہ کہا تھا کہ "جرمنی کا زوال پروگراموں کی کمی کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ اس لئے ہوا کہ اس کے پاس پروگراموں کی تعداد ضرورت سے زیادہ تھی۔ اور کام کرنے والے بہت تھوڑے تھے۔ اگر صرف پروگرام ہی کام کا فیصلہ بھی کر دیا کرتے تو ڈیموکریٹک لوگ پارلیمنٹ کی پارٹیوں کے ساتھ آج پہلے کی بہ نسبت زیادہ مضبوطی سے حکومت کے تخت پر بیٹھے ہوتے"۔

ہٹلر سے کئی دفعہ یہ سوال کیا گیا کہ تمہارا پروگرام کیا ہے؟ اور جب کبھی اس سے یہ پوچھا گیا اُس نے فخر کے ساتھ اپنی سادہ فوج اور بہادر طوفانی فوج (Stroem Troopers) کی طرف اشارہ کر کے کہا "ہمارے پروگرام کے علمبردار یہ ہیں۔ ہمارا پروگرام ان کے چہروں سے ظاہر ہے۔ اور وہ پروگرام جرمنی ہے"۔

جرمنی کے چھینے ہوئے ملک کو واپس دلوانے میں جو اصول بھی کام دے سکتا ہے وہ نیشنل سوشلسٹوں کے نزدیک اُن کے پروگرام کا جزو ہے۔ وہ ان باتوں کی مذمت کرتے ہیں جو ملک کے لئے باعثِ نقصان ہیں اور ان کو مٹا دینا چاہتے ہیں۔

طوفانی فوجوں کا دُوسری پارٹیوں سے مقابلہ

ابتدا میں تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ نئی تحریک پھل پھول نہ سکیگی۔ مگر ۱۹۳۲ء کے آخر میں اچانک طوفانی فوجوں نے ترقی کی اُسوقت نیشنل سوشلسٹوں کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ جب ہٹلر تقریر کرنے کھڑا ہوتا تھا تو بڑے بڑے وسیع ہال کھچا کھچ

بھر جاتے تھے۔ سننے والے نئے اصولوں کی تلقین کو خاموشی کے ساتھ سنتے اور ہٹلر کی زندگی بخش شخصیت کے جادو سے مسحور ہو جاتے تھے۔

لیکن ابھی تک ہٹلر کی پارٹی کی مقبولیت بویریا تک ہی محدود تھی۔

ہٹلر بڑی شدت سے کارل مارکس کے مذہب خیال کی مذمت کرتا تھا۔ وہ اس کے کارندے اور سب سے زیادہ طوفانی فوج کی چھوٹی چھوٹی مگر قابل اعتماد ٹکڑیاں پوری خود اعتمادی سے کمیونسٹوں کی مخالفت کرتی تھیں یہ لوگ غریب سے غریب گھروں، کمیونسٹوں کی محفوظ جگہوں اور مارکس کے چیلوں کی مجلسوں میں درانہ گھس جاتے تھے اور بے خوفی کے ساتھ سوشل ڈیموکریٹوں سے بحث مباحثہ کیا کرتے تھے۔ اور وہ نوجوان جو سارے ملک میں سب سے زیادہ ترقی پسند تھے اور لڑنے کا تجربہ رکھتے تھے، سب سے پہلے اور زیادہ سے زیادہ تعداد میں ہٹلر کے جھنڈے کے نیچے آن جمع ہوئے۔

اب ۱۹۲۳ء کی کساد بازاری کا دور آیا۔ اس زمانے میں بویریا میں مڈل کلاس سنٹر پارٹی (اوسط طبقے کی مرکزی پارٹی) کی حکومت تھی اور بویریا اور رائخ میں جو تعلق تھا اُسے توڑنے کے لئے جان توڑ کوششیں کر رہی تھی۔ جہاں تک برلن کا تعلق ہے وہاں ابھی تک سوشل ڈیموکریٹوں ہی کا راج تھا۔

بویریا کی حکومت نے جب یہ دیکھا کہ یہ نئی سیاسی پود جو خود کو نیشنل سوشلسٹ کہتی ہے بڑی تیزی سے آگے بڑھ رہی ہے۔ تو اس نے یہ ترکیب سوچی کہ اپنے مقاصد کی تکمیل میں نوجوان نیشنل سوشلسٹوں ہی کو بطور آلہ کار کیوں نہ استعمال کیا جائے۔ یوں اس کا کام بھی نکلتا تھا اور نیشنل سوشلسٹوں کی کمیونسٹوں یا سرخ جھنڈے والوں سے ٹکر بھی ہوتی تھی۔

چنانچہ بویریا کی حکومت نے ہٹلر کی بالکل مخالفت نہیں کی۔ حکومت کے

الگ تھلگ رہنے اور ہٹلر کے اپنی حمایت میں پروپگنڈہ کرنے کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک ایک کر کے ملک کے دوسرے وطن پرست گروہ بھی اس کے اثر میں آتے گئے اور اس کے خیالات کو اپنانے لگے۔

انیسواں باب

کالا جمعہ ۔ (۹ نومبر ۱۹۲۳ء)

اس طرح بویریا میں ہٹلر کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی اپنے انتہائی عروج کو پہنچ گئی تھی۔ عوام میں تو ہٹلر ہلچل ڈال ہی چکا تھا اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کے بعد اس نے سرکاری محکموں کو بھی اپنے اثر میں لے لینے کا فیصلہ کیا۔ اسی زمانے میں ہٹلر کا تعارف لوڈنیڈارف سے ہوا۔ لوڈنیڈارف گذشتہ جنگ عظیم میں بڑے پائے کا سپہ سالار رہ چکا تھا اور اس زمانے میں جرمنی کا مانا ہوا لیڈر تھا۔ اس سے ملنے کے بعد ہٹلر نے اور بھی زیادہ زور شور کے ساتھ پروپگنڈہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ ۱۹۲۳ء میں اس کی شہرت سارے ملک میں ہوگئی۔

اب ہٹلر نے بویریا کی حکومت کے نمائندوں سے یہ درخواست کی وہ اسکی پارٹی کے اعلان کی تصدیق کریں۔ مگر چونکہ حکومت کی باگ سرمایہ داروں اور کمیونسٹوں کے ہاتھ میں تھی اس درخواست پر کوئی توجہ نہ دی گئی۔ اس پر ہٹلر کو بڑا طیش آیا۔ اور اس نے زبردستی اعلان کی تصدیق کرانے کا فیصلہ کیا۔

بویریا میں اُس زمانے میں حکومت، فوج اور پولیس پر تین آدمیوں کا قبضہ تھا۔ یہ تین آدمی ہر وان کاہر، لاسو اور سیسر تھے۔ ہٹلر نے یہ ترکیب سوچی کہ جس طرح

بن پڑے ان تینوں کو اپنے ساتھ ملا لینا چاہیئے۔ پھر تو رائخ کی موجودہ حکومت کو بڑی آسانی سے منصب سے ہٹایا جا سکیگا۔ چنانچہ سب سے پہلے اُس نے ہروان کاہر کو بس میں کرنے کے لئے عملی قدم اٹھایا۔

۸ر نومبر ۱۹۲۳ء کو ہروان کاہر میونک شہر کے میٹنگ ہال میں ریاستوں کے نمائندوں کے روبرو تقریر کر رہا تھا کہ ہال کے سامنے ایک موٹر آکر رکی اور اس میں سے کچھ لوگ اترے۔ ہٹلر ان کے آگے آگے تھے۔ جب ہٹلر ہال کے اندر داخل ہوا تو مجمع پر ایسا سناٹا چھا گیا گویا سب کو سانپ سونگھ گیا ہے۔ ہٹلر نے اپنی جیب سے پستول نکالا اور چھت کی جانب ایک فیر کیا۔ اس کی اس جرأت اور دہشت انگیز حرکت سے ہروان کاہر کی یہ حالت ہوگئی کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ ہٹلر اس کے خوف زدہ ہونے کو تاڑ گیا۔ اس نے ہروان کاہر کو اشارہ کیا کہ وہ ہٹلر کے ساتھ برابر کے کمرے میں چلے۔ ہروان کاہر چپ چاپ ساتھ ہولیا۔ کمرے میں داخل ہو کر ہٹلر نے پستول کی نالی ہروان کاہر کی پسلی سے بھڑا دی اور اس سے اعلان پہ دستخط کرنے کو کہا۔

اس دھمکی سے نہ صرف ہروان کاہر ہی نے اعلان پر دستخط کر دئیے بلکہ اس کے علاوہ لائسو اور سیسر نے بھی اس کے ساتھ خفیہ طور سے حلف اٹھا کر ہٹلر کا پورے طور پر ساتھ دینے کا قول دیا۔

اب کیا تھا! وہی بات ہوگئی جو ہٹلر کی دلی آرزو تھی۔

اس کے دوسرے دن مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۲۳ء کو جرمنی کے شرمناک انقلاب کی پانچویں سالگرہ کا دن تھا۔ ہٹلر نے اس دن برلن پر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ہنتاریخ کو نئے جرمنی کے وجود اور رائخ کی حکومت کو منصب سے ہٹانے کا اعلان کیا۔ مگر جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کیتھولک پارٹی کے نمائندوں ہروان کاہر

وغیرہ نے ۹ر نومبر کے واسطے اپنا ایک جداگانہ پروگرام بنا رکھا تھا۔ گویا ایک طرف تو انہوں نے ہٹلر کے سامنے یہ حلف اٹھا لیا تھا کہ وہ ہٹلر اور اس کی پارٹی کی مدد کرینگے اور دوسری طرف انہوں نے اسے دھوکہ دینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔

طوفانی فوج پر گولیوں کی بارش

۹ر نومبر کو دوپہر کے وقت میونک سے طوفانی فوج کی پہلی ٹکڑی برلن کی طرف روانہ ہوئی۔ اس دستے پر پولیس نے مشین گن سے گولیاں برسائیں۔ اس فائرنگ سے طوفانی فوج کے اٹھارہ آدمی تو اُسی وقت شہید ہو کر گر پڑے اور بہت سوں کو شدید زخم آئے۔ جو دستہ برلن کی طرف جا رہا تھا، اس کی کمان ہٹلر، لوڈنیڈارف اور جرنیل گوئرنگ کر رہے تھے۔ ہٹلر اور لوڈین ڈارف دونوں تو حیرت انگیز طریقے پر بچ گئے مگر جرنیل گوئرنگ کے دو گولیاں لگیں اور وہ زخمی ہو کر زمین پر گر پڑا۔

مشین گن کی گولیوں کی اس بارش نے طوفانی فوجوں کے مسرت آمیز ولولو کو زخمی کر دیا۔ جرمنی کی تاریخ میں ایک بار پھر فریب اور دغا نے فتح اور نصرت کا راستہ مسدود کر دیا۔

ہٹلر کی تحریک کو بیدردی سے کچل دیا گیا۔ اس کے طرفدار تتر بتر ہو گئے۔ تحریک کے لیڈروں میں سے کچھ تو جیل بھیج دیئے گئے، کچھ زخموں سے چور ہو کر ہسپتال میں پڑ گئے، اور کچھ جلاوطن کر دیئے گئے۔

ہٹلر بھی اس موقع پر گھائل ہوا۔ حکومت نے اُسے اسی حالت میں گرفتار کر لیا۔ اور آرام ہو جانے کے بعد اس پر مقدمہ چلایا۔ مقدمے کا نتیجہ یہ نکلا کہ اسے پانچ برس کی قید کی سزا دی گئی۔ مگر پھر تھوڑی ہی دیر بعد سزا کی مدت گھٹا کر پانچ برس کی بجائے صرف ۸ ماہ کر دی گئی۔

۱۹۲۴ء کی بسنت رُت میں ہٹلر کا یہ مقدمہ ختم ہوا تھا۔ اس موقع پر ہٹلر نے کہا تھا:۔

"آج حکومت کے جج ہمارے کاموں کی مذمت کر کے خوش ہوئے ہیں۔ مگر سچائی اور انصاف کی دیوی (تاریخ) ایک دن ان کے اس فیصلے کو پھاڑ کر پھینکتے وقت (ان کی اس نادانی پر) مسکرائیگی۔ اسوقت وہ اعلان کرے گی کہ ہم سب بے قصور تھے اور ہم نے جو کچھ کیا وہ ہمارا فرض تھا۔"

یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ جو کچھ ہٹلر نے اس وقت کہا تھا اس کا ایک ایک لفظ آج اپنی سچائی کا ثبوت خود بن گیا ہے۔ مقدمے کے اختتام پر سزا بھگتنے کے لئے ہٹلر کو لینڈزبرگ کے جیلخانے میں رکھا گیا۔

ہٹلر کی خود نوشت سوانح عمری

جیل میں ہٹلر نے اپنی تب تک کی زندگی کے حالات کو ایک کتاب کی شکل میں لکھا۔ جرمن زبان میں اس کتاب کا نام "مین کیمپ" (Mein Kamp) اور انگریزی میں "مائی سٹرگل" (My Struggle) یعنی "میری جد وجہد" ہے۔ اس کتاب میں ہٹلر نے اپنی ۱۹۲۳ء تک کی زندگی کے واقعات بیان کئے ہیں۔

طوفانی فوجوں کی تیاریاں

۲۴ر دسمبر ۱۹۲۴ء کو ہٹلر جیل سے باہر آیا۔ اس نے دیکھا کہ اب وہ پہلے کی بہ نسبت اور بھی زیادہ مقبولیت حاصل کر چکا ہے۔ اسوقت ملک میں سب طرف ہٹلر ہی کا نام گونج رہا تھا۔ یہ بات آشکارا ہوگئی کہ جو قربانی دی گئی وہ رائیگاں

نہیں گئی۔ وہ بیج جو خون کی آبیاری کے ساتھ بوئے گئے تھے پھوٹنے لگے اور
اُن میں حیرت انگیز طریقے سے شگوفے نمودار ہوئے۔
اب جنگجو، پھرتیلے کارکن ایک بار پھر پہلے سے بھی زیادہ شیر دلی کے ساتھ منظم ہو گئے۔ خود ہٹلر کو بھی اب پہلے کی بہ نسبت زیادہ طاقت اور تجربہ حاصل ہو گیا تھا اور وہ مستقبل کے بارے میں زیادہ پُر اُمید تھا جس وقت ہٹلر قید میں گیا تھا، حالات پر مایوسی کی تیرہ و تار گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں، مگر جونہی وہ قید سے چھوٹ کر آیا۔ جرمنی کے اس رہبر اور اوتار کی مقناطیسی قوت کشش ظاہر ہونے لگی۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں میں جھنڈا اٹھایا اور اس کے علم سنبھالتے ہی پُرانے جانباز جنگجو اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور ہزاروں کی تعداد میں نئے شیر دل بھی آن شامل ہوئے
اب یہ تحریک صرف بویریا تک محدود نہیں تھی بلکہ شمالی جرمنی میں بھی اس کے اثرات چھا گئے تھے۔ سوشل ڈیموکریٹوں نے اس وقت خالص سوشلزم کے عقائد کو اپنا رکھا تھا۔ سوشلزم کے صحیح معنے ہیں سوسائٹی کی خدمت کرنا اور ہر ایک آدمی کو اچھی زندگی بسر کرنے کا حق دینا۔ مگر سوشل ڈیموکریٹوں نے اس بلند نصب العین کو گھٹاتے گھٹاتے صرف روٹی اور مزدور کا سوال بنا ڈالا تھا۔

جرمنی میں اس دَور کے دو طبقے

جرمنی دو مخالف کیمپوں میں بٹا ہوا تھا۔ ایک طرف تو بہت غریب مزدور تھے دوسری طرف اوسط طبقے والے تھے جنہوں نے حکومت کے نمائندوں کی شکل اختیار کر رکھی تھی۔ مزدور طبقے والے ان سے نفرت کرتے تھے کیونکہ وہ ان کو جبر و تعدّی اور مظالم کا مجسمہ خیال کرتے تھے۔ اوسط طبقے والے ڈرپوک تھے۔ وہ مزدوروں سے خائف رہتے تھے اور ان سے نفرت کرتے تھے۔ ان کے

نزدیک مزدور بربادی کی نشانی تھے اور ان کا مقصد افراد کے مال و دولت کو لوٹنا اور برباد کرنا تھا۔

اس لحاظ سے دونوں طبقے ناگزیر طور پر ایک دوسرے کے خلاف تھے ایک طبقہ حکومت کی بیخ کنی کے درپے تھا۔ دوسرا عوام کے مفاد کو کچلنے پر تیار تھا دونوں کے درمیان ایک وسیع خلیج حائل تھی اور اس پر کوئی پل نہیں بنایا جا سکتا تھا۔ آپس کے سمجھوتے کا کوئی امکان نہیں تھا۔

ہٹلر نے دیکھا کہ ان دونوں طبقوں کی آپس کی مخالفت ہی نے عوام میں تفرقہ ڈال رکھا ہے۔ جب تک یہ ایک دوسرے کی مخالفت کرتے رہینگے کوئی قومی اتحاد نہ ہو سکیگا۔ کوئی ایسا لائحہ عمل بننا چاہئیے جو ان دونوں کو ملا کر ایک کر سکے۔ چنانچہ اس خیال کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے دونوں طبقوں کے نمائندہ پارٹیوں کے خاص خاص بنیادی اصولوں کو لے کر ایک نیا مرکب تیار کیا اور اسکا نام نیشنل سوشلزم یا قومی اشتراکیت رکھا۔ نیشنل سوشلزم کے عقیدے میں دونوں طرف کے خیالات کے لئے گنجائش تھی۔ یہ ایک بلند نصب العین تھا اور اس سے جرمنی کی سب جماعتوں میں ناقابل شکست اتحاد ہو سکتا تھا۔

جس جماعت نے اس عقیدے کو اختیار کیا وہ نیشنل سوشلسٹ کہلائی۔ آگے چل کر یہی جماعت نازی پارٹی ہو گئی۔ اس نے مزدوروں کو یہ نکتہ سمجھایا کہ جب تک سارے ملک کے فائدے کو سامنے رکھا جائیگا کوئی سوشلزم کامیاب نہ ہو سکیگا اگر تم ایک انسان کی حالت کو بہتر بنانے کے آرزومند ہو تو تمہیں لازمی طور پر سارے ملک کی بہتری کی تدابیر سوچنی پڑینگی۔

دوسری طرف اس نے متوسط طبقے کی پارٹی والوں کو یہ بات سمجھائی کہ ملک ترقی کے راستے پر اسوقت تک گامزن نہیں ہو سکتا۔ جب تک تم ملک کے ہر

باشندے کو اسکا انفرادی حق دینے کے لئے تیار نہ ہو گے اور ملک کے ہر باشندے کی قسمت کو اپنی قسمت نہ سمجھو گے نیشنل سوشلسٹوں نے دونوں جماعتوں کو یہ سمجھایا کہ قوم پرستی اور سوشلزم دو مختلف چیزیں نہیں ہیں بلکہ ایک کا وجود دوسرے کے لئے لازم و ملزوم ہے۔ اس طریقے سے ہٹلر نے دونوں عقیدوں کو ایک فلسفیانہ رشتے میں باندھ دیا۔ اس نے اپنے سامنے کام ہی یہ رکھ لیا کہ دلائل کے زور سے دونوں عقیدوں کے نمائندوں کو ایک مرکز پر جمع کر کے قومی اتحاد کی بنیاد رکھنی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہٹلر کا یہ کارنامہ بہت بلند حیثیت رکھتا ہے اور جرمنی کی تاریخ کے صفحات پر اس کے اس کارنامے کا ذکر رہتی دنیا تک سنہری حرفوں میں لکھا رہیگا۔ جو خلیج مزدور طبقے اور اوسط طبقے والوں کے درمیان حائل تھی ہٹلر نے اس پر پل تو نہیں باندھا مگر دونوں طبقوں میں جو اختلافی عقیدے تھے، انہی کو خلیج پر کرنے کے لئے استعمال کیا اور اس طرح خلیج کو پاٹ دیا۔ وہ لڑائی بند ہو گئی جو جماعتوں اور پارٹیوں کی بنیادیں کھوکھلی کر رہی تھی اور جرمن قوم متحد ہو گئی۔

بیسواں باب

نیشنل سوشلسٹوں کا طریق کار

مگر اسی زمانے میں ایک اور مشکل ترین جنگ شروع ہو گئی۔ پارٹی کو وہ سب جنگجویانہ کارروائیاں ترک کر دینی تھیں جن کا تعلق انقلابی سرگرمیوں سے تھا۔ کیونکہ اس کے سامنے فیصلہ کن طریق سے مختلف تدابیر اختیار کر کے آگے بڑھنے کا

سوال تھا۔ طوفانی فوجوں کے سڑکوں پر مظاہرے کرنے سے خطرناک صورت حال
پیدا ہو جاتی تھی۔ ہٹلر دوبارہ ایسی نزاکت حالات پیدا کرنے کا خواہشمند نہیں تھا۔ وہ
یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ مسلح فوجوں سے ٹکر لینے کے سلسلے میں طوفانی فوجوں کی ہمت
افزائی کی جائے۔ مسلح فوجوں سے ٹکر نہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جہانتک مسلح
فوجوں اور رائخ کی نمائندگی کا تعلق تھا وہ دل سے ہٹلر کے ساتھ تھیں۔ ہٹلر خود
بھی زیادہ تر فوجی ہی تھا۔ وہ اس مختصر سی جرمن فوج سے اُنسیت رکھتا تھا اور اس پر
یہ دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ اسی حکومت کی مخالفت کر کے خود کو خطرے
میں ڈالے جس کی وہ نوکر تھی۔

نیشنل سوشلزم کی لڑائی کی اصلی شکل

لیکن اسکا یہ مقصد کسی حالت میں بھی نہیں تھا کہ اس جد وجہد میں جو انصاف
کے نام پر کی جا رہی تھی انقلاب کو بالکل ہی ترک کر دیا جائے۔ نیشنل سوشلسٹوں کے
لئے انقلاب کے معنی اسقدر معمولی نہیں تھے جتنا انہیں دوسری پارٹیوں نے بنا
رکھا تھا۔ وہ انقلاب کو ایک اہم اور زبردست کام سمجھتے تھے۔ اُن کے نزدیک
انقلاب کا یہ مطلب تھا کہ پُرانے اور کرم خوردہ عناصر کو راستے سے ہٹا دیا جائے
اور ان کی بجائے طاقتور، نوجوان اور نئی فوجوں کو آگے بڑھایا جائے۔
نیشنل سوشلسٹ مسلسل انقلابات کرتے چلے گئے۔ اُن کا ہر ایک اعلان، اُنکا
ہر ایک اخبار اسی اونچی قسم کے انقلاب کا نقیب ہوتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے خود
جرمنی ہی میں انقلاب پیدا کر دیا تھا۔ وہ انتخابات میں ووٹ حاصل کرنے کے لئے
نہیں لڑے بلکہ انہوں نے جرمنی کے ایک ایک فرد کی روح کو سیاسی موت کے
پنجے سے بچانے کے لئے جنگ کی۔ وہ کسی خاص جماعت یا طبقے کے مفاد کے

نمائندے نہیں تھے بلکہ وہ مزدوروں، کسانوں، دکانداروں، وغیرہ سبھی پیشہ ور اور عقیدوں والوں کو ازسرنو اعلیٰ معیار کے ترقی یافتہ جرمن بنانا چاہتے تھے انہوں نے لاکھوں جلسوں میں پُرجوش تقریریں کیں۔ اپنے سامعین کے خیالات میں انقلاب پیدا کیا اور ان کے دل کی لوح پر یہ لکھدیا کہ اصلی بات صرف ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کو جرمن بن جانا چاہئیے۔ ان کا فرض ہے کہ جرمنی کو متحدہ جرمنی بنادیں۔

نیشنل سوشلزم کا غریب طبقوں میں پروپگنڈا

ابتدا میں نیشنل سوشلسٹوں نے چھوٹی چھوٹی سراؤں میں (جن کی کوٹھریوں میں دھندلے چراغ ٹمٹماتے تھے) ہوٹلوں میں غریبوں کے گھروں میں، اور ان مزدوروں میں اپنے جلسے کئے جن میں زیادہ سے زیادہ نفرت کی آگ بھڑکا دی گئی تھی۔ اُسوقت مارکس کے چیلے اور کمیونسٹ دونوں ہی اُن کے مخالف تھے۔ کئی دفعہ تو ایسا بھی ہوا کہ ایسے جلسوں میں بڑی زبردست لڑائیاں ہوگئیں اور کثرت سے لوگ بالکل زخمی ہوئے۔ کئی دفعہ نیشنل سوشلسٹوں کو بُری طرح دھکے دے دے کر جلسوں سے باہر نکال دیا گیا۔ مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور نئے حوصلے کے ساتھ دوبارہ آن دھمکے۔

غرض نیشنل سوشلسٹوں نے بار بار کمیونسٹوں کے قلعوں پر حملہ کیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان کے ہم رائے افراد کی تعداد روز بروز زیادہ ہی ہوتی گئی۔ مزدوروں کو یہ اندازہ لگانے کا موقع مل گیا کہ صداقت پر کون ہے، قوم کی بہتری کون چاہتا ہے اور کس پارٹی کے لیڈر بہادر اور کس کے بزدل ہیں۔

اب ہر قسم کے سوشل ورکر، اور کام پیشہ اور پارٹیوں والے نیشنل سوشلسٹوں کے

پاس آنے لگے۔ اب ان کے جلسوں کے لئے بڑے سے بڑا ہال بھی چھوٹا ثابت ہوتا۔
جب کبھی سوشلسٹ تحریک کے کسی لیڈر کی تقریر کا اعلان ہوتا تو خبر پا کر لوگ گھنٹوں
پہلے سے سڑکوں پر جمع ہوجاتے تھے اور جب کبھی تحریک کا قائد اعظم تقریر کرتا تو
عوام کی خوشی کی کوئی حد نہ رہتی۔

مخالفت کرنے والے اب بھی برابر رخنہ اندازی کئے چلے جاتے تھے۔
اگر ایک طرف عوام کی تحسین و آفرین سے نیشنل سوشلسٹوں کی حوصلہ افزائی ہوتی تھی
تو دوسری طرف انہیں بعض اوقات گڑبڑ کا مقابلہ بھی کرنا پڑتا تھا۔ عوام کی عدیم النظیر
عقیدت کے ساتھ ہی مخالفین کی طرف سے غیر محدود نفرت کا مظاہرہ بھی کیا جاتا تھا
مگر نیشنل سوشلسٹ اپنی دھن کے پکے اور عقیدے کے پختہ تھے۔ وہ اپنے
نصب العین کو اپنے سامنے رکھ کر عوام کو ساتھ لئے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے
انہوں نے مخالفوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ انہیں اور ان کے وجود کو خلاف قانون
قرار دیا گیا۔ ان کو بدنام کیا گیا۔ اوسط طبقے والے ان سے متنفر تھے اور وہ انہیں
چڑاتے رہے۔ اخبارات زیادہ تر یہودیوں کے ہاتھوں میں تھے۔ انہوں نے بھی
مخالفانہ رویہ اختیار کیا اور نیشنل سوشلسٹوں کے خلاف منافرت انگیز پروپگنڈہ کرتے رہے

نیشنل سوشلسٹوں کی سوشل ڈیموکریٹوں اور کمیونسٹوں سے مخالفت

یہودی لوگ ایک مدت سے نیشنل سوشلسٹوں کے خلاف جنگ کر رہے تھے۔ یہ
یہودی ہی تھے جو ہٹلر اور اس کی پارٹی کے مخالفوں کو اکسا اکسا کر ان کو مخالفانہ کارروائیاں
کرنے کی ترغیب دیتے تھے۔ انہوں نے مخالفت کی تحریک بڑے جوش سے اور بہت
سختی کے ساتھ چلا رکھی تھی۔ یہ ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ ہر سمت سے پوری طاقت کے ساتھ
حملہ کر رہے ہیں۔ رومن کیتھولک پادریوں کو بھی نیشنل سوشلسٹوں سے اتنا بیر تھا کہ

وہ ان کی مخالفت میں نیشنلسٹوں اور دہریوں سے مل گئے تھے۔

حکومت بھی ہٹلر اور اس کی پارٹی کے خلاف تھی۔ ظاہر طور پر تو نہیں مگر اندر خانے افسران حکومت بھی نیشنل سوشلسٹوں کو کمزور کرنے کی تدبیریں کرتے رہتے تھے۔ وہ ان کو قانون و آئین کا دشمن ظاہر کرتے تھے اور ان کے خلاف یہ کہہ کر پروپیگنڈا کرتے تھے کہ وہ معمولی جماعت کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جرمن عوام تو بالکل بے دست و پا تھے۔ ان کی ہمدردیوں سے ہٹلر کی پارٹی کو کوئی فائدہ نہ ہوتا تھا۔ طوفانی دستے اور نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے نوجوان کمیونسٹوں کے کھلے مظالم کا شکار بن رہے تھے۔ ان کے دشمن ہمیشہ اکثریت میں ہوتے تھے اور ہر جگہ دنگا فساد کرنے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ ان کے اس فساد پرور رویے سے یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ بڑے بڑے شہروں کی سڑکوں پر خون نہ بہنے لگے۔ بعض اوقات بہادر نیشنل سوشلسٹوں کو حملہ کر کے دھوکہ سے مار ڈالا جاتا تھا طوفانی نوجوانوں میں اکثر جرمن نژاد شامل تھے۔ اپنے عقیدوں اور وطن پرستی کے جرم میں یہی لوگ کمیونسٹوں کے ہاتھ سے مارے جاتے تھے۔

ہٹلر کی تحریک میں مہذب افراد، پنشن یافتہ سابق افسران، امیر گھرانوں کے خوش حال مالدار سرمایہ دار اور اوسط طبقوں کے افراد نہیں بلکہ اس میں ۷۲ فیصد تو مزدور، دستکار، اور کام پیشہ لوگ تھے۔ دولت، خاندان یا معاشرتی مرتبہ کا خیال کئے بغیر نیشنل سوشلسٹ لیڈر ان مزدوروں کسانوں اور کام پیشہ لوگوں کے ساتھ ایک قطار میں آن کھڑے ہوئے تھے۔

کمیونسٹوں کو اس سے اور بھی جلن ہوتی تھی کہ نیشنل سوشلسٹوں کے ساتھ وہی لوگ ہیں جن پر وہ خود ڈورے ڈالنے کے آرزومند تھے۔ ادھر نیشنل سوشلسٹوں کا یہ عالم تھا کہ سب کے دل و دماغ پر جرمنی کی فلاح و بہبود کا نشہ چھایا ہوا تھا اور سب

تحریک کے بڑے رہبر کی مرضی کے تابع تھے۔ نوجوان بھی ان کی صفوں میں آتے جاتے تھے۔

مگر واقعہ یہ ہے کہ انکے پاس جو بوڑھے آتے تھے ان کے دل بھی نوجوانوں سے کم زندہ نہیں تھے۔ ایک بار یہ کہا گیا کہ مستقبل نیشنل سوشلسٹوں کے ہاتھوں میں ہوگا کیونکہ نوجوان اُن کے ساتھ ہیں۔ ہٹلر نے جب یہ سنا تو کہا کہ نوجوان ہمارے پاس اس لئے آتے ہیں کہ مستقبل ہمارے ہاتھوں میں ہے۔

غرض اس زمانے میں ہٹلر کی پارٹی والوں کو افسران حکومت کی زیادتیاں کمیونسٹوں کی خونریز دہشت انگیزی اور یہودی اور اوسط طبقے والوں کا سوشل بائیکاٹ سبھی کچھ برداشت کرنا پڑتا تھا۔ مگر ان کی اسی قوت برداشت نے تحریک کو دن دونی رات چوگنی ترقی دی۔ آخر میں جب دشمنوں نے یہ اندازہ کیا کہ باہر سے حملہ کرنے سے نیشنل سوشلسٹ پارٹی کو کمزور نہیں کیا جاسکتا تو انہوں نے اسے اندر سے توڑنے اور اس کی طاقت کو کم کرنے کی کوشش کی۔ مگر جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا، یہ کوشش، عقیدت اور یقین کی محکم دیواروں سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی۔

اکیسواں باب

ہٹلر کی آئینی جدوجہد۔ انتخابی لڑائیاں

مئی ۱۹۲۴ء میں سٹریسے مین کی وزارت کے زمانے میں رائخسٹاگ یعنے جرمن پارلیمنٹ کا ایک عام انتخاب ہوا۔ یہ سب سے پہلا پارلیمنٹری انتخاب تھا

جس میں ہٹلر نے حصہ لیا۔ اس انتخاب کے وقت ہٹلر کی پارٹی کا نام جرمن نسلی آزادی پارٹی (German Racial Freedom party) تھا۔

انتخاب میں اس پارٹی کے کل ۳۲ ممبر کامیاب ہوئے۔ انہیں کل ۱۹ لاکھ ۱۸ ہزار ۳ سو ۱۰ ووٹ ملے۔ یہ ووٹوں کی مجموعی تعداد کا ۶٫۵ فیصدی تھے۔ اسوقت جو دوسری پارٹیاں انتخابی جدوجہد میں شریک ہوئیں اُن کے امیدواروں میں ۱۱۱ جرمن نیشنلسٹ اور ۱۲ کمیونسٹ چُنے گئے۔

ہٹلر کی دُوسری انتخابی جنگ

نومبر ۱۹۲۴ء میں کیتھولک پارٹی کے ایک ممبر مارکس (Marx) نے حکومت کا کابینہ ترتیب دیا۔ اس کابینہ میں ۴ کیتھولک، تین ڈیموکریٹ اور ایک پیپلز پارٹی کا نمائندہ تھا۔ اسوقت تک ڈاوے کمیشن کی تجاویز سامنے آگئی تھیں ان کے بارے میں رائے عامہ حاصل کرنے کے لئے ۱۹۲۴ء میں دسمبر کے مہینے میں دوبارہ انتخابات ہوئے۔ ان انتخابات میں ہٹلر کی پارٹی کے ۱۴ ڈپٹی کامیاب ہوئے ان کو کل ۹۰ لاکھ ۶ ہزار ۹ سو ۴۶ ووٹ ملے۔ یہ تعداد مجموعی ووٹوں کا ۳ فیصدی تھی۔ اس انتخاب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک نے ڈاوے کمیشن کی تجاویز کو قبول کرلیا۔ ان انتخابات میں ہٹلر کی پارٹی کے ۱۴ ڈپٹی کامیاب ہو گئے۔

اس دَور کی مختلف حکومتیں۔ لُوتھر کا کابینہ

جنوری ۱۹۲۵ء میں لُوتھر (Luther) کی حکومت بنی۔ سب سے پہلے اسی حکومت میں ایک وطن پرست ممبر کو جگہ دی گئی تھی۔ اسوقت حالت یہ تھی کہ سنٹر کیتھولک پارٹی کے افراد سے اشتراک عمل کے بغیر کوئی پارٹی بھی ایوان حکومت

میں اکثریت حاصل نہیں کرسکتی تھی۔

۲۸ رفروری ۱۹۲۵ء کو ایبرٹ کا انتقال ہو گیا اور ہنڈنبرگ جمہوریت کا صدر بنایا گیا۔ اسوقت لوتھر چانسلر اور سٹریسے میں وزیر خارجہ تھا۔ اسی کابینہ نے ماہ اکتوبر ۱۹۲۵ء میں لوکارنو پیکٹ پر دستخط کئے۔ اس کا ذکر آگے آئیگا۔

۵ ر دسمبر ۱۹۲۵ء میں اسکا بینے نے استعفے دیدیا۔ جس کے بعد ڈیموکریٹ ڈاکٹر کوچ (Koch) کو چانسلر بنانیکی ناکام کوشش کی گئی۔ جنوری ۱۹۲۶ء میں دوبارہ لوتھر چانسلر اور سٹریسمن وزیر خارجہ بنے۔ اس کابینے میں کنسرویٹو یا سوشل ڈیموکریٹ نہیں تھے

اس زمانے میں اتحادی حکومتوں نے لوکارنو پیکٹ کے مطابق یکم فروری ۱۹۲۶ء کو رائن لینڈ کے تین علاقے خالی کر دئے۔ اصل میں ۱۹۱۹ء سے لے کر ۱۹۲۶ء تک کا دور جرمنی کی تاریخ میں سب سے زیادہ مصیبتوں کا دور ہے۔ اسوقت قومی و ملکی زوال کے علاوہ جرمنی کے باشندوں کی معاشرتی زندگی کا معیار بھی اتنا گر گیا تھا کہ اس سرے سے اُس سرے تک حیا سوزی اور بداخلاقی کا دور دورہ تھا۔ ہر جگہ برہنہ رقص ہوتے تھے۔ نوجوان مردوں اور عورتوں میں چال چلن برائے نام ہی رہ گیا تھا۔

مارکس کی حکومت

۱۲ ر مئی ۱۹۲۶ء کو ڈیموکریٹ اور سوشل ڈیموکریٹ لوگوں نے لوتھر کیخلاف اتحاد کرلیا اس اتحاد سے لوتھر کی وزارت ٹوٹ گئی اور کیتھولک پارٹی کے لیڈر مارکس کو دوبارہ چانسلر بنایا گیا۔ اس کابینے میں ۳ کیتھولک پارٹی کے نمائندے، ۳ جرمن پیپلز پارٹی کے ۳ ڈیموکریٹ اور ایک ممبر بویرین پیپلز پارٹی کا تھا۔ روس کے ساتھ معاہدہ ریپلو (Rapello Pact) کے نام سے جو معاہدہ کیا گیا تھا، اس کی جگہ

روس سے پانچ سال کے لئے ایک اور معاہدہ ہوا جس پر جون ۱۹۲۶ء سے عمل درآمد کیا گیا۔

ماہ دسمبر ۱۹۲۶ء میں اس کابینے کے زوال پر دوبارہ مارکس نے نیا کابینہ بنایا۔ اس کابینے میں ڈیموکریٹک پارٹی کے ۳ ممبروں کی جگہ کنسرویٹو پارٹی کو دی گئی۔ رائخشاگ کے ۲۰ مئی ۱۹۱۹ء کے انتخاب میں پارٹیوں کی طاقتوں میں بہت فرق پڑ گیا۔ جرمن نیشنل پارٹی کے ۸۶، جرمن پیپلز پارٹی کے ۸۵، سنٹر پارٹی اور بویرین پیپلز پارٹی کے ۷۸، ڈیموکریٹوں کے ۲۵، سوشل ڈیموکریٹوں کے ۱۵۲ کمیونسٹوں کے ۵۴، ہٹلر کی پارٹی کے ۱۲، اور دوسری چھوٹی چھوٹی پارٹیوں کے ۳۸ ڈپٹی منتخب ہوئے۔ اس وقت ہٹلر کی پارٹی کا نام نیشنل سوشلسٹ مزدور پارٹی تھا اور اس کو ۸ لاکھ ۹ ہزار ۵ سو ۴۱ ووٹ ملے تھے۔

مُلر کا کابینہ

سوشل ڈیموکریٹ ہرمان مُلر کو دوبارہ چانسلر بنایا گیا۔ اس کے کابینے میں ۴ سوشل ڈیموکریٹ۔ ۳ ڈیموکریٹ ۳ جرمن پیپلز پارٹی کے ممبر اور ایک ممبر سنٹر پارٹی کا تھا۔ ۱۹۲۹ء کے موسم خزاں میں مشہور و معروف جرمن رہبر سٹریسمین چل بسا اس سے تاوان جنگ کے پیچیدہ مسئلے کو حل کرنے کے لئے کسی نئے مُدبّر کی ضرورت درپیش ہوئی۔ سٹریسمین نے فرانس کے سٹر بریند کے ساتھ مل کر جرمنی کے ہرجانے کے مسئلے کو خوب اچھی طرح سُلجھا دیا تھا۔

ہٹلر کی پارٹی کا تدریجی ارتقا

سنہ	تعداد ممبران
۱۹۱۹	۷ (ہٹلر ساتواں ممبر تھا)

۱۹۲۰ء	۳۰۰۰
۱۹۲۵ء	۲۷۰۰۰
۱۹۲۶ء	۴۹۰۰۰
۱۹۲۷ء	۷۲۰۰۰
۱۹۲۸ء	۱۰۸۰۰۰
۱۹۲۹ء	۱۷۸۰۰۰
۱۹۳۰ء	۳۸۹۰۰۰
۱۹۳۱ء (دسمبر میں)	۸۶۲۰۰۰
۱۹۳۲ء (جنوری میں)	۹۲۰۰۰۰

یہ اعداد اخبار فل کشیچر بیوباشٹر (VolkischexBeobxshTen) کے ۲۳ مارچ ۱۹۳۲ء کے پرچے سے لئے گئے ہیں۔

ہٹلر نے اس پارٹی کو بڑی خوش اسلوبی سے منظم کر رکھا تھا۔ ان لوگوں میں ہٹلر کا اتنا احترام کیا جاتا تھا کہ جہاں فریڈرک اعظم، حضرت عیسیٰ مسیح، اور بسمارک کے جنم دن کی تقریبیں منائی جاتی تھیں وہیں ہٹلر کے جنم دن کے موقع پر بھی تہوار منایا جاتا تھا۔ پارٹی کے خفیہ کارکن اسقدر سلیقے سے کام کرتے تھے کہ ہٹلر کو اپنی پارٹی اور اپنے دشمنوں سبھی کی نقل وحرکت کا پورا پورا حال معلوم رہتا تھا ٹیلیفون اور ٹیلیگراف کے کلرک تک ان کو خبریں پہنچایا کرتے تھے۔ ہٹلر کے خفیہ کارکن سب جگہ تھے۔

ہٹلر کی بچوں کی تحریک

بچوں کی تنظیم سے بھی ہٹلر کی تحریک کو بڑی تقویت پہنچی۔ جرمنی کی نوجوان

تحریک کا آغاز جنگِ عظیم کے زمانے میں ہوا تھا۔ ۱۹۱۶ء میں کمیونسٹ نوجوان آرگنائزیشن بنائی گئی تھی لیکن اسوقت اسے خلافِ قانون قرار دے کر توڑ دیا گیا تھا مگر ۱۹۱۹ء میں نومبر کے مہینے میں کھلم کھلا اس کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔ جہاں تک نیشنل سوشلسٹوں کا تعلق ہے انہوں نے بچوں کی تنظیم ۱۹۲۴ء میں ہٹلر کے جیل سے باہر آنے پر شروع کی۔ اس کے بعد دو سال کے اندر اندر ہٹلری جوان (Hitler youth) آرگنائزیشنوں کا جال سارے ملک میں بچھ گیا۔ ۱۹۳۲ء تک جرمنی کے اوسط طبقے کے سبھی بچے یا تو اس میں شامل ہو گئے یا ان کو اس سے ہمدردانہ تعلق پیدا ہو گیا۔

اس جماعت میں دس سے لے کر پندرہ برس تک کی عمر کے بچوں کو بچہ پارٹی اور پندرہ سے لے کر ۱۸ سال تک کی عمر والوں کو ہٹلری جوان اور اس سے زیادہ عمر والوں کو جنرل نیشنل سوشلسٹ کہا جاتا تھا۔ طلباء میں بھی لڑکوں اور لڑکیوں کی علیحدہ علیحدہ پارٹیاں تھیں۔ ان لوگوں کی حوصلہ مندی کی وجہ سے جرمنی بھر میں نیشنل سوشلزم کی اشاعت ہو گئی۔

ان لوگوں کی سیاسی تعلیم و تربیت کے لئے خاص انتظام کیا گیا تھا۔ اسوقت پارٹی کے دفتر میں ۴۶ روزنامے، ۴ سہ روزہ اخبارات، ۳۵ ہفتہ وار اخبار، ۲ پندرہ روزہ اخبار اور ۶ ماہانہ رسالے آیا کرتے تھے۔ پارٹی کے پاس ایک بہت اچھی لائبریری بھی تھی۔ اس میں مختلف موضوع کی بلند پایہ کتابیں موجود تھیں ہٹلر اتنی زبردست تنظیم کا بندوبست اپنے قابلِ اعتماد مددگاروں کے ذریعے سے کرتا تھا۔ یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جرمنی کی ساری پارٹیاں اس کی پارٹی کی ترقی سے حسد کرتی تھیں۔ کمیونسٹ لوگ تو اُن کی جان ہی کے دشمن تھے۔ اُن سے نیشنل سوشلسٹوں کی اکثر ٹکر ہو جاتی تھی جس میں ہر ہفتہ طرفین کے چند آدمی جان سے

مارے جاتے تھے۔ یہ جنگ یونیورسٹیوں اوراسکولوں تک میں ہوتی رہتی تھی۔
ان کے پاس باقاعدہ فوجیں، خفیہ محکمہ، موٹر سوار فوجیں اور ہوائی فوج تھی۔
کمیونسٹ لوگ ہمیشہ نیشنل سوشلسٹوں کے راستے میں آجایا کرتے تھے۔

برونگ کی حکومت سے ہٹلر کا مقابلہ

ہینرچ برونگ (Heinrich Bruning) مئی سنہ ۱۹۳۰ء سے
مئی سنہ ۱۹۳۲ء تک چانسلر رہا۔ اس کے چانسلر بننے کے تھوڑے دن بعد ہی ۱۴ ستمبر
سنہ ۱۹۳۰ء کو رائخشاگ کا عام انتخاب ہوا۔ اس انتخاب میں ہٹلر کی پارٹی کو کل کا ۱۸۳۳
فیصدی یا ۶۴۰۶۳۹۷ ووٹ ملے۔ اور اس کے ۱۰۷ ڈپٹی رائخشاگ میں پہنچ گئے
رائخشاگ میں ہٹلر کی اتنی زیادہ طاقت دیکھ کر برونگ نے اسکو توڑ دیا
اور پریذیڈنٹ ہنڈن برگ کے تفویض کردہ خاص اختیارات سے حکومت کرنے
لگا۔ اسوقت جرمنی میں سیاسی غارت گری کا بازار گرم تھا۔ برونگ نے ۲۸ مارچ
سنہ ۱۹۳۱ء کو ایک خاص حکم جاری کرکے خونی ہتھیاروں کا رکھنا قانوناً ممنوع قرار دیدیا
لیکن سنہ ۱۹۳۲ء کے موسم بہار میں جرمنی کی سب سے بڑی عدالت نے یہ فیصلہ دیا کہ "سیاسی
حملے کے جواب میں اپنی حفاظت کا حق ہر شخص کو حاصل ہے۔ اور اس حالت میں
ہتھیار رکھنا خلاف قانون نہیں"۔

برونگ نے لیگ اقوام، فرانس اور انگلستان سے گفت و شنید کرکے
جرمنی کی فوج کو مضبوط اور طاقتور بنانے کی کوشش کی لیکن اس سلسلے میں وہ
کوئی موثر قدم نہیں اٹھا سکا۔ مئی سنہ ۱۹۳۱ء میں جرمنی اور روس کے معاہدے کی
میعاد ختم ہوگئی اور برونگ نے روس کے ساتھ ایک نیا معاہدہ کیا جسکا مطلب یہ تھا
کہ دونوں ملک سابقہ عہد ناموں کو ایک سال پہلے نوٹس دے کر مسترد کر سکتے ہیں۔

لیکن یہ معاہدہ اس صورت سے بعد میں بھی نہیں توڑا گیا۔

پریذیڈنٹ ہنڈن برگ کا عہد حکومت ختم ہو جانے کی وجہ سے مارچ ۱۹۳۲ء میں نیا انتخاب ہوا۔ اس میں تین اشخاص صدارت کے امیدوار تھے ہنڈنبرگ، ایڈلف ہٹلر اور تھیلمین۔ انتخاب میں ہٹلر کو ۱۱۳۴۴۱۱۹ یا کل ووٹوں کا ۳۰ فیصدی ووٹ ملے۔ مگر چونکہ جرمن دستور اساسی کے مطابق کسی ایک امیدوار کو بھی کافی ووٹ نہ ملے تھے اس لئے ۱۰ اپریل ۱۹۳۲ء کو عہدۂ صدارت کے لئے دوبارہ انتخاب ہوا۔ اس میں ہنڈنبرگ کو ۱۹۳۵۰۴۲ ہٹلر کو ۱۳۴۱۷۴۶۰ اور تھیلمین کو ۳۷۰۵۸۹۸ ووٹ ملے۔ اگرچہ ہٹلر کو اس میں ۳۷ فیصدی ووٹ ملے تھے تاہم ساٹھ ہزار کی اکثریت رکھنے کی وجہ سے فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ کو دوبارہ صدر جمہوریہ بنا دیا گیا۔

نیشنل سوشلسٹ پارٹی کی اس بڑھی ہوئی طاقت کو دیکھ کر برونگ دنگ رہ گیا۔ اس نے ۱۹۳۲ء میں پارٹی کی خاکی قمیص والی پارٹی کو غیر قانونی قرار دیدیا۔ لیکن نازی لوگ اس سختی سے بھی نہیں دبے۔ انہوں نے بڑے زور شور سے برونگ کے خلاف تحریک شروع کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد برونگ نے کمیونسٹوں سوشلسٹوں اور پریذیڈنٹ کے حفاظتی گارڈ کمیرلا (Camarilla) کو ناراض کر دیا۔

۲۵ مئی ۱۹۳۲ء کو رائخسٹاگ کی ایک میٹنگ میں ایک نازی ممبر نے حکومت کے اس اٹارنی (Attorney) کے طرز عمل کی تحقیقات کا مطالبہ کیا۔ جس نے چند نازیوں پر عدالت میں قتل کا جرم ثابت کرنے میں خاص طور پر حصہ لیا تھا۔ اس پر ایک کمیونسٹ ممبر نے چلا کر کہا "تمہاری پارٹی میں سبھی قاتل ہیں!" یہ کہتے ہی اس نے نازی ممبر کے تھپیڑ مارا۔ اس واقعہ سے

نازی لوگ ۷ ہ کمیونسٹوں پر ٹوٹ پڑے ۔ تقریباً پندرہ منٹ تک خوب گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی۔ حملہ کرنے کے سلسلے میں گھونسوں، سوڈا واٹر کی بوتلوں، سیاہی کی دواتوں، ٹوٹی ہوئی بنچوں اور موٹی موٹی کتابوں کا آزادی کے ساتھ استعمال کیا گیا۔ جب پٹنے لگے تو کمیونسٹ بھاگ کر وزیروں کے بنچوں پر جا پہنچے اور وہاں سے نازیوں پر کرسیاں پھینکنے لگے۔ مگر نازیوں نے انہیں وہاں سے بھی مار بھگایا۔ اور فتحیابی کے بعد انہوں نے ایوان میں اپنا قومی ترانہ گایا۔

اس دوران میں برونگ نے ہٹلر کو اپنے کابینے میں شامل کرنے کی کئی دفعہ کوشش کی تھی لیکن ہٹلر کسی طرح بھی راضی نہ ہوا تھا۔

پریذیڈنٹ ہنڈنبرگ کے پاس برونگ کے خلاف برابر شکائتیں آ رہی تھیں اس سے یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ برونگ "کسان بالشویک" ہے۔ ہنڈنبرگ اس زمانے میں اپنی نیوڈیک کی زمینداری پر رہتا تھا۔ یہ زمینداری اُس کو ۱۹۲۸ء میں پرشا کے چند رئیسوں نے دی تھی۔ برونگ جب پریذیڈنٹ کے پاس خصوصی اختیارات طلب کرنے نیوڈیک گیا تو اس نے اختیارات دینے سے صاف انکار کر دیا اس پر برونگ کو چانسلری سے استعفےٰ دینا پڑا۔

بائیسواں باب

پاپین کی حکومت

برونگ کی حکومت کے زوال کے بعد یکم جون ۱۹۳۲ء کو فریزوان پاپین

چانسلر بنا۔ پاپین ابھی تک مشہور لیڈروں کی صف میں نہ آیا تھا۔ اصل میں اسکو شلائخر ہی نے متعارف کیا تھا۔ ہٹلر کی تائید حاصل کرنے کی غرض سے پاپین نے ۲۱ جون کو ہٹلر کے والنیٹروں پر سے پابندی اٹھالی۔ پاپین کو برسر اقتدار آتے ہی اتحادی حکومتوں سے تاوان کے مسئلے کا تصفیہ کرنا تھا۔ اس بارے میں متعلقہ حکومتوں کی ایک کانفرنس لوسان میں ہوئی جس نے ۹ جولائی ۱۹۳۲ء کو جرمنی کے ذمے بقایا تاوان کی رقم اس شکل میں لاکر معاف کردی کہ اگر جرمنی کے لئے ادائیگی ممکن ہو تو کردے ورنہ نہیں۔

پاپین شروع ہی سے ہٹلر سے اپنے کابینے میں آن شامل ہونے کے لئے اصرار کر رہا تھا۔ وہ اس کی پارٹی کو کابینے میں کئی نشستیں دے کر ہٹلر کو پرشا کا وزیر اعظم بنانا چاہتا تھا۔ اس لئے جب پرشا کے کمیونسٹ وزیروں نے بہت سے نازیوں کو گرفتار کیا تو پاپین نے پریذیڈنٹ ہنڈنبرگ سے منظوری لے کر ۲۰ جولائی ۱۹۳۲ء کو پرشا کے وزیروں کو برطرف کر دیا اور ان کی جگہ پرشا کے لئے ایک ڈپٹی کمشنر مقرر کرکے پرشا کو پوری طرح اپنے ماتحت کر لیا۔

اس کے بعد ۳۱ جولائی کو رائخسٹاگ کے عام انتخابات ہوئے۔ اس میں ہٹلر کو ۱۳۷۳۲۰۰۰ ووٹ یا کُل ووٹوں کے ۳۸ فیصدی ووٹ ملے اب اس کی پارٹی کے ۲۳۰ ممبر رائخسٹاگ میں پہنچ گئے۔ جرنیل گوئرنگ کو اس نئی رائخسٹاگ کا اسپیکر (Speaker) بنایا گیا۔ اُسوقت ہٹلر کی نیشنل سوشلسٹ پارٹی رائخسٹاگ میں سب سے بڑی پارٹی تھی۔ رائخسٹاگ کے ۶۰۷ ممبروں میں سے ۲۳۰ اسکی پارٹی کے تھے اگرچہ اس کی اکثریت نہیں تھی۔ لیکن اب اس نے حکومت پر قبضہ کرنے کا تہیہ کر لیا۔

ہٹلر کو وائس چانسلر بنائے جانے کی گفت و شنید

اب ایک بار پھر پریذیڈنٹ کے محل، چانسلر کی قیامگاہ اور قیصر ہاف ہوٹل (جہاں ہٹلر رہتا تھا) کے درمیان ہرکارے دوڑنے لگے۔ اس بارے میں ڈاکٹر ڈیٹرخ کی کتاب "ہٹلر بر سر اقتدار کے ساتھ" میں تبلایا گیا ہے کہ اس عظیم سیاسی کشمکش میں چانسلر کی قیامگاہ منفی (Negative) کھمبا اور قیصر ہاف ہوٹل مثبت (Positive) کھمبا تھا۔

تجویز یہ تھی کہ ہٹلر چانسلر تو بن جائے لیکن کابینہ میں اس کی پارٹی کے ممبروں کی اکثریت نہ ہو۔ اور چانسلر کی ساری طاقت پریذیڈنٹ اور کابینے کے مشترکہ ہاتھوں میں رہے۔ جرنیل شلائی خر کو اس کابینے میں بھی وزیر تحفظ کا عہدہ دیا جا رہا تھا۔ اس پر ۱۱ اگست کو ہٹلر نے کہا کہ "ایسا ہونے پر اس کے پیرو دو تین دن تک زبردست جشن منائیں گے جس میں کچھ گڑبڑ بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن اس کے لئے مشترکہ کابینہ جوابدہ ہوگا۔"

پاپین اور ہنڈنبرگ دونوں کو یہ بات پسند نہ آئی۔ اس لئے انہوں نے ہٹلر کو چانسلری نہ دی بلکہ اس سے وائس چانسلر بن جانے پر اصرار کیا۔ جہاں تک ہٹلر کی آئینی طاقت تسلیم کرنے کا تعلق ہے پریذیڈنٹ نے ایڈلف ہٹلر کا پاپین کے سامنے ہی رائخسٹاگ کی سب سے بڑی پارٹی کے لیڈر کی حیثیت سے خیر مقدم کیا تھا۔ لیکن ہٹلر نے ۱۳ اگست کو وائس چانسلری کو ٹھکرا کر بلا کسی تصنع کے اپنی شرطوں پر چانسلری کے عہدہ کا مطالبہ کیا۔ اس کے اس طرز عمل سے پریذیڈنٹ ناراض ہو گیا۔ ہٹلر بھی غصّے میں بھرا ہوا چلا آیا اور اس نے پاپین کو رائخسٹاگ میں شکست دینے کا تہیہ کر لیا۔

ہٹلر سے اس سلسلے میں جو گفت و شنید ہوئی تھی اس کی خبر سارے ملک میں پھیل گئی تھی۔ جس وقت وہ پریذیڈنٹ کو آخری جواب دیکر ۱۳ اگست ۱۹۳۲ء کو باہر نکلا اور اپنے موٹر کی طرف چلا تو اس ہجوم نے جو باہر بے چینی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ بڑے جوش و مسرت سے اُسکا خیر مقدم کیا اور اس کے اس رویے کی تائید کی۔

جنرل گوئرنگ اور رائخ کو توڑنے کا مسئلہ

اب ہر جگہ نازیوں پر سختی ہونے لگی۔ نازیوں اور ان کے والنٹیروں نے بھی مخالفوں کا ہر جگہ اپنی پوری طاقت سے مقابلہ کیا۔ رائخشتاگ میں نازیوں کے سامنے ناکامیاب ہوکر پاپین نے رائخ کو دوبارہ توڑنے کا ارادہ کیا مگر رائخ کی دوسری ہی نشست میں اُسے شکست کھائی اس سے متاثر ہوکر پاپین نے اسی وقت ایوان توڑے جانے کا اعلان کردیا لیکن اس کام کے لئے اس کے پاس پریذیڈنٹ ہنڈنبرگ کی تصدیق نہ تھی اس لئے رائخ کے اسپیکر جنرل گوئرنگ نے اس کو یہ قدم اٹھانے سے اپنے اختیارات سے کام لیتے ہوئے روک دیا لیکن پاپین نے گیارہ نشستوں کے بعد ۱۲ ستمبر کو رائخشتاگ کو توڑ ہی دیا۔ نئے انتخاب کے لئے ۶ نومبر ۱۹۳۲ء کا دن رکھا گیا۔

جرمنی دوبارہ مسلح

اُسوقت جنیوا میں تخفیف اسلحہ کے بارے میں گفت و شنید ہو رہی تھی برونِنگ نے ورسائی کے صلحنامے کے خلاف یہ دعویٰ پیش کیا تھا کہ دیگر ملکوں کی مانند جرمنی کو بھی ہتھیار رکھنے کا اختیار ملنا چاہئے۔ برونِنگ کے بعد پاپین اور اس کے وزیر خارجہ

نوئی راٹ (Neurath) نے بھی اس مسئلہ پر بہت زور دیا۔ جرنیل شلائی خر نے تو اس کانفرنس میں یہانتک کہدیا تھا کہ اگر جرمنی کو ہتھیار باندھنے سے روکا گیا تو وہ صلحنامے کی عملی مخالفت شروع کر دے گا۔ اسوقت ملک میں والنٹیروں کے ادارے بھی اچھی ترقی کر رہے تھے۔ حکومت نے ۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء کے اعلان سے اُن کی حوصلہ افزائی کر کے فوجی تعلیم کی اجازت بھی دیدی تھی اور اس کے کچھ عرصے بعد فوجی تعلیم کو یونیورسٹیوں کے نصاب میں بھی جگہ دے دی گئی۔ پاپین نے ملک کی اقتصادی حالت کی اصلاح کی بھی کافی کوشش کی۔

آج نازیوں کے خلاف یہودیوں پر ظلم کرنے کا الزام عام طور سے عائد کیا جاتا ہے۔ لیکن جرمنی میں بہت پہلے سے ان کے خلاف عام نفرت کا اظہار کیا جا رہا تھا۔ پاپین کے وقت میں تو انہیں سرکاری نوکریاں نہ دینے کا بھی فیصلہ کر لیا گیا تھا۔ یہانتک کہ ان کو سینما، تھیٹر اور اخباروں کی اور تجارتی نوکریوں تک سے ہٹایا جانے لگا تھا۔ پاپین اسوقت خصوصی اختیارات سے حکومت کر رہا تھا۔ اس نے اپنے مخالف اخبارات پر بھی سختی کی وہ اسوقت ایک ایسا دستور اساسی چلانا چاہتا تھا جس میں چانسلر کو رائخشاگ کی اکثریت کا ماتحت نہ ہونا پڑے۔ امریکہ کی طرح وہ کابینے کو صرف پریذیڈنٹ کے سامنے ذمہ دار رکھنا چاہتا تھا۔ ۶ نومبر ۱۹۳۲ء کا انتخاب اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کیا گیا تھا لیکن اس میں پاپین کو اور بھی بُری طرح شکست ہوئی۔ ہٹلر کے بھی اس میں بیس لاکھ ووٹ گھٹ گئے۔ پاپین نے تین دن کی نشستوں کے بعد اس رائخشاگ کو توڑنا چاہا مگر اب نازیوں نے سوشلسٹوں کے ساتھ اتحاد کر کے ہڑتال کرنے کی دھمکی دی آخر انتخاب ٹل گیا اور پاپین کی جگہ شلائی خر چانسلر بنا۔

تیئیسواں باب

شلائی خر کی حکومت

جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں جتنی وزارتیں ترتیب دی گئیں ان سب میں کچھ نہ کچھ جان ہوا کرتی تھی۔ مگر شلائی خر کی وزارت تو بہت ہی قابل رحم ثابت ہوئی اس کی وجہ یہ تھی کہ شلائی خر کی حکومت نے بہت غلط پالیسی اختیار کی۔ وہ سمجھتی تھی کہ ایک فریق کو دوسرے فریق کے خلاف اُبھار کر اور ہر پارٹی سے ایسے زیادہ سے زیادہ وعدے کر کے جن کے پورا کرنے کی کوئی نیت نہ ہو اقتدار قایم رکھا جا سکتا ہے۔ شلائخر کے سیاسی فہم کے دیوالیہ پن کا اظہار اسی ایک بات سے ہو جاتا ہے کہ اُسے مارکسٹ جماعتوں کی طرف سے مدد ملنے کی ابھی تک توقع تھی حالانکہ وہ جماعتیں اب ٹوٹ چکی تھیں۔ شلائخر کا یہ بھی ارادہ تھا کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کو اندر سے توڑا جائے اور ہٹلر کو شکست دینے کے لئے اس کے مددگاروں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا جائے۔ یہ سب کچھ اس کے تدبر کے دیوالیئے پن کا ثبوت تھا۔

سٹرلیسر کی چالاکی

ابھی تک سٹرلیسر نیشنل سوشلسٹ تحریک کے ان لیڈروں میں شمار ہوتا تھا جو اپنے خیالات کی مضبوطی کے لحاظ سے سب سے زیادہ طاقتور تھے۔ مگر شلائخر

کے قریب ہیں آکر وہ ہٹلر کے خلاف سازش کرنے لگا۔ جب ہٹلر چانسلری کا مطالبہ
کر رہا تھا اور اس مطالبہ کی تکمیل کے واسطے پوری قوت کے ساتھ مصروفِ جنگ
تھا سٹراسیر خفیہ طور پر شلائخر کے ساتھ اتحاد کی پینگیں بڑھا رہا تھا اُسے یہ لالچ
تھا کہ شلائخر اُسے اپنے کابینے میں وزیر بنا لیگا۔

سٹراسیر کی کوشش یہ تھی کہ نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے کچھ لیڈروں کو توڑ کر اپنی
طرف ملا لیا جائے اور ہٹلر پر اتنا دباؤ ڈالا جائے کہ وہ اپنا مطالبہ واپس لینے پر مجبور ہو
طے یہ کیا گیا تھا کہ شلائخر نئے کابینہ میں چانسلر ہوگا اور سٹراسیر کو پرشیا کا
وزیر اعظم اور وائس چانسلر بنایا جائیگا۔ یہ فیصلہ کر لیا گیا تھا کہ ہٹلر سے تو اُس کی
ساری طاقت چھین ہی لی جائے اور اُسکو پبلک لائف سے ریٹائر ہی کر دیا جائے

اس زمانے میں جرنیل گوئرنگ ہٹلر کے سیاسی نمائندہ کی حیثیت سے
برلن میں قیام رکھتا تھا اور ہر روز اُسکو سب خفیہ اور ظاہر خبریں مل جایا کرتی تھیں
تو وہ ہٹلر کو پہنچا دیا کرتا تھا۔ یوں ہٹلر سب لوگوں کی نقل و حرکت سے باخبر رہتا تھا۔

جہانتک ہٹلر کے چانسلری کے مطالبے کا تعلق تھا اُس نے اپنے سب ساتھیوں
کو یہ ہدایت دے رکھی تھی کہ وہ اس معاملہ میں آزادانہ بات چیت کرنے سے پرہیز
کریں۔ سٹراسیر نے اپنے سازشی طرزِ عمل سے پارٹی لیڈر کی اس ہدایت کی خلاف
ورزی کی۔ اُسکا یہ فعل نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے قصرِ اتحاد میں آگ لگانے کے مرادف
تھا۔ ایک منظم جماعت میں سب کچھ معاف کیا جا سکتا ہے، مگر لیڈر کو دھوکہ دینے
کی معافی نہیں ملتی۔ سرتابی، بدنظمی (Insubordination) اور غداری کے لئے
معافی کی کوئی گنجائش نہیں۔ جس وقت پارٹی والوں کو شلائخر اور سٹراسیر کی سازش کا
پتہ لگا تو اُن میں غصہ کی لہر دوڑ گئی۔

ہٹلر نے سٹراسیر کو پارٹی سے الگ نہ کیا بلکہ ایک اور طریقہ سے سزا دینے کا

بند وبست کیا۔ اس نے نازیوں کی ایک میٹنگ طلب کی۔ جس میں سٹریسر اور اُس کے
چیلے تیس چالیس نازی ڈپٹی بھی آئے جب سب جمع ہو گئے تو ہٹلر نے کھڑے ہو کر کہا
"ہر پارٹی میں کوئی نہ کوئی غدار بھی ہوا کرتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ پارٹی
میں مجھ جیسے اور بھی ہیں۔ ہماری پارٹی میں بھی ایک غدار ہے۔ اُس نے
یہ افواہ اُڑا دی ہے کہ ہم میں پھوٹ ہے۔ لیکن کیا یہ درست ہے؟
کیا دوسرے لوگ بھی اسی کمینے پن اور اخلاقی زوال میں گرفتار ہیں؟"
اتنا کہنے کے بعد ہٹلر رُکا اور حاضرین میں سے سب کی نظریں اسٹریسر کی جانب
اُٹھیں۔ ہٹلر نے اپنی جیب سے ایک پرچہ نکالا۔ یہ پرچہ اُسے پارٹی کے خفیہ کارکنوں
نے مہیا کیا تھا جو بڑے سلیقے سے کام کرتے تھے۔ ہٹلر نے وہ پرچہ دکھاتے ہوئے کہا
"مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ ہماری پارٹی میں اور غدار بھی ہیں میرے
پاس اُن کے نام پہنچ چکے ہیں۔ کیا آپ لوگ اُن غداروں کے نام
سننا چاہتے ہیں جو جماعتی اتحاد کو پاش پاش کرنے کو درپے ہیں۔
اس کے بعد ہٹلر نے سٹریسر اور اُس کے ساتھی ڈپٹیوں کے نام پڑھ کر سنائے
ایک ایک کا نام لے لے کر اُس سے پوچھتا جاتا تھا "کیا تم غدار ہو" جس کا نام لیا جاتا
تھا وہ ہٹلر کے قدموں میں گر پڑتا تھا اور اُس سے معافی مانگتا تھا۔ ہٹلر کو اپنی وفاداری
کا یقین دلاتا تھا اور سٹریسر کی مذمت کرتا تھا۔ یوں ہٹلر نے اپنی دانشمندی سے
پارٹی کو نااتفاقی کے خطرے سے بچا لیا۔
اب نازیوں کا اور بھی زور بندھا اُن کی پشت پر ایک کروڑ بیس لاکھ ووٹروں
کی طاقت تھی اب اُن کا دب سکنا ناممکن تھا۔ ہٹلر اتنا طاقتور ہو گیا تھا کہ اگر وہ چاہتا
تو ملک میں خانہ جنگی کرا سکتا تھا لیکن ہٹلر صرف آئینی ذرائع سے حکومت حاصل
کرنی چاہتا تھا۔

چوبیسواں باب

ہٹلر کی فتح (۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۳۲ء)

جنرل گوئرنگ کی رائخ کے لیڈروں سے گفت و شنید

اب سنہ ۱۹۳۲ء کا جنوری کا مہینہ شروع ہوا۔ بہت ممکن ہے یہ مہینہ جرمن تاریخ میں ایک مدت تک یادگار سمجھا جائے۔ اِس ماہ کے وسط ہی سے یہ ظاہر ہو گیا تھا کہ آخری فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔

۲۰ر جنوری سے جنرل گوئرینگ سیاسی نمائندے کی شکل میں برابر ہروان پاپین سکریٹری آف اسٹیٹ میسنر، فولادی ٹوپی والوں (Stahlhelm) کے لیڈر سیل ڈٹے اور جرمن نیشنلسٹوں کے لیڈر ہنگنبرگ سے آئندہ پروگرام کے سلسلے میں گفت و شنید کرتا رہا۔ یہ ظاہر تھا کہ نصب العین کا حصول اُسی وقت ممکن تھا جب ایڈلف ہٹلر کی قیادت میں نیشنل سوشلسٹوں کا دوسری پارٹیوں سے اتحاد ہو جائے۔ اِس موقع پر ایک عجیب تبدیلی رونما ہوئی۔ ہروان پاپین جس کے خلاف سیاسی وجوہات سے نیشنل سوشلسٹ جنگ کرنے پر مجبور ہوئے تھے وہ سچے دل سے ان کا دوست بن گیا اور بوڑھے فیلڈ مارشل اور جنگِ عظیم کے ہیرو ہنڈن برگ اور نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے درمیان صلح کے سفیر کی خدمات انجام دینے لگا۔

سیل ڈٹے کی قربانی

ادھر سیل ڈٹے نے بھی بلاپس وپیش فولادی ٹوپی والوں کو نیشنل سوشلسٹوں میں ملادیا اور خود بڑی عقیدت سے ہٹلر کی قیادت قبول کرلی۔ اب رہ گئے جرمن نیشنلسٹ ان کے ساتھ سمجھوتہ کرنا زیادہ مشکل تھا کیونکہ ان میں فرقہ بندی کے پُرانے طریقوں نے بڑی مضبوطی سے جڑ پکڑ رکھی تھی ایک بات بہرحال ظاہر تھی اور وہی بات جنرل گوئرنگ نے ہنگنبرگ سے کہہ بھی دی تھی کہ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ جرمن نیشنلسٹ پارٹی کو توڑ دیا جائے تاکہ یہ نیشنل سوشلزم کی زیادہ وسیع تحریک میں شامل ہوجائے۔

مختلف پارٹیوں کا اختلاف رائے

غرض سمجھوتہ کرنا ہی تھا ورنہ بنا بنایا کام بگڑ جاتا۔ صدر جمہوریہ اس شرط پر ہٹلر کو چانسلر مقرر کرنے پر راضی تھا کہ وہ رائخ کی سب پارٹیوں کے اتحاد کی ضمانت دے سکے۔ سمجھوتہ ہونے میں دشواری یہ تھی کہ ایک طرف تو نیشنل سوشلسٹ تھے جن کی طاقت بلحاظ تعداد سب پارٹیوں سے زیادہ تھی اور دوسری طرف اوسط طبقے والوں کی پارٹی تھی جو اپنے عہد ماضی کی بنا پر اپنے تناسب اور اپنی وسعت سے زیادہ حقوق مانگتی تھی۔ ایک اور مشکل یہ آپڑی تھی کہ ہٹلر کابینہ کی تشکیل کے فوراً بعد ایک عام انتخاب کا مطالبہ کرتا تھا۔ جرمن نیشنلسٹ اس مطالبہ کے مخالف تھے۔ اُنہوں نے اس بات کا اچھی طرح سے اندازہ لگا لیا تھا کہ اگر انتخاب ہوا تو انہیں زیادہ ووٹ نہیں ملیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ نئے انتخاب میں نیشنل سوشلزم کی طاقتور فوجیں دوگنی یا تگنی ہوجائنگی

اور رائخ میں طاقت پارٹیوں کو جگہ اُن کے تناسب سے ملے گی۔

مگر آخر میں سمجھوتہ ہو ہی گیا۔

شلائی خر اس خبر کو سن کر بہت فکر مند ہوا اور فوراً ہی فوجی افسروں کا ایک خفیہ جلسہ کیا اس جلسے میں فوجی ڈکٹیٹر شپ قایم کرنے اور ہنگنبرگ اور پاپین کو گرفتار کرنے کے مسئلے پر غور کیا گیا۔ شلائی خر نے صدر جمہوریہ سے یہ بھی کہا کہ فوج نازیوں سے جنگ کرنا چاہتی ہے۔ یہ سُن کر پاپین اور ہٹلر میں اور بھی زیادہ گہری دوستی ہو گئی اور اب یہ طے کیا گیا کہ کابینہ میں تین وزارتیں نازیوں کو اور آٹھ وزارتیں پاپین، اور ہنگنبرگ کی مشترکہ پارٹی کو دی جائیں۔

ہٹلر چانسلری کے منصب پر

صدر جمہوریہ نے اس فیصلے پر مُہر تصدیق ثبت کر دی۔ اور ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہٹلر کو چانسلر اور پاپین کو وائس چانسلر بنا دیا۔ یہ تقرر شلائی خر کو اس کے عہدے سے ہٹائے بغیر ہی کر دیا گیا۔ شلائی خر کو اس کی خبر دوسرے دن لگی۔

غالباً صدر جمہوریہ ہٹلر سے ملاقات کرنے سے خوفزدہ تھا۔ کیونکہ اُس نے تقرر کے ساتھ ہی یہ بھی طے کر دیا کہ ہٹلر اُس سے پاپین کی موجودگی ہی میں ملا کرے ہٹلر کے اصرار پر یہ طے کیا گیا کہ ۵ مارچ ۱۹۳۴ء کو جرمنی میں دوبارہ عام انتخابات کئے جائیں۔

۳۰ جنوری کو دوشنبہ کے دن گیارہ بجے صبح صدر نے ایڈلف ہٹلر کو چانسلر مقرر کیا اور اس کے سات منٹ بعد کابینہ بن گیا۔ اس سے پہلے کابینہ بننے میں کئی کئی ہفتے اور بعض اوقات تو کئی کئی مہینے لگ جایا کرتے تھے مگر اس مرتبہ تو چند ہی منٹ میں سب کچھ طے ہو گیا۔ بوڑھے فیلڈ مارشل کے اِن الفاظ کے

ساتھ "حضرات! اب خدا کا نام لے کر اپنا کام شروع کرو" کا بیٹے نے اپنا کام شروع کر دیا۔

ہٹلر کے چانسلر بنتے ہی جرنیل گوئرنگ جلدی سے باہر نکلا اور اپنی موٹر کی طرف آیا۔ ایوان حکومت کے باہر عوام کا ایک اژدہام تھا۔ وہ راہ دیکھ رہے تھے کہ کیا خبر آتی ہے۔ گوئرنگ نے آکر ان سے کہا "ہٹلر چانسلر بن گیا" مجمع میں مسرت کی ایک لہر دوڑ گئی۔ اور سب کہنے لگے "جرمنی کے نصیب جاگ گئے"

عوام کا اظہار مسرت اور نئی آزادی کا جلوس

ایوان حکومت کے باہر جرمنی کے سارے شہروں اور گاؤں میں خوشی سے گھنٹیاں بج رہی تھیں۔ لوگ خوش ہو ہو کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو رہے تھے۔ جا بجا خوشی کے گیت گاتے ہوئے گروہ سڑکوں سے گذر رہے تھے گویا ہٹلر کا چانسلر بن جانا ایک قومی خوشی تھی۔

کچھ دیر بعد یہ خبر سننے میں آئی کہ شام کو شعلوں کے ساتھ ہٹلر اور ہنڈنبرگ کا جلوس نکالا جائیگا۔ یہ خبر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ ہر جگہ پہنچ گئی۔ ہر ضلع سے جُوق در جُوق لوگ برلن آنے لگے۔

طوفانی فوجوں، حفاظتی فوجوں، فولادی ٹوپ والوں اور دوسری قوم پرست پارٹیوں کے افراد مختلف مقامات پر قطاریں باندھ کر قاعدے کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ انہوں نے اپنی اپنی شعلیں جلائیں اور ایک عظیم الشان جلوس کی شکل میں صدر جمہوریہ کے محل کی طرف روانہ ہوئے۔ برلن کی تاریخ میں اتنا عظیم الشان جلوس کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔

اپنے محل کی روشن کھڑکی میں محترم بوڑھا فیلڈ مارشل کھڑا تھا۔ وہ جرمن عوام کے

اس اظہار مسرت سے بہت خوش تھا۔ اور ان کے جوش و خروش سے بہت متاثر دکھائی دیتا تھا۔ چند مکان چھوڑ کر ایک عمارت میں وہ شخص کھڑا تھا جس کے اعزاز میں یہ سب کچھ کیا جا رہا تھا جس نے جرمنی کی آزادی جیتنے کے معاملے میں کبھی کوئی کمزوری نہیں دکھائی اور وطن پرستی کے جھنڈے کو اسوقت بھی حوصلے کے ساتھ مضبوطی کے ساتھ تھامے رہا جب دوسرے ہچکچا کر اس کام سے گریز کرتے تھے۔

یہ شخص جرمنوں کا قائد ان کا چانسلر اڈولف ہٹلر تھا۔

جرمنوں کے لئے وہ رات ایک ناقابل فراموش اور یادگار رات تھی۔ اس رات نئی جرمن آزادی کا جنم ہوا تھا۔

سواستکا جھنڈا کس طرح جرمنی کا قومی جھنڈا بنا

اس کے بعد ۵ر اور ۱۲ر مارچ کو انتخاب ہوا۔ بظاہر یہ معلوم بھی نہیں ہوتا تھا کہ کوئی زبردست انقلاب ہو گیا ہے، مگر ظاہری علامات کے بغیر ہی ایک زبردست حقیقی انقلاب ہو گیا تھا جس کا اثر سارے ملک میں پھیل گیا تھا۔ قوم کے صحیح ترین نمائندوں کو ملک پر حکومت کرنے کا حق حاصل ہو گیا تھا۔

کابینہ کے جو وزیر نیشنل سوشلسٹ پارٹی کے نہیں تھے انہوں نے محسوس کر لیا اور انہیں حقیقی معنوں میں یہ اندازہ ہو گیا کہ معمولی اصلاحات سے کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ وجہ یہ تھی کہ سارا ملک انقلاب انگیز ترقی کی رٹ لگا رہا تھا۔ عوام ٹھوس حقیقتوں کی صورت میں اس بات کا ثبوت چاہتے تھے کہ وہ صحیح معنوں میں آزاد ہو گئے ہیں اور نیا دور شروع ہو گیا ہے۔

آزادی کی راہ میں جو زبردست جنگ کی گئی تھی اسکا ظاہری نشان

جنرل کوڈرنگ

عوام کے نزدیک سواستک جھنڈا تھا۔ چنانچہ مناسب یہی معلوم ہوا کہ انقلاب
ہوتے وقت جنگ کا یہی جھنڈا لہرایا جائے جو عوام میں قبولیت حاصل کر چکا تھا۔
فیلڈ مارشل نے اس جھنڈے کے بلند کرنے والوں کے سابقہ کاموں کی اہمیت
کا اچھی طرح اندازہ کر لیا تھا۔ چنانچہ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ انقلاب کی اہمیت
کو تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اُس نے یہ حکم دیا کہ رائخ کا سرکاری جھنڈا کالے سفید اور
لال رنگوں کا سواستک جھنڈا ہوگا۔

پچیسواں باب

جرنل گوئرنگ کا کام

ہٹلر نے جرنیل گوئرنگ کو نئے کابینے کا ایک ممبر مقرر کیا تھا۔ اپنے تقرر
سے پہلے بھی وہ رائخستاگ کا اسپیکر (صدر) تھا۔ اسکا یہی عہدہ برقرار رکھا گیا۔ مگر
ہٹلر نے اُسے پرشا کا وزیر داخلہ بھی بنا دیا تا کہ وہ رائخ کی اس سب سے بڑی
ریاست کے ذمہ دار عہدے پر فائز ہونے کے بعد کمیونزم کو جڑ بنیاد
سے اُکھیڑ پھینکے اور اُسے تخس نخس کر دے۔

اس وقت پرشا میں سوشل ڈیموکریٹ براؤن کی قیادت میں مارکسٹ
حکومت راج کر رہی تھی۔ مگر جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے ۱۲ر جون ۱۹۳۲ء کو وان
پاپین نے اس حکومت کو منصب سے برطرف کر کے وہاں ایک ڈپٹی کمشنر مقرر کر دیا
تھا۔ اس اعتبار سے براؤن کی حکومت کو اب کوئی حاکمانہ اختیار حاصل نہیں تھا

تاہم وہ ابھی تک نشۂ نخوت میں ڈوبی ہوئی تھی اور اپنے آپ کو پرشا کی صاحب اختیار حکومت گردانتی تھی۔

جب جرنیل گوئرنگ پرشا کا امور داخلہ بنا تو اس نے بڑی تیزی سے نظام حکومت میں تبدیلیاں کرنی شروع کیں۔ اس نے فوجداری (Criminal) اور سیاسی (Political) پولیس کے ہتھیار کو اپنے ہاتھ میں لیا اور اس ہتھیار سے کام لے کر بہت سی اہم تبدیلیاں کیں۔ اسوقت پرشا میں بتیس۳۲ پولس آفیسر تھے۔ ان میں سے بائیس۲۲ آفیسر اپنے عہدوں سے الگ کر دیئے۔ دوسرے مہینے میں گوئرنگ نے سینکڑوں انسپکٹروں اور ہزاروں پولیس سارجنٹوں کو ملازمت سے علیحدہ کیا اور نئے نئے آدمی بھرتی کئے۔ زیادہ تر یہ لوگ وہ تھے جو نیشنل سوشلسٹوں کی طوفانی فوجوں اور حفاظتی فوجوں میں کام کر چکے تھے۔

جرنیل گوئرنگ کا مقصد یہ تھا کہ پولیس میں بالکل ہی نئی روح پھونکدی جائے اور چند ہی ہفتے بعد یہ دیکھنے میں آیا کہ پولیس کی شکل واقعی تبدیل ہوگئی۔ سنگدل افسر قابل عزت پولیس سارجنٹ بن گئے۔ ان میں فوجیوں کے سے اوصاف پیدا ہو گئے۔ وہ حکومت وقت کے فرمانبردار اور عقیدت مند سپاہی بن گئے۔

خُفیہ پولیس کی تنظیم

سیاسی پولیس کی حالت بہت ہی خراب تھی۔ جرنیل گوئرنگ نے دیکھا کہ سیاسی پولیس میں تقریباً سبھی جگہوں پر ہر سیورنگ کے سوشل ڈیموکریٹوں کے معتقد ہیں۔ یہی لوگ بدنام سیاسی پولیس تھے۔ موجودہ حکومت ان سے اپنا کوئی کام نہیں لے سکتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت سے بیکار لوگوں کو تو پریشیڈنٹ پہلے ہی الگ کر چکا تھا۔ جرنیل گوئرنگ کو پریشیڈنٹ کا شروع

کیا ہوا کام مکمل کرنا تھا۔

کئی ہفتے تک گوئرنگ تنظیم کے کام میں مصروف رہا۔ آخر اس نے اپنی مرضی کے مطابق خفیہ پولیس کا محکمہ بنا لیا۔ پرانے اور نئے کا کوئی خیال نہیں کیا گیا صرف قابل سے قابل آدمی رکھے گئے۔ اور ان پر قابل ترین لوگ بطور افسران مقرر کئے گئے۔

مارکس ازم اور کمیونزم کا خاتمہ

ہر انقلاب کے ساتھ چند ایسی باتیں بھی ہو جایا کرتی ہیں جنہیں پسندیدہ نہیں کہا جا سکتا۔ یہ باتیں بالکل غیر متوقع طور پر ظہور میں آجایا کرتی ہیں یہودیوں کا اخراج ایسی ہی بات ہے نیشنل سوشلسٹ یہودیوں کے اس لئے مخالف نہیں تھے کہ انہوں نے اپنی مردم شماری کے تناسب سے کہیں زیادہ حقوق پر قبضہ جما رکھا تھا۔ مخالفت کی یہ وجہ بھی نہیں تھی کہ انہوں نے جرمنی کے بیشتر سرمائے کو اپنی ملکیت کی شکل میں تبدیل کر لیا تھا۔ مخالفت اس وجہ سے بھی نہیں تھی کہ یہودی ناقابل برداشت سود وصول کرتے تھے اور انھوں نے جرمنی کے پاؤں میں مالی مشکلات کی بیڑیاں ڈال دی تھیں اور اس کی اقتصادی نسوں کو چوس لیا تھا۔ مخالفت اس وجہ سے بھی نہیں تھی کہ ان پر کساد بازاری کا آغاز کرنے کا جرم ثابت ہے اور انہوں نے جرمنی کی اقتصادیات کا گلا گھونٹ رکھا تھا۔

یہودیوں پر جو سب سے بڑا الزام ہے وہ یہ ہے کہ مارکس ازم اور کمیونزم کو لیڈر دینے والے وہی تھے۔ اُن تباہ کن اور توہین کرنے والے اخباروں کی ادارتیں یہودیوں ہی نے سنبھال رکھی تھیں جنھوں نے نیشنل سوشلسٹوں کے خلاف زہر چکانی کر کے جرمنی کی قومی تحریک کو نقصان

پہنچایا اور نفرت وعداوت کے جراثیم پھیلائے حالانکہ اہل جرمنی کے دل انکی طرف سے بالکل صاف تھے۔

یہ یہودی ہی تھے جنہوں نے جرمنی کی قومی عزت اور اسکی آزادی کی روایات کو تباہ وبرباد کیا اور جرمنی کی قومی تحریک کا مذاق اُڑایا۔ اس تمام صورت حال کا جو نتیجہ نکلا اُس پر تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ اہل جرمنی ان کی اِن حرکات پر یہودیوں کے خلاف مشتعل نہ ہوتے تو اور کیا کرتے۔ یہودیوں کے خلاف انکا غصہ اسقدر بڑھ گیا کہ اب وہ زیادہ دیر تک ان مُفت خُوروں کو جرمنی کا مالک نہیں بنا رہنے دینا چاہتے تھے۔ انہوں نے ملک کے پرانے اور کرم خوردہ حصّے کو جدا کر دیا اور نئی طاقتیں بروئے کار آگئیں۔ اس انقلاب کو کامیاب بنانے میں نئی خفیہ پولیس نے بڑا کام کیا۔

پرشا کا وزیراعظم

ایسٹر کی چھٹیوں میں جرنیل گوئرنگ روما میں مقیم تھا۔ وہیں اسے ہٹلر کا تار ملا۔ اِس میں اُسے پرشا کا وزیراعظم بنائے جانے کی خوشخبری دی گئی تھی۔ گوئرنگ کے وزیراعظم بننے کے بعد پرشا کی ڈائٹ (اسمبلی) توڑ دی گئی اور اس کی جگہ پرشا کی کونسل اوف سٹیٹ بنائی گئی۔ اس کونسل کے ممبروں کو وزیراعظم نے خود نامزد کیا۔ یہ لوگ وہی تھے جو اس کی پارٹی میں رہ چکے تھے یا طوفانی فوجوں میں کام کر چکے تھے۔ کچھ لوگ اپنی قابلیتوں کی وجہ سے بھی ممبر بنائے جاتے تھے۔

اس کونسل کا کام یہ تھا کہ انتظام حکومت چلانے میں جرنیل گوئرنگ کی اپنے صلاح مشورے سے مدد کرے۔ کونسل قانونوں کے مسودوں کو پرکھتی تھی، نئی نئی تجویزیں پیش کرتی تھی اور حکومت اور عوام کے درمیان رابطہ تعلق

قایم رکھتی تھی۔

مگر کونسل کا کام صرف مشورے ہی دینا تھا۔ وہ کوئی فیصلہ نہیں کر سکتی تھی۔ اور نہ ہی وہ اپنے اوپر کوئی ذمہ داری لے سکتی تھی۔ ذمہ داری تمام تر وزیر اعظم ہی پر ہوتی تھی۔

جرنیل گوئرنگ کی مصروفیات کا یہ عالم تھا کہ اپنی وزارت کے ابتدائی ایام میں کئی کئی ہفتے تک وہ اپنے دفتر میں راتوں کو تین تین چار چار بجے تک کام کرتا تھا۔ اس نے ایسی قابلیت سے کام لیا کہ آخر اُسے پرشا کا وزیر اعظم بنا دیا گیا۔ بعض خاص ڈپارٹمنٹ بھی اسی کی نگرانی میں رکھے گئے جیسے حکومت اور میونسپلٹی کے تھیٹر، جن کے برباد ہو جانے کا خوف تھا اور جن کی از سر نو تنظیم کی ضرورت تھی اس کام کے لئے بہت وقت اور محنت درکار تھی۔

جرنیل گوئرنگ کو جنگلات سے خاص دلچسپی تھی اور پرشا کی ریاست میں سب جگہ سے زیادہ جنگلات تھے۔ یہاں وہ بالکل نئے ڈھنگ سے کام کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ محکمۂ جنگلات کو بھی اُس نے براہِ راست اپنے ہی زیر اختیار رکھا اور اُس میں ضروری تبدیلیاں کر کے نئے نئے قانون بنائے۔

ہوائی بیڑہ

پہلے سے پرواز کا ماہر ہونے کی وجہ سے جرنیل گوئرنگ کو ایک اور کام بھی سونپا گیا۔ اس بات کا اندازہ لگا کر کہ ہوائی راستہ کتنی اہمیت رکھتا ہے چانسلر نے یہ فیصلہ کیا کہ وزیر رسل و رسائل (Transport) کے اختیارات سے اس سلسلے میں مفید کام لینا چاہئے۔ چنانچہ وزیر پروازکی ایک نئی کونسل بنائی گئی اور ہٹلر نے گوئرنگ کو اُس کا صدر مقرر کیا۔ اس حیثیت میں جرنیل کے سپرد یہ کام

ہوا کہ وہ جرمنی کی ہوائی سروس کو دنیا بھر میں بہترین اور محفوظ ترین سروس بنا دے اور تجارتی ہوائی بیڑے کو ترقی دے کر اُس کی معراج پر پہنچا دے۔ جرمنی کی ہوائی طاقت صلحنامہ ورسائی کی پابندی کی زنجیروں میں جکڑی پڑی تھی۔ اُس کے سامنے سب سے بڑا کام یہ تھا کہ اپنی ترقی کے لئے نئے نئے راستے نکالے۔

پُرانی مشینیں تھیں ضرور۔ مگر وہ سب پُرانے ماڈل کی تھیں اس لئے نہ ہونے ہی کے برابر تھیں۔ باقاعدگی سے کام کرنے والے سفری جہاز بھی تعداد میں بہت تھوڑے ہی تھے۔ اُن میں اضافہ کرنا بھی ایک بڑا کام تھا۔ اس کام کی تکمیل کے لئے بھی گوئرنگ کو بہت زور لگانا پڑا۔ نیا جرمنی یہ چاہتا تھا کہ وہ صرف اپنی حفاظت کر سکے۔ وہ دشمن کے حملوں سے محفوظ رہنے کے واسطے حفاظت کرنے والی مشینیں اور دشمن کی بمباز فوجوں کا تعاقب کرنے والے طیارے رکھنا چاہتا تھا

چھبیسواں باب

رائن لینڈ کے مسئلے کی تاریخ

رائن لینڈ کا بین الاقوامی مسائل میں اہم مقام

جرمنی کے تین صوبے السیس لورین اور رائن لینڈ جرمنی اور فرانس کی درمیانی سرحد پر واقع ہیں۔ چنانچہ یہ تینوں صوبے ایک زمانے سے جرمنی اور فرانس کے درمیان سیاسی کشمکش کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

ابتدا میں رائن لینڈ جرمنی کا علاقہ تھا۔ مگر ۱۸۰۱ء میں لونے ویلے (Luneville) کے صلحنامے کی رُو سے نپولین نے اُسے جرمنی سے چھین کر فرانس کی حکومت میں شامل کر لیا۔ نپولین کے زوال کے بعد ۱۰ر فروری ۱۸۱۵ء کو وی اینا کانگریس میں ان تینوں صوبوں کا مسئلہ پھر سامنے آیا اور اس علاقے کا زیادہ تر حصہ جرمنی کو دوبارہ واپس مل گیا۔ ۱۹۱۴ء تک یہ علاقہ مسلسل جرمنی کے پاس رہا۔

جنگ عظیم کے اختتام پر فرانس کی للچائی ہوئی نظریں پھر رائن لینڈ پر پڑیں۔ اسکا محلِ وقوع یہ ہے کہ دریائے رائن اس صوبے کے درمیان سے ہوتا ہوا شمالی سمندر میں جا گرتا ہے۔ فرانس کی یہ خواہش تھی کہ وہ اس دریا کے بائیں کنارے یعنی اپنی طرف کے حصے کو اپنی سلطنت میں شامل کر لے۔ ایسا ہونے سے جرمنی کی مردم شماری کا ۱۱ فیصدی اور اس کے کوئلے کا ۱۲ فیصدی حصہ اُس سے چھین کر فرانس کے قبضے میں آتا تھا اور اگر صوبۂ السیس کو بھی اس میں شامل کر لیا جائے تو فرانس کی اس تدبیر سے جرمنی اپنے ملک کے ۸۰ فیصدی کوئلے سے دستبردار ہوتا تھا۔

فرانس نے اپنی خواہش کی تکمیل میں جو ڈپلومیٹک چالیں چلیں وہ کامیاب ہو گئیں۔ اور صلحنامہ ورسائی کی رُو سے جرمنی کے صوبجات السیس اور لورین پورے طور پر فرانس کو دے دئے گئے۔ رائن لینڈ کا سار کا علاقہ پندرہ برس کے لئے ایک آزاد علاقہ تسلیم کر لیا گیا۔ اور لیگ اقوام کی سرپرستی میں رکھا گیا۔

سار کے سرحدی علاقے کی اہمیت

سار کا علاقہ فرانس اور جرمنی کی درمیانی سرحد پر رائن لینڈ میں صنعتی کاروبار اور کانوں کا علاقہ ہے۔ یہ لورین کے شمال میں واقع ہے۔ اس کا رقبہ ۷۲۶

مربع میل اور مردم شماری ۹۰۰۰۰۷ ہے۔ یہاں زیادہ تر کوئلے گیر و اور کوک
کی تجارت ہوتی ہے۔ اس علاقے میں ۱۲ کانیں ہیں جن میں ۶۷۰۰۰ آدمی کام کرتے
ہیں۔ ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۷ء تک اس علاقے کی اوسط سالانہ تجارت در آمد ۱۲۳۶۱۰۰۰
ٹن تھی ۱۹۲۷ء میں یہاں کی اوسط ماہانہ در آمد ۱۱۱۵۱۴۰ ٹن تھی۔ اس علاقے کی لوہے
کی کانوں میں ۴۳۰۰۰ آدمی کام کرتے تھے ۱۹۲۷ء میں یہاں ۷۴۴۳۰۰۰ ٹن
گھٹیا لوہے اور ۸۶۳۰۰۰ ٹن اسپات کی مقدار کانوں سے بر آمد کی گئی تھی۔
اس کے علاوہ دیگر معدنیات بھی افراط سے ہوتی ہیں۔

صلحنامہ ورسائی اور سار کی حکومت

فرانس کی شمالی کانیں جنگ عظیم میں برباد ہوگئی تھیں۔ اس نقصان کو پورا کرنے
کے لئے اور تاوان جنگ کی قسطوں میں ادائیگی کے طور پر صلحنامہ ورسائی کی رو
سے سار کی ساری کانیں فرانس کو دے دی گئیں۔ ان کانوں کے اضلاع
جرمنی سے چھین لئے گئے اور وہ سار کے علاقے میں شامل کر لئے گئے۔ یہاں کے
باشندوں کی حفاظت کی ضمانت کے طور پر اور فرانس کو کانوں سے فائدہ اٹھانے
کا موقع مہیا کرنے کے واسطے سار کی حکومت ایک بین الاقوامی کمیشن کی سرپرستی
میں دے دی گئی۔ یہ کمیشن لیگ اقوام کے سامنے ذمہ دار تھا۔ لیگ ہی کو اس کا
ثرسٹی بھی بنایا گیا۔ سابقہ دورمیں جرمن ملوکیت کے زمانے میں جتنی مراعات
پرشا اور بویریا کو حاصل تھیں وہ سب پندرہ برس کے واسطے اس کمیشن کو دے
دی گئیں۔

کمیشن کا صدر دفتر اس علاقے کے ایک بڑے شہر سار بروکین (Saar
Bruecken) میں رکھا گیا۔ یہ کمیشن پانچ ممبروں پر مشتمل تھا۔ ایک فرانسیسی،

ایک سار کا غیر فرانسیسی مقامی باشندہ، ایک برطانوی، ایک زیکو سلو ویکیہ کا باشندہ، اور ایک فن لینڈ کا باشندہ کمیشن کا صدر برطانوی ممبر ہوتا تھا۔ اور وہی علاقے کی حکومت کے صدر افسر کی خدمات بھی انجام دیتا تھا۔

کمیشن کے فیصلے کثرتِ رائے سے ہوتے تھے۔ اُن جرمن افسروں نے جو سار میں رہتے تھے کمیشن کی اطاعت کرنے کا حلف اٹھا لیا تھا۔ یہ فیصلہ کر دیا گیا تھا کہ ۱۹۳۵ء میں پندرہ برس گزرنے کے بعد لیگ اقوام سار کے باشندوں میں ایک عام رائے شماری کرائے گی تاکہ یہ فیصلہ ہو سکے کہ وہ آئندہ کے واسطے اپنے لئے کس ڈھنگ کی حکومت چاہتے ہیں۔ اگر رائے شماری کا نتیجہ برآمد ہوگا کہ سار کے باشندے جرمنی کی حکومت چاہتے ہیں تو سب کانیں جرمنی کو اُس قیمت پر دے دی جائیں گی جو تین ماہرین مقرر کریں گے۔

اس علاقے میں فرانس کا سکہ فرینک چلتا تھا۔ اوّل اوّل تو وہاں فرانسیسی فوجیں ڈیرے ڈالے رہیں مگر جب مقامی باشندوں کی ایک ہزار سپاہیوں کی فوج اور سات سو آدمیوں کی پولیس بن گئی۔ تو مئی ۱۹۲۷ء میں فرانسیسی فوجیں وہاں سے ہٹا لی گئیں۔ سار کی ریلوے کی حفاظت کے لئے آٹھ سو آدمیوں کی محافظ فوج جدا رکھی گئی۔

مگر چونکہ مقامی باشندوں کی ہمدردیاں کمیشن کے ساتھ نہ تھیں اس لئے جس قسم کی حکومت قائم کی گئی تھی اس کی مخالفت میں بے چینی پیدا ہوئی۔ اس کے علاوہ اُس زمانے میں دنیا کے دوسرے ممالک میں مزدور تحریکیں زور پکڑ گئیں تھیں۔ اُن کے اثرات بھی اس علاقے پر پڑے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب ۱۹۲۳ء میں بسنت کے موسم میں فرانس نے رُور پر قبضہ کیا تو مقامی باشندوں نے ایک زبردست ہڑتال کر دی۔

اس ہڑتال میں کانوں کے ۵، ہزار قلیوں نے تقریباً ساڑھے تین مہینے تک بالکل کام نہیں کیا۔ صلحنامہ لوکارنو اور لیگ اقوام کے فراخدلانہ طرزِ عمل کا اس صورتِ حال پر اچھا اثر پڑا۔ سآر پر کوئی غیر ملکی قرضہ نہ تھا اور نہ وہ تاوانِ جنگ ادا کرتا تھا۔ ٹیکس بھی وہاں کم ہی تھا۔

۱۹۳۵ء میں لیگ اقوام نے وہاں کے باشندوں سے آئندہ حکومت کے بارے میں رائے طلب کی تو اکثریت نے جرمنی سے الحاق چاہا۔ چنانچہ اب سآر کا علاقہ پھر جرمنی میں شامل ہو گیا ہے۔

دریائے رائن کا مشرقی حصّہ

ورسائی کے صلحنامے سے دریائے رائن کے مشرقی حصّے کو ویسے تو جرمنی ہی کے قبضے میں رہنے دیا گیا۔ مگر اُس علاقے کے باشندوں کو ہتھیار باندھنے کی ممانعت کر دی گئی۔ دوسرے لفظوں میں اتحادیوں نے اس علاقے کو غیر مسلّح قرار دے دیا۔ اِس غرض کی تکمیل کے لئے دریائے رائن کے پار برج ہیڈس تک کے پورے علاقے پر آئندہ پندرہ برس تک کے لئے قبضہ کر لیا گیا۔

فیصلہ یہ کیا گیا کہ اتحادی اس علاقے کو پندرہ سال کے اندر تین دفعہ کر کے خالی کریں گے۔ کولون (Cologne) میں برطانوی فوج رکھی گئی اسے پانچ سال میں خالی کرنے کا خیال ظاہر کیا گیا۔ کوبلینز (Coblenz) کو دس برس بعد اور مینز (Mentz) کو پندرہ برس میں خالی کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

کہا جاتا ہے کہ جرمنی کے علاقوں پر اسطرح قبضہ کرنے کا مقصد محض

قبضہ کرنا نہیں تھا بلکہ قبضہ سے زیادہ صلحنامے کی شرائط پر جبراً عمل درآمد کرانا تھا۔
اس سبب سے کولون کو جنوری میں خالی نہ کیا گیا بلکہ فوجیں وہاں سے دسمبر ۱۹۲۵ء میں
ہٹیں۔ رائن کے بائیں کنارے سے تو جرمنی کی فوجوں کو بالکل ہی ہٹا دیا گیا۔ اور
دائیں کنارے پر بھی پچاس کلومیٹر یا تقریباً ۳۱ میل کے علاقے میں ٹھہرنے کی انہیں
ممانعت کر دی گئی۔

ہو سکتا ہے کہ اس علاقے پر قبضہ کرنے سے یہی غرض ہو کہ صلحنامے کی
شرطوں کو جبریہ طور پر منوایا جائے، مگر اس کے ساتھ ہی یہ غرض بھی صاف صاف
ظاہر ہے کہ اس قبضے سے جرمنی کو اتنا کمزور کر دینا مقصود تھا کہ وہ فرانس پر حملہ آور
نہ ہو سکے۔

صلحنامے کی ورسائی کی رُو سے ایک تاوان کمیشن بھی بنایا گیا جس میں
فرانس، انگلستان، بلجیم اور امریکہ کے نمائندے تھے اس کمیشن کو یہ اختیار دیا گیا کہ اتحادی
فوجوں کے تحفظ کے لئے قانون بنائے مگر یہ کمیشن عام طور پر جرمنی کی حکومت
میں دست اندازی نہیں کر سکتا تھا گو مالی تحفظ کے واسطے اسے محصول برآمد
پر پابندیاں لگانے کا اختیار دے دیا گیا تھا۔

رائن کی علیحدگی کی تحریک

فرانس نے رائن لینڈ کو جرمن جمہوریت کا جزو اس لئے بنا رہنے دیا تھا کہ
انگلستان اور امریکہ اُس کے ساتھ دفاعی صلحنامہ کرا دینگے۔ مگر امریکہ نے اس
کام میں حصہ لینے سے انکار کر دیا جس کی وجہ سے یہ بات آگے نہ بڑھ سکی امریکہ
کے انکار کرنے سے پہلے بھی فرانسیسی فوجی افسر اُس تحریک کی ہمت افزائی کرا رہے
تھے جو رائن کی علیحدگی کے لئے اٹھائی جا رہی تھی۔ علاقہ رائن کی کیتھولک رعایا

پہلے ہی سے پرشا کے خلاف تھی اُسے یہ خوف دلایا گیا تھا کہ جرمنی میں بالشو ازم پھیل رہا ہے۔ اس پروپگنڈے کا نتیجہ یہ نکلا کہ علیحدگی کی تحریک بہت ترقی کر گئی۔ اس تحریک کے کارکنوں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ رائن لینڈ میں ایک نئی آزاد حکومت ہونی چاہئے جو جرمنی کی مرکزی حکومت سے بالکل الگ ہو تحریک کا رہبر ڈاکٹر ڈارٹین تھا۔ فرانسیسی فوجی افسروں نے اُسے آزاد جداگانہ جمہوریہ رائن لینڈ کے لئے ایجی ٹیشن کرنے میں ہر قسم کی مدد دی۔ جرمنی میں سب پارٹیاں اس تحریک کے خلاف تھیں۔

لیکن چونکہ امریکہ کے راشٹرپتی مسٹر ولسن نے ابتدا ہی میں (۲۲ مئی ۱۹۱۹ء کو) اس تحریک کی مخالفت کی۔ اس لئے آغاز ہی میں علیحدگی مگر رائن لینڈ کا ایجی ٹیشن ختم ہو گیا۔ مگر فرانسیسی برابر علیحدگی پسندوں کو اُکساتے رہے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۲۰ء کو جب ڈاکٹر ڈارٹین جرمنی کے علاقے میں گرفتار کیا گیا تو فرانسیسی ہائی کمشنر نے یہ مطالبہ کیا کہ اُسے چھوڑ دیا جائے۔

رُور کے جھگڑے کا علیحدگی کے ایجی ٹیشن پر اثر

۱۰ جنوری ۱۹۲۳ء کو فرانس اور بلجیم کی فوجوں نے رُور پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد ۲ مارچ ۱۹۲۳ء کو انہوں نے کارل سروہ کے (Karlsruhe) اور رائن کے دائیں کنارے کے برج ہیڈسن تک کے علاقے پر قبضہ کر لیا۔ چونکہ امریکہ کی فوج ۱۰ جنوری ۱۹۲۳ء ہی کو وہاں سے ہٹ چکی تھی اس لئے اب رائن لینڈ کمیشن میں برطانیہ اقلیت میں رہ گیا۔ اس لئے رُور پر قبضہ کرنے کا کام روک دیا گیا۔ مگر فوجوں کو واپس جانے کے لئے بھی نہ کہا گیا۔ کولون کا علاقہ برطانیہ کے قبضے میں تھا اس لئے فرانسیسی فوجیں اُس سے الگ ہی رہیں۔ اُس وقت جرمنی

کے مارک کی قیمت اتنی گر گئی تھی کہ ایک پونڈ میں اسّی ہزار مارک آتے تھے۔
جرمن افسروں اور نمایاں شہریوں کو جلاوطن کرنے اور رعایا کے غیر مسلح ہوجانے سے علیحدگی رائن لینڈ کی تحریک کو نئی زندگی مل گئی۔ فرانسیسی افسر علیحدگی پسندوں کی پشت پناہی کرتے تھے۔ کئی مرتبہ ایسا ہوا کہ اُن کے اشارے پر علیحدگی پسند جنگ کرنے پر بھی آمادہ ہو ہوجاتے تھے۔ اور جب مقامی پولیس اُن لڑتی تھی تو یا تو اُس کے ہتھیار چھین لئے جاتے تھے یا اُسے گرفتار کرلیا جاتا تھا۔ کبھی کبھی تو علیحدگی پسندوں سے ٹکر لینے والی پولیس کو فوج سے جسمانی سزا بھی دلوائی جاتی تھی۔ بعض مقامات پر (جیسے گیسل ڈروف) وہاں کے مقامی افسروں نے ان تمام باتوں کے باوجود بھی علیحدگی کی تحریک کو کچل دیا۔
۲۱ اکتوبر ۱۹۲۳ء کو تو ایکسلا شاپیل (Aix la chapele) میں رائن لینڈ جمہوریت کا افتتاح بھی ہوگیا۔ اس میں بلجیم کا ہاتھ تھا۔ برطانیہ کے دباؤ سے جب بلجیم اس تحریک سے الگ ہوگیا تو ۲ نومبر ۱۹۲۳ء کو یہ جمہوریت خود بخود ختم ہوگئی، جرمنی ۱۹۲۴ء میں دوسرے بہت سے مقامات پر بھی تحریک مردہ ہوگئی۔
بویریا کے پیلنیٹ (Palatinate) نام مقام پر جنرل ڈیمیز نے کچھ زیادہ عرصے تک اس تحریک کو جاری رکھا۔ ۲۵ اکتوبر کو اُس نے بویریا کی حکومت کو مطلع کیا کہ پیلیٹینٹ اب بویریا کے اختیار میں نہیں رہا ہے۔ فرانس کے تقویت پہنچانے سے علیحدگی پسندوں میں تقریباً بیس ہزار آدمی آملے اور رعایا میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جو نومبر ۱۹۲۴ء میں جنرل ڈیمیز کے تبادلے کے بعد ہی فرو ہوئی۔

ڈاوے کمیشن کی تجاویز

۱۹۲۴ء میں ڈاوے کی تجاویز منظور کرلی گئیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ رُور کا

کچھ حصہ خالی کر دیا گیا اس سے جرمنی کی حالت پھر سنور گئی اور مارک سکہ پھر
پھر چڑھ گیا۔ بعد میں ڈوسیل ڈارف، ڈوئس برگ اور روہر ارٹ کو بھی خالی
کر دیا گیا۔ فرانس میں جو نئی حکومت بنی اُس کی پالیسی بھی نئی تھی اور اُس نے
رائن لینڈ کے مسئلے پر نئے پہلو سے گفت وشنید کی اور یہ طے کر دیا گیا کہ اگر
جرمنی صلحنامے کی شرطوں پر ایمانداری سے عملدرآمد کرلے تو ۱۰ جنوری ۱۹۲۵ء
کو رائن لینڈ کے شمالی حصہ کو بھی خالی کر دیا جائے۔ اِس طرح تاوان کا سوال
تو اسوقت طے ہو گیا مگر پھر بھی تخفیفِ اسلحہ کے بارے میں اختلاف رائے
رہا۔ جرمنی اِس بات پر زور دے رہا تھا کہ اُس کا تخفیفِ اسلحہ کا معیار مکمل ہو چکا
ہے۔ اتحادی حکومتوں نے یہ اعلان کیا کہ چونکہ ۱۰ جنوری تک فوجی حقوق کمیشن
کی آخری رپورٹ تیار نہ ہو سکے گی اِس لئے اُسوقت تک شمالی علاقے کو خالی
نہیں کیا جا سکیگا۔ بعد کی گفت وشنید میں انگلستان نے یہ کہا کہ اگر جرمنی اِس
سلسلے میں تخفیفِ اسلحہ کی شرطوں کے مطابق کام کرے تو مندرجہ بالا علاقہ
کو جلد ہی خالی کر دیا جائے۔ مگر فرانس اِس وعدے کے مفہوم کو زیادہ وسعت
دینا چاہتا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ اُسے حفاظت کی گارنٹی دی جائے۔
دنیا کا یہ قاعدہ ہے کہ جو ظلم کرتا ہے وہ مظلوم سے ہمیشہ خائف رہتا ہے،
خواہ مظلوم کتنا ہی کمزور ہو۔ صلحنامہ ورسائی کے بعد فرانس کی یہی پوزیشن تھی۔ ہر چند
صلحنامے ورسائی سے جرمنی کی بحری طاقت کو بالکل تباہ و برباد کر دیا گیا تھا
اور اس کی خشکی کی فوج بھی گھٹ کر تقریباً نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی تاہم اہلِ فرانس
اِس حقیقت سے واقف تھے کہ صلحنامہ ورسائی کو جرمنوں نے خون کے گھونٹ
کی مانند مجبوری ہی پیا ہے۔ فرانسیسی مُدبّرین کو یہ کامل یقین تھا کہ صلحنامہ ورسائی
اور فرانس پر زُور کا قبضہ دونوں جرمن وطن پرستوں کے دلوں میں دو کانٹوں کی

طرح کھٹک رہے ہیں اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ جرمنی کس وقت خفیہ طور پر کیل کانٹے سے لیس ہو کر فرانس سے انتقام لینے پر آمادہ ہو جائیگا۔

دوسری طرف اس زمانے میں روس کی بالشویک حکومت بھی فرانس اور انگلستان جیسے ملوکیت پسند ممالک کے لئے کچھ کم باعث خوف نہیں تھی۔ (اسوقت فرانس میں اس کمیونزم کا نام بھی نہ تھا جو آج وہاں سارے ملک پر چھایا ہوا ہے) اس لئے اور بھی فرانس اپنی سرحدوں کی گارنٹی چاہتا تھا اور اس کی یہ خواہش تھی کہ یوروپ کی بڑی بڑی سلطنتوں کی اس گارنٹی پر تصدیق بھی ہو جانی چاہئے۔

اس مقصد کو سامنے رکھ کر فرانس نے پہلے تو انگلستان سے اس بارے میں صلاح و مشورہ کیا اور پھر انگلستان اور فرانس کی متحدہ کوششوں سے یوروپ کی خاص خاص حکومتوں کی ایک کانفرنس سوئٹزرلینڈ کے ایک شہر لوکارنو میں مورخہ ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو طلب کی گئی۔ اس کانفرنس میں اٹلی، جرمنی، فرانس، بلجیم اور انگلستان کے مندرجہ ذیل نمائندوں نے حصہ لیا:

جرمنی سے:-	ڈاکٹر لوتھر اور ہر سٹریسیمین۔
بلجیم سے:-	مُوشئے مائل وینڈر ویلڈے۔
فرانس سے:-	مُوشئے ایرسٹائڈ برینڈ
برطانیہ سے:-	مسٹر آسٹن چیمبرلین۔
اٹلی سے:-	سنیور بینٹو مسولینی۔

یہ کانفرنس گیارہ دن تک ہوتی رہی۔ فرانس کی اس کانفرنس سے یہ غرض تھی کہ مشرق اور مغرب دونوں اطراف میں امن قایم رہے۔ جہاں تک یوروپ کی دوسری سلطنتوں کا تعلق ہے گزشتہ جنگِ عظیم سے تنگ آکر

ہر حکومت امن وامان چاہتی تھی۔ اس بات کا اندیشہ برابر لگا رہا کہ شاید یہ کانفرنس بالکل ہی ناکام ہو جائے۔ روسی مدبرین نے تو کھلم کھلا کہہ ہی دیا تھا کہ لوکارنو پیلیٹ امن کا بندوبست نہیں ہے بلکہ ایک آئندہ جنگ کی تیاری ہے

جرمنی کا یہ کہنا تھا کہ اس کے علاقے کولون پر سے فوج ہٹالی جائے اور باقی علاقہ بھی جس پر اتحادیوں نے قبضہ کر رکھا ہے، خالی کر دیا جائے اور تاوانِ جنگ کی وصولیابی میں مراعات دی جائیں۔ جرمنی اور روس نے یہ بھی صاف طور سے کہہ دیا کہ فرانس کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ موافق حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جرمنی اور روس دونوں کو تباہ کر دے۔

فرانس نے پولینڈ اور زیکوسلوویکیہ کے ساتھ بہت سے خفیہ معاہدے بھی کر رکھے تھے۔ اسی طرح اٹلی نے بھی یوگوسلاویہ اور دیگر چھوٹی چھوٹی حکومتوں کے ساتھ معاہدے کر لئے تھے۔ ان سب صلحناموں اور معاہدوں وغیرہ کا واحد مقصد یہ تھا کہ فرانس اور اٹلی کی روس اور جرمنی کے ممکنہ حملوں کی طرف سے مدافعت کی جائے۔ ادھر جرمنی اپنی جگہ پر یہ محسوس کر رہا تھا کہ اسکو اپنی پوزیشن صاف کر دینی چاہئے تاکہ اس کی طرف سے جو موہوم شبہ دوسروں کے دلوں میں جاگزیں ہے وہ دور ہو جائے۔

دائمی امن قائم کرنے کے لئے اس بات کی بڑی ضرورت تھی کہ آپس کے شبہات دور کر دیئے جائیں۔ چنانچہ جرمنی نے یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ بہت جلد لیگ اقوام کا ممبر بن جائیگا۔ لیکن لیگ اقوام نے صلح و امن کا جو اصول قایم کر رکھا تھا وہ جرمنی کے راستے میں ایک بڑی زبردست رکاوٹ تھا کیونکہ اس اصول کے مطابق جرمنی اُسی وقت لیگ کا ممبر بن سکتا تھا جب وہ بالکل غیر مسلح ہو جائے۔ گو جرمنی پہلے ہی غیر مسلح تھا اور اس کے پاس ہتھیار بھی ایسے کچھ

زیادہ تعداد میں نہیں تھے۔

انجام کار اتحادی حکومتوں نے اسے یقین دلایا ہے کہ جرمنی سے یہ خاص رعایت کی جائیگی کہ لیگ کے اصول کا خاص لحاظ نہ رکھتے ہوئے اسے ممبر بنا لیا جائیگا۔
لوکارنو پیکٹ کی گفت وشنید کے دوران میں جرمنی کی مغربی حد کے بارے میں کوئی خاص فیصلہ کن بات قرار نہیں پاسکی۔ لیکن جہاں تک مشرقی حد کا تعلق ہے روس اور جرمنی دونوں ہی نے زیادہ سے زیادہ مراعات حاصل کیں۔

لوکارنو پیکٹ پر ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۵ء کو پانچ حکومتوں نے دستخط کر دیئے۔ اس پیکٹ کے مطابق جرمنی بلجیم اور فرانس کی حدود کو غیر مسلح قرار دیدیا گیا۔ پانچوں حکومتوں نے اس بات کا عہد کیا کہ ہم ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرنے سے احتراز کریں گے۔ انہوں نے یہ بھی طے کر لیا کہ لیگ اقوام کی منظوری کے بعد ہی کوئی حکومت اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھا سکے گی۔

اس صلحنامے کے مطابق برطانیہ عظمیٰ نے اس بات کی ذمہ داری اپنے سر لے لی کہ اگر فرانس اور بلجیم جرمنی پر حملہ آور ہوں گے تو برطانیہ جرمنی کا ساتھ دے گا برطانیہ نے یہ ذمہ داری اس وقت تک کیلئے قبول کی جب تک لیگ اقوام اس ذمہ داری کا بوجھ اپنے شانوں پر اٹھانے کے قابل ہو سکے۔ اس کے علاوہ اس صلحنامے کی رو سے یہ بھی طے ہو گیا کہ کولون کے علاقہ کو جلد ہی خالی کر دیا جائے۔ اور سرحدی علاقے پر سے بھی فوجیں ہٹالی جائیں۔ جرمنی سے یہ وعدہ بھی کیا گیا کہ اسے لیگ اقوام میں جگہ دیدی جائیگی۔

اس صلحنامے کا ایک اہم ترین نتیجہ یہ نکلا کہ جرمنی بھی لیگ اقوام کی سرپرستی میں آگیا اور اس نے یہ بات مان لی کہ اگر فرانس، بلجیم، پولینڈ یا زیکوسلوویکیہ کے ساتھ کوئی جھگڑا ہوا تو وہ لیگ کے تصفیئے (Arbitration) کو

قبول کرلے گا۔ علاوہ ازیں اس صلحنامے کی رُو سے :۔

(۱) جرمنی فرانس بلجیم اور اٹلی نے ایک دوسرے کی حفاظت کے وعدے کئے۔

(۲) دو پنچایتی بورڈ بنائے گئے۔ ان میں سے میں جرمنی شامل تھا اور دوسرے میں بلجیم اور فرانس تھے۔ دو پنچایتی صلحنامے بھی ہوئے۔ ایک طرف جرمنی تھا۔ دوسری طرف پولینڈ اور زیکوسلووکیہ تھے۔

(۳) اتحادیوں نے جرمنی کو ایک مشترکہ مراسلہ بھیجا جس کا مقصد جرمنی کو یہ یقین دلانا تھا کہ وہ لیگ اقوام کے اصول صلح کی خلاف ورزی کرکے جرمنی کو لیگ اقوام کا ممبر بنالیں گے۔

(۴) تحفظ کے سلسلے میں پھر دو صلحنامے کئے گئے۔ ان میں ایک طرف فرانس تھا۔ دوسری طرف پولینڈ اور زیکوسلواکیہ تھے۔

لوکارنو پیکٹ کی رو سے جرمنی اور بلجیم کی درمیانی سرحد اور جرمنی اور فرانس کی درمیانی سرحد وہی رکھی گئی جو درسائی کے صلحنامے کی رُو سے مقرر کی جا چکی تھی۔

رُور کا علاقہ کس طرح خالی ہوا

لوکارنو پیکٹ کے سلسلے میں جو گفت و شنید ہوئی اس سے اتحادیوں کو تخفیف اسلحہ کے بارے میں بات چیت کرنے کا موقع مل گیا۔ جرمنی کو رائن لینڈ کو غیر مسلح کرنے کے بارے میں چند تجاویز دی گئیں۔ یہ تجاویز ایسی تھیں جن پر عمل درآمد کرنے کا عندیہ خود جرمنی بھی ظاہر کر چکا تھا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک قسم کا سمجھوتہ ہو ہی گیا اور اس سمجھوتے کے مطابق برطانیہ عظمیٰ نے ۳۰ نومبر ۱۹۲۶ء کو کولون خالی کر دیا۔ ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء تک علاقہ رائن کا شمالی حصہ بھی مکمل طور پر خالی کر دیا گیا۔ جہاں تک اتحادیوں کے رائن

پر قبضہ رکھنے کا تعلق ہے یوں سمجھنا چاہیئے کہ صلحنامہ ورسائی کی مقرر کردہ میعاد سے ایک سال زیادہ تک وہ قبضہ جمائے رہے۔ البتہ جب لوکارنو پیکٹ ہو گیا تو رائن پر قبضہ کا سوال تحفظ کے سوال سے بالکل جدا ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں بنیادی طور پر دونوں مسائل علیحدہ علیحدہ ہو گئے۔

جرمنی کس طرح لیگ اقوام کا ممبر بنا

جونہی لوکارنو پیکٹ کے مطابق فضا درست ہوئی جرمنی نے ۱۱ر فروری ۱۹۲۶ء کو لیگ اقوام کے دفتر میں اس مضمون کی ایک درخواست پیش کی کہ اسے بھی لیگ اقوام کا ممبر بنا لیا جائے۔ جب ۸ر مارچ ۱۹۲۶ء کو لیگ کونسل کا اجلاس ہوا تو جرمنی کی ممبری کی درخواست اس میں پیش ہوئی اور جرمنی کو لیگ اقوام کا ممبر بنائے جانے کے مسئلے پر غور کیا گیا۔

برازیل کے نمائندے نے درخواست منظور کئے جانے کی سخت مخالفت کی۔ اور سویڈن نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ اگر جرمنی کو لیگ کا ممبر بنایا گیا تو وہ لیگ کی ممبری سے مستعفی ہو جائیگا۔ مگر ان مخالفتوں کے باوجود لیگ اسمبلی نے ۱۰ر ستمبر ۱۹۲۶ء کو جرمنی کو لیگ کا ممبر بنا ہی لیا۔ جرمنی نہ صرف لیگ کا ممبر ہی بن گیا بلکہ اُسے لیگ کی نو طاقتوں کی کونسل میں بھی مستقل نشست دیدی گئی۔ رفتہ رفتہ لیگ اقوام میں جرمنی کا اثر و رسوخ اتنا بڑھا کہ ۷ر مارچ ۱۹۲۷ء کو جرمنی کا وزیر خارجہ ہر سٹر یسمین لیگ کا صدر بن گیا۔

لیگ میں رائن لینڈ کو خالی کرنیکا ریزولیوشن

اگرچہ جرمنی نے لوکارنو پیکٹ کی شرائط پر عمل کرتے ہوئے رائن لینڈ کو غیر مسلح

علاقہ مان کر وہاں سے اپنی فوجیں ہٹالی تھیں مگر فرانس نے ابھی تک اس سلسلے میں اپنا فرض پورا نہیں کیا تھا۔ جب جرمنی لیگ اقوام میں شامل کر لیا گیا تو رائن لینڈ کو مکمل طور پر خالی کر دینے کے بارے میں ہر سٹریسمین اور مُوشئے برُینڈ میں تبادلہ خیال ہوا۔ اس بات چیت کا نتیجہ اس شکل میں نکلا کہ فرانس نے جرمنی کے تاوان جنگ کے بانڈ بازار میں فروخت کر دئے جانے کی تجویز پیش کی۔ لیکن یہ کام اس وقت تک نہیں ہوسکتا تھا جب تک جرمنی کی مزید مالی امداد نہ کی جائے۔ اس سے فرانس کو سرمایہ کی ایک معقول مقدار ہاتھ لگ جاتی۔ اور اس مقدار کو استعمال کر کے وہ اپنے سکّے فرینک کی قیمت درست کر لیتا۔

مگر چونکہ جرمنی کی مالی حالت اتنی اچھی نہ تھی کہ ایسا ہوسکتا۔ اس لئے یہ اسکیم کامیاب نہ ہوئی۔

اب جرمنی نے اس بات پر اصرار شروع کیا کہ رائن لینڈ میں اتحادی حکومتوں کی جو فوجیں مقیم ہیں ان کی تعداد میں کمی کی جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ ایسی حالت میں جب جرمنی لیگ اقوام کا ممبر ہے اتحادیوں کا رائن لینڈ پر قبضہ جمائے رہنا ایک لحاظ سے کھلی بے انصافی ہے۔ جہاں تک تاوان کی ادائیگی کا تعلق تھا اسے چھوڑ کر صلحنامے کی باقی سبھی شرطوں پر جرمنی نے عمل کیا تھا مگر تاوان کی ادائیگی کا رائن پر اتحادیوں کے قبضے کے سوال سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ اس لئے جرمنی نے یہ دلیل پیش کی کہ رائن لینڈ پر اتحادیوں کے قبضے سے تحفظ کے معاملے میں کوئی سہولت پیدا نہیں ہوتی۔

ماہ ستمبر ۱۹۲۸ء میں لیگ اقوام کے جلسے میں اور لوگانو (Locarno) میں لیگ کی کونسل کے اجلاس میں جرمنی نے اس بات پر بہت زور دیا کہ چونکہ صلحنامہ ورسائی کے شرطوں کو قبول کر لینے کے سلسلے میں جرمنی نے تاوان جنگ کی

ادائیگی کے علاوہ باقی سب ہی دفعات پر سختی سے عمل کیا ہے اس لئے اتحادیوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی ان فوجوں کو جنہوں نے جرمنی کے علاقہ رائن لینڈ پر قبضہ کر رکھا ہے فوراً وہاں سے ہٹالیں۔

تاوان جنگ کی ادائیگی کے مسئلے کا ڈاوے کمیشن کے سمجھوتے کے مطابق ایک دوسرے ڈھنگ سے فیصلہ کیا گیا۔ فرانس اور برطانیہ نے صلحنامہ ورسائی کی دفعات کا اپنے طور پر کچھ اور ہی مطلب نکال رکھا تھا۔ لیکن جرمنی کے اصرار اور اس کے دلائل سے متاثر ہو کر یہ خواہش ظاہر کی کہ اس مسئلے کو قانون طور پر حل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ اسے ڈپلومیٹک طریق سے اس طرح سلجھایا جائے کہ لوکارنو پیکٹ کے مطابق ہی معاملہ کا تصفیہ ہو۔

چنانچہ لیگ اقوام نے اپنے جینوا کے اجلاس میں ذیل کی دو تجاویز منظور کیں۔

(۱) رائن لینڈ کو خالی کرنے کے بارے میں جرمن چانسلر کے اصرار کا لحاظ رکھتے ہوئے سرکاری طور پر گفت و شنید کی جائے۔

(۲) تاوان جنگ کی ادائیگی کے مسئلے کو حتمی طور پر سلجھانے کی ضرورت ہے اور اس غرض کی تکمیل کیلئے ماہرین اقتصادیات کی ایک کمیٹی مقرر کی جائے۔

لیگ اقوام کی اس تجویز کے مطابق جو کمیشن بنایا گیا اس کا نام ینگ کمیشن رکھا گیا۔ ڈاوے کمیشن نے صرف اصولوں ہی کی تفصیل کی تھی۔ لیکن ینگ کمیشن نے اس بارے میں اعداد و شمار کو بھی طے کر دیا۔

یہ اسکیم ۱۹۱۹ء میں ہیگ میں بھی منظور کر لی گئی۔ جنوری ۱۹۳۰ء میں ہیگ کانفرنس میں دوبارہ اس اسکیم پر منظوری کی مہر تصدیق ثبت کر دی گئی۔

ادھر تو لیگ میں تاوانِ جنگ کے مسئلے کو طے کیا جا رہا تھا ادھر برطانوی فوجوں نے ۱۴ ستمبر ۱۹۱۹ء کو رائن لینڈ سے ہٹنا شروع کر دیا۔ اور ۳۰ جون ۱۹۳۰ء

تک رائن لینڈ کا علاقہ پوری طرح خالی ہو گیا۔

ہر سٹریسمین ۲۸ ستمبر ۱۹۲۹ء کو فوت ہو گیا۔ اس کا یہ کام یادگار رہے گا کہ تاوانِ جنگ کے مسئلے کے تصفیئے کیلئے اس نے لیگ اقوام میں اپنا اثر و رسوخ استعمال کر کے ینگ کمیشن بنوا دیا۔ اس کمیشن کا کام اس کی وفات کے بعد بھی اچھی طرح چلتا رہا۔ اور کمیشن کے فیصلے کے مطابق جرمنی نقدی، کچے مال جہازوں اور سامان حرب وغیرہ کی شکل میں برابر تاوان جنگ ادا کرتا رہا۔

جرمنی پر اقتصادی مصیبت

جرمنی ادھر تو تاوان جنگ چکا رہا تھا اُدھر اس پر اقتصادی مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ ۱۷ رجون ۱۹۳۱ء کو جرمنی کو بجٹ میں چھ کروڑ چھیالیس لاکھ پونڈ کا گھاٹا رہا۔ ۶ رجولائی ۱۹۳۱ء کو جرمنی کے کپڑے کے بیوپاریوں نے بھی ایک کروڑ پونڈ کے خسارے کا اعلان کیا۔ حالت یہ ہو گئی کہ جرمنی کی سبھی صنعتیں گھاٹے میں تھیں اور جرمنی کے سرمایہ دار اپنے غیر ملکی قرضے کیلئے ڈھائی کروڑ پونڈ ہی کی مزید گارنٹی دے سکے۔

جب جرمنی کی اقتصادی حالت اتنی خراب دیکھی تو رائخ بینک کے صدر ڈاکٹر لوتھر وغیرہ غیر ممالک سے مزید قرضہ لینے کی غرض سے ۹ رجولائی ۱۹۳۱ء کو پیرس گئے۔ فرانس نے یہ شرط لگائی کہ اگر جرمنی آسٹریلیا کی جنگی انجمن کو مزید مراعات دیدے اور اپنے جنگی جہازوں کو اور بھی چھوٹا بنانے پر رضامند ہو تو فرانس اس کو مزید قرضہ دیدے گا۔

ڈاکٹر لوتھر فرانس کی ان شرائط کو لے کر ۱۱ رجولائی ۱۹۳۱ء کو واپس جرمنی آ گئے۔ ادھر تو یہ گفت و شنید ہو رہی تھی اُدھر جرمنی کے بینکوں کی حالت

برابر خراب ہوتی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ۱۴ اور ۱۵ جولائی کو جرمنی کے بینک بالکل بند رہے اور ۱۶ جولائی کو دوبارہ کھلے۔ جرمنی کی اس زبردست اقتصادی مصیبت کا بین الاقوامی معاملات پر بھی بڑا گہرا اثر پڑا۔

چنانچہ جرمنی کی اس دردناک حالت پر غور کرنے کے لئے مورخہ ۲۰ جولائی کو انگلستان کے وزیر اعظم کے سرکاری کمرے نمبر ۱۰ ڈاؤ ننگ اسٹریٹ میں وزیروں کی ایک کانفرنس ہوئی۔ ان لوگوں نے تین دن تک غور و خوض کرنے کے بعد ۲۳ تاریخ کو یہ طے کیا کہ جرمنی کو مزید قرضہ دیدیا جائے۔

انگلستان کے اس وقت کے وزیر اعظم مسٹر میکڈانلڈ اور وزیر خارجہ مسٹر ہینڈرسن ۲۵ جولائی کو برلن روانہ ہو گئے۔ انھوں نے جرمنی کے وزیروں سے صلاح و مشورہ کیا اور جرمنی کو اقتصادی مصیبت سے نجات دلانے کیلئے کئی تجویزیں مرتب کیں۔

تاوان کی ادائیگی کے مسئلے کا حتمی فیصلہ

جرمنی کا یہ کہنا تھا کہ اس کی مالی مصیبت کی بنیاد تاوان کی ادائیگی ہے۔ اس مسئلے پر کئی ماہ تک غور و خوص کیا گیا اور اس کے بعد تاوان کے سوال پر کسی حتمی نتیجہ پر پہنچنے کے لئے جرمن چانسلر وان پاپین کی کوششوں سے جون ۱۹۳۲ء میں لوسان کے مقام پر ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں جرمنی کے محکمۂ اقتصادیات نے یہ بیان کیا کہ ۱۹۲۴ء کے آخیر تک جرمنی ۳ ۵ ارب بیس کروڑ مارک اور اس کے بعد ۱۹۳۹ء تک ۶۸ ارب مارک نقد مال جہاز ریلوے کے سامان اور انفرادی جائداد کی شکل میں بطور تاوان اتحادیوں کو ادا کر چکا ہے اس کے برخلاف اتحادی یہ کہتے تھے کہ ۱۹۲۴ء کے بعد اُن کو جرمنی سے

صرف ۲۲ ارب ۳۰ کروڑ مارک وصول ہوئے ہیں۔ آخر لوسان کانفرنس میں ۹ جولائی کو یہ بات طے کر دی گئی کہ جتنی رقم جرمنی بطور تاوان اب تک دے چکا ہے اسی کو کافی سمجھ لیا جائے اور باقی رقم کی وصولیابی کے سلسلے میں جرمنی پر زیادہ دباؤ نہ ڈالا جائے۔ وہ رقم جرمنی اپنی اقتصادی حالت سُدھرنے پر ادا کر دے گا

اس کے بعد یہ سمجھ لیا گیا کہ جنگِ عظیم کے تاوان کا سوال جو ۱۹۱۹ء سے برابر ردوقدح کا سبب بنا ہوا ہے ، ر جولائی ۱۹۳۲ء کو پوری طرح طے ہو گیا۔ لیکن ماہ مارچ ۱۹۳۸ء میں جب جرمنی نے آسٹریا پر قبضہ کیا تو فرانس نے پھر اس سوال کو پورے زور شور کے ساتھ اٹھایا۔ آخر ۳ر اگست ۱۹۳۸ء کو فرانس اور جرمنی میں ایک اقتصادی سمجھوتہ ہوا۔ اس کے مطابق فرانس نے آسٹریا کی موجودہ پوزیشن کو تسلیم کر لیا اور ڈاوسے اور ینگ کمیشن نے جو قرضے تجویز کئے تھے ان کی مقدار کو کمی کے ساتھ منظور کر لیا گیا۔

ستائیسواں باب

ہٹلر کی نئی حکومت

ہٹلر نے جرمنی پر ابھی تھوڑے ہی عرصے راج کیا تھا۔ مگر جس کام کے متعلق یہ اندازہ کیا جاتا تھا کہ اُس میں سالہا سال لگیں گے، وہ اس نے چند ہی مہینے میں کر دکھایا۔ سارے ہی محکموں میں ترقی کے آثار نمودار ہو گئے۔ جو جرمن کسان چند سال پہلے تک اپنی زمینوں پر کوئی اختیار نہیں رکھتے تھے اور ہر وقت اپنے

گھروں اور کھیتوں سے نکالے جا سکتے تھے۔ اُن کو موروثی اراضی پھر مل گئی۔ اور سود خواروں کے پنجہ سے ان کا گلا چھٹ گیا۔

جب ہٹلر برسراقتدار ہوا ہے تو اس وقت تقریباً ستر لاکھ آدمی بیکار پھر رہے تھے۔ ان سب بیکاروں کی نظریں نئی جرمنی کے جنم داتا کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ حکومت سنبھالتے ہی ہٹلر نے اپنے وزیروں کو بیکاری کے خلاف جنگ میں لگا دیا۔ چنانچہ ہٹلر کے چانسلر بننے کے دس مہینے بعد ہی تقریباً ۳۵ لاکھ بیکاروں کو کام مل گیا۔ اور ان کے پیٹ میں روٹی پڑنے لگی۔ یہ ہٹلر کی حکومت کا ایک ایسا شاندار کارنامہ تھا جس سے عوام کی ہمدردیاں اس کے ساتھ ہوگئیں۔

ذرائع رسل و رسائل کو ترقی دینے کے سلسلے میں موٹروں کیلئے ہزاروں میل لمبی نئی سڑکیں تیار کی گئیں۔ موٹروں پر سے ٹیکس اٹھ گیا نئی نئی نہریں کھدوائی گئیں بیموں کی قسطیں کم کردی گئیں۔ ہزارہا نئی موٹریں روز بنائی جانے لگیں۔ تھیٹروں فلموں، موسیقی کی تفریح گاہوں اور اخبارات اور پریسوں وغیرہ سے یہودیوں کو علیحدہ کردیا گیا اور ان پر سے پابندیاں اٹھا دی گئیں۔

جرمن پارلیمنٹ میں زبردست آتشزدگی

نئے انتخاب کی تیاری ہورہی تھی کہ ۲۷ جنوری ۱۹۳۳ء کی رات کو برلن کے پارلیمنٹ ہاؤس میں بڑے زور کی آگ لگ گئی۔ جرمن جمہوریت کی ہر چیز اس آگ کی نذر ہوگئی۔ کئی لاکھ مارک کی جائداد جلی اور کتنے ہی ہزار آدمی جل مرے۔

جرمنی کے عوام نے یہ سمجھا کہ آگ لگانے میں نازی پارٹی کے دشمنوں کا ہاتھ ہے۔ اس لئے ۵ مارچ کے انتخاب میں نازیوں کو اتنے زیادہ ووٹ ملے کہ جرمن پارلیمنٹ کے ایوان میں کمیونسٹ، سوشل ڈیموکریٹ۔ کیتھولک، درنیشنلسٹ سبھی

ختم ہو گئے۔

جان گنتھر (John Gunther) نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ اس آگ کی لپٹوں میں بسمارک کا پرانا جرمنی قیصر ولیم دوئم کا اور ووائی مار کا کانسٹی ٹیوشن غائب ہو گئے۔ اور اس آگ میں ہٹلر کی تیسری رائخ نمودار ہوئی۔

سوا نو بجے کے قریب پارلیمنٹ کی کھڑکیوں میں سے آگ کا دھواں اور لپٹیں نکلتی دکھائی دیں۔ ہر چند دس منٹ کے بعد ہی آگ بجھانے کے انجن آ گئے اور اُن سے باہر کا کچھ حصہ بچ گیا۔ لیکن ایوان کا اندرونی حصہ جل کر خاک ہو گیا۔ یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگ پورے تیس کمروں میں لگا دی گئی ہے۔ آتشزدگی کی خبر ملنے کے گھنٹہ بھر بعد ہی ہٹلر اور گوئرنگ موقع پر پہونچ گئے۔ اور انھوں نے فوراً اعلان کر دیا کہ یہ آگ کمیونسٹوں نے لگائی ہے۔

ہٹلر نے یہ چھُدا رکھ کر کمیونسٹوں پر خوب تشدد کیا۔ اس نے ایک سو کمیونسٹ ڈپٹیوں اور چار ہزار کمیونسٹوں کو فوراً گرفتار کر لیا۔ کیونکہ آگ لگنے کی رات ہی کو رائخ کے اس حصے سے جہاں آگ لگی تھی ایک ہالینڈ کا باشندہ گرفتار ہوا تھا۔ اس کے پاس سے کمیونسٹ پارٹی کی ممبری کا کارڈ برآمد ہوا تھا۔ اور اس کے قبضے میں چند فوٹوؤں اور ایک پاسپورٹ کے علاوہ چند ایسی دستاویزیں بھی پائی گئی تھیں جنھیں کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں سے اشتراک عمل کرنے کے احکام تھے۔ یہ شخص اس سے پہلے برلن میں تین اور مقامات پر بھی آگ لگا چکا تھا۔

اس کے برخلاف کمیونسٹوں کا یہ کہنا تھا کہ آگ نازیوں نے خود لگائی ہے کیونکہ وہ ۵ مارچ کے انتخاب سے پہلے کمیونسٹوں کو کچلنے کیلئے کسی بہانہ کی تلاش میں تھے۔

آگ لگانے والوں پر لیپزگ اور برلن میں ایک ڈیڑھ مہینے تک مقدمہ چلا۔

اس میں خود جنرل گوئرنگ نے سرکاری گواہ کی حیثیت سے عدالت میں آکر گواہی دی۔ ہالینڈر اور دوسرے سب لوگوں کو قید کی سزا دیدی گئی۔

اس زمانے میں بین الاقوامی دنیا میں جرمنی کی ساکھ کچھ نہیں تھی۔ لیگ اقوام میں تو یہ حالت تھی کہ جرمنی کی زبوں حالی سے فائدہ اٹھا کر بڑی بڑی سلطنتوں نے اُسے اپنا آلہ کار بنا رکھا تھا۔ جب ہٹلر چانسلر بنا اور اس حالت میں فرق آیا تو جرمنی کے بدخواہ اور اُس سے ناجائز فائدہ اٹھانیوالے سبھی ہٹلر کا مقابلہ کرنے کے لئے خم ٹھونکنے لگے۔ جن لوگوں کو ہٹلر نے جرمنی سے نکال دیا تھا انھوں نے جرمنی کی نئی حکومت کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ سوشل ڈیموکریٹ لیڈر تو اتنے آگے بڑھ گئے کہ انھوں نے غیر ملکوں سے جرمنی کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کرنے کی اپیل کی۔

اس زمانے میں بین الاقوامی دنیا میں جرمنی کے خلاف بڑا زبردست پروپیگنڈہ کیا گیا۔ اس وقت جرمنی پوری طرح غیر مسلح اور دوسروں کا دست نگر تھا۔ اور فرانس اپنی طاقت اور خوش حالی کی وجہ سے دنیا کے لئے ایک سیاسی دھمکی بنا ہوا تھا۔ مگر پروپیگنڈہ کا یہ اثر ہوا کہ جرمنی کو فرانس کے لئے خطرہ سمجھا جانے لگا۔ اس وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ جرمنی کے خلاف جو کچھ کہا جا رہا ہے سب درست ہے۔

مگر ہٹلر نے اس وقت اپنے بلند پایہ تدبر کا ثبوت دیا۔ اس نے نئے انتخاب کے بعد رائخ شٹاگ کی پہلی نشست میں ایک زبردست تقریر کرتے ہوئے اپنی خارجہ پالیسی کی وضاحت کی اور یہ بتایا کہ ہرچند جرمنی افلاس اور مصائب کے بوجھ تلے پسا جا رہا ہے۔ مگر وہ دنیا میں امن وامان چاہتا ہے۔ دوسرے ملکوں کا یہ فرض ہے کہ وہ اسے مصیبت سے نجات دلائیں۔ جرمنی کی بیکاری کا ذکر کرتے ہوئے ہٹلر نے ان لوگوں کا مذاق اڑایا جو جرمنی کی طرف سے فرانس

پر حملہ ہونے کے وہم میں گرفتار تھے۔ اُس نے تبلایا کہ جرمنی اب جاگ گیا ہے۔ وہ روٹی اور عزت چاہتا ہے۔ اس نے یورپ کی آزادی کے لئے بڑی بڑی قربانیاں کی ہیں۔ اور وہ اب بھی قربانیاں دینے کے لئے تیار ہے۔ لیکن جرمنی اپنی قومی خودداری کو چھوڑ نہیں سکتا۔

ہٹلر کی اس عالمانہ تقریر سے جسے سننے کے لئے دیگر ممالک مشتاق تھے دنیا میں سکون چھا گیا۔ اب اس کے مخالفین کے لئے بین الاقوامی دنیا میں پروپیگنڈا کی گنجائش نہ رہی۔ اور جو لوگ یورپ میں امن چاہتے تھے وہ اصل حالات سے واقف ہو گئے۔

اٹھائیسواں باب

اندرونی دشمنوں کی بیخ کنی

یہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہٹلر کے چانسلر بننے میں جرمنی کے اس وقت کے وزیر اور سابق چانسلر ہر وان پاپین، جرمن نیشنلسٹوں کے لیڈر ہر ہگنبرگ اور فولادی ٹوپی والوں کے لیڈر سیل ڈٹے نے پوری مدد کی تھی۔ یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ ہٹلر اس وقت انھی لوگوں کی وجہ سے چانسلر بنا تھا۔ دوسرے لفظوں میں ہٹلر کی نئی حکومت کئی پارٹیوں کے اتحاد سے بنی تھی۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہو گیا کہ اس کے کابینہ میں سبھی پارٹیوں کے نمائندے ہوں۔ جہاں تک دوسری پارٹیوں کی امداد کا تعلق ہے

انھوں نے نیشنل سوشلزم کی بڑھتی ہوئی طاقت کو روکنے ہی کیلئے ہٹلر کے ہاتھ میں حکومت کی باگ ڈور دی تھی۔ ان کا یہ مقصد تھا کہ ہٹلر کی ترقی کی راہ مسدود ہو جائے اور بعض کو تو یہ یقین بھی تھا کہ ہٹلر بھی سابقہ چانسلروں کی مانند ناقابل ثابت ہوگا۔ اور پھر اسے دوسری پارٹیوں کی مدد سے بآسانی دبایا جا سکیگا۔ انہیں اس حقیقت کی خبر نہیں تھی کہ اس مرتبہ ان کا مقابلہ ایک اور قسم کے آدمی سے ہے۔ چنانچہ اس سیاسی داؤ پیچ میں انھیں جلد ہی منہ کی کھانی پڑی۔

خیالات پاپین کے بھی تھے۔ ۱۷ رجون ۱۹۳۴ء کو اس نے ایک تقریر کی جسے رائخ کے پروپیگنڈا منسٹر گوئبلز نے ضبط کر لیا۔ اس کے چھ دن بعد مورخہ ۲۳ رجون کو ہر فان پاپین نے سار کی دو ہزار عورتوں کے سامنے ماربرگ میں ایک اور تقریر کی۔ یہ بھی ضبط کر لی گئی اور اس قدر سختی سے اس کی ضبطی عمل میں آئی کہ ایک کاپی بھی کہیں نہ چھوڑی گئی۔ اس تقریر میں پاپین نے پارٹیوں کو ایک کرنے کے بارے میں ہٹلر کے کام کی تعریف بھی کی تھی۔ غالباً اس نے تقریر میں یہ چند الفاظ نازی پارٹی والوں کو تسلی دینے کے لئے رکھ دیئے تھے۔

اس وقت کچھ انتہا پسند نازیوں میں حکومت کی اس وقت کی پالیسی سے بےچینی بھی پیدا ہوگئی تھی۔ پاپین کی اس تقریر سے اس بےچینی کو اور سہارا ملا۔ ڈاکٹر گوئبلز کو یہ بات بہت بری معلوم ہوئی۔ اس کی نظر میں پاپین کی عزت کم ہوگئی۔ پاپین نے ہٹلر کی جو امداد کی تھی اس کو بھول کر ڈاکٹر گوئبلز اگ بگولا ہو گیا۔ اس نے نازیوں کے جشن بہار کی رات کے جلسے میں پاپین پر سخت الفاظ میں حملہ کیا۔ ڈاکٹر گوئبلز نے اس سلسلے میں اور بھی کئی لیکچر دیئے۔ نیسین میں تو اس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم کی تحریک کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنی چاہیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت طوفانی فوجوں میں کافی بےچینی تھی اور ممکن تھا کہ وہ کسی نہ کسی

شکل میں ظاہر ہو جاتی - پاپین کی اس تقریر کے بعد ہی پومیرینیا میں طوفانی فوجوں اور فولادی ٹوپ والوں میں جھگڑا ہو گیا جس میں ایک لیڈر کے سخت چوٹ آئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فولادی ٹوپ والوں کے افسروں کو یہ دھمکی دی گئی کہ ان کے پرانے نظام کو توڑ دیا جائیگا۔

ہٹلر اور پاپین کا اختلاف رائے

جون کے واقعے سے پیشتر ملک میں تیس فسادات ہو چکے تھے۔ ہر وان پاپن کی تقریر تو ضبط ہو گئی مگر پھر بھی اس کی خاص خاص باتوں کا ملک میں زبانی پروپیگنڈا کیا جا رہا تھا۔ یہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ یہ تقریر تحریری شکل میں پہلے صدر ہنڈنبرگ کو دکھلا بھی دی گئی تھی۔ اس وقت اس نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ اس کے مصنف کو ۱۹ تاریخ کو مبارکباد بھی دی تھی۔ ہٹلر نے بھی وان پاپین سے ملاقات کی تھی۔ اور اس کو یقین دلایا تھا کہ آپ نے جن جن خامیوں پر اعتراض کیا ہے انھیں دور کر دیا جائیگا مگر اس کے باوجود وان پاپین نے استعفیٰ دے دیا گو وہ منظور نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد وان پاپین اور ہٹلر نے صدر ہنڈنبرگ سے ان کے گاؤں نیوڈیک (Neudeck) کے مقام پر ملاقات کی۔ ہنڈنبرگ نے بھی معاملے کو سلجھانے کی کوشش کی۔ لیکن وان پاپین اور کابینہ کے دوسرے ممبروں میں اختلاف رائے بڑھتا ہی گیا۔ ۲۰ رجون کو ہر وان پاپین کے سکریٹری ہر جنگ (Herr Jung) کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ وان پاپین کی خاص خاص تقریروں کو اسی نے تیار کیا تھا۔ اس کے ایک اور ساتھی والٹر شوٹے (Walter Scholtz) کے کمرے کی بھی تلاشی لی گئی۔

مخالفوں پر چھاپہ

اس طرح ہٹلر کے فوری اقدام کیلئے زمین ہموار ہوگئی۔ پومیرینا کے واقعہ کے بعد طوفانی فوجوں کو ایک ماہ کی چھٹی دیدی گئی۔ اس چھٹی کے وقت انکو وردی نہ پہننے کی خاص طور سے تاکید کردی گئی۔ اس دوران میں جب وہ چھٹی منا رہے تھے خاکی وردی والوں (Brownarmy) کا کمانڈر ارنسٹ روہم (Ernst Roehm) بھی علالت کی وجہ سے چھٹی پر تھا۔ تشدد کا کام ۳۰ جون کو صبح کے وقت شروع کیا گیا۔ اس میں خود ہٹلر نے رہبری کی۔

وان پاپین کی تقریر کو باغیانہ قرار دے کر صدر جمہوریہ ہنڈنبرگ سے یہ منظوری لے لی گئی تھی کہ رائخ کی طرف سے اپنی خرابیوں کو دور کرکے دوسروں کے دلوں میں خوف پیدا کیا جائے۔ یہ فیصلہ کیا گیا جن کے بارے میں بغاوت کرنے کی خواہش رکھنے کی خبر ملی ہے ان کی سختی سے سرکوبی کی جائے۔ سازشیوں کو گرفتار کرنے کے لئے جرمن مزدوروں کے مغربی کیمپ میں جانیکا فیصلہ کیا گیا۔ رات کے دو بجے ہٹلر نے بون (Bonn) کے نزدیک والے ہینگیلر (Hangelar) کے ہوائی اسٹیشن سے ایک ہوائی جہاز لیا اور وہ اس میں اپنے مددگاروں سمیت (جن میں صرف ڈاکٹر گوئبلز کے نام ہی کا پتہ چلا ہے) میونخ پہنچا۔ مندرجہ بالا پارٹی کا مرکز وہیں تھا۔ پارٹی کے براؤن ہاؤس نامی صدر مقام کے گرد گھیرا ڈال کر رائخ کے نام پر اسے ضبط کرلیا گیا۔ بہت سے افراد گرفتار ہوئے جن میں سے ارنسٹ روہم اور اس کی علاوہ پارٹی لیڈر ہنیس (Heines) اور سنائی دھیر (SchneiDhueber) اور سچمیڈٹ (Schmidt) وغیرہ لیڈر تھے۔ ان میں سوا ارنسٹ روہم

ہٹلر کے پرانے ساتھیوں میں سے تھا۔ ملک کے دوسرے حصوں خاص کر برلن اور بریمین میں بھی اسی طریق سے مخالفوں پر چھاپہ مارا گیا۔ بریمین میں برلن کی طوفانی فوجوں کی پارٹی کے ایک دوسرے لیڈر ارنسٹ کو بھی گرفتار کیا گیا۔ خاص برلن کی گرفتاریاں پولیس کے صدر افسر جرنیل گوئرنگ نے خود کیں۔ گوئرنگ کے ساتھی پولیس والوں نے خاکی وردیاں اور فولادی ٹوپیاں پہن رکھی تھیں۔ یہ قریب سے رائخ کی فوج کی وردیاں دکھائی دیتی تھیں۔ یہ وردیاں بلا کسی سابقہ خیال کے اچانک ہی پہن لی گئی تھیں۔ کسی خاص مقصد یا ارادہ سے ایسا نہیں کیا گیا تھا۔

طوفانی فوجوں کے صدر افسر کے موروثی مکان، بھوری فوج کے مرکزی صدر کے محل، اوبرگ (Oberg) گروپ نمبر ۳ کے مرکزی صدر اور گروپ لیڈر ارنسٹ وغیرہ کے دوسرے مقامات کو پولیس نے گھیر لیا اور ان پر قبضہ کر لیا۔ ان کی تلاشی لی گئی۔ جرنیل وال سشلا ئخر کو جنکا پچھلے بابوں میں کافی ذکر آچکا ہے، ان کے گاؤں نیو بابیلز برگ (Neu Babelsberg) میں تلاش کر کے ان کی بیوی کی موجودگی ہی میں گولی سے مار ڈالا گیا۔

گرفتاریوں کے بعد مندرجہ بالا لیڈر اور دوسرے بہت سے آدمیوں کو نازی بندوق والوں نے اپنی گولیوں کا نشانہ بنا دیا۔ مقتولین میں مندرجہ ذیل نام قابل ذکر ہیں۔

ہر گریگر سٹر یسر یہ کسی زمانے میں فہرر (Fuhrer) کے سب سے بڑے مددگار تھے۔

ہر وان کاہر (Von Kahr) انھوں نے بویریا کے وزیر اعظم

کی حیثیت میں ۱۹۲۳ء میں بیرہاں کے مجمع کو منتشر کیا تھا۔
کاؤنٹ سیٹی۔ یہ کیتھولک لیڈر تھے۔
کلینسنر، فادر شلر ہرایوین سلیوین، یہ ہروان پاپن کے دوست تھے۔
ہروان ولوس۔ یہ وائس چانسلر کے سکریٹری تھے۔
ان کے علاوہ ملک بھر میں اور بھی صدہا افراد گرفتار کئے گئے۔ ان کے اور بہت سے دوسرے مقتولین کے ناموں کو پوشیدہ رکھا گیا۔ جرمنی کے سرکاری اعلان کے مطابق اس وقت ۷۷ افراد کا صفایا کیا گیا تھا۔ لیکن ہٹلر کی مخالف اس تعداد کو بارہ سو بتلاتے ہیں۔ برلن کے ایک نامہ نگار کا کہنا ہے کہ اس موقع پر ذاتی عداوتوں کا بھی بدلہ لیا گیا۔ مگر ہر ہٹلر کا یہ کہنا کہ "یہ حکومت کے خلاف ایک سازش تھی" یقینی طور پر درست ہے۔

سازش کا تفصیلی بیان

سرکاری اطلاعات سے یہ معلوم ہوا کہ سازش میں تین مختلف گروہ شامل تھے۔ ان میں سے دو کا تعلق تو یقینی طور پر سازش سے تھا۔ وہ مندرجہ ذیل تھے۔
(۱) سٹرمے بلی ٹن جن کے چند لیڈر جن میں جرنیل روہم بھی تھا۔
(۲) جرنیل کرٹ وان شلائی خر۔ یہ ہٹلر سے پہلے چانسلر تھا۔
(۳) رومن کیتھولک جن کے لیڈر ہروان بوس اور ہروان پاپن کی پارٹی کے چند دوست تھے۔ یہ ہروان پاپن کو کچھ بتلائے بغیر بہت کچھ کر جاتے تھے۔
یہ کہا جاتا ہے کہ شلائی خر کی پارٹی کا گریگر سٹریسر، ارنسٹ اور بہت سے اور لوگ کے ذریعے طوفانی فوج والوں سے بھی تعلق تھا۔ شلائی خر نے پہلے

بھی طوفانی فوج میں پھوٹ ڈلوانے کا ذریعہ شلائی خر ہی کو بنایا تھا۔

اگرچہ ان سب کے سیاسی خیالات ایک دوسرے سے مختلف تھے مگر سازش میں سبھی شامل تھے۔ یہ لوگ ہٹلر کی حکومت کو کسی طرح سے بھی گرا کر دنیا کا بینہ بنانا چاہتے تھے۔ نئے کابینے میں شلائی خر اور رد ہم کے نام رکھنے کا بھی فیصلہ ہو چکا تھا۔

مگر ڈیلی ہیرلڈ کے پیرس کے نامہ نگار کا کچھ اور ہی بیان ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ہٹلر کے غیر مسلح کمشنر جرنیل وان ربن ٹراپ (Rebbentrop) نے جو اس سے کچھ وقت پہلے ہی پیرس گیا تھا موسیٔو بارتھو (Barthou) سے وعدہ کیا تھا کہ اگر فرانس جرمنی کی ۱۶ اپریل کی تخفیف اسلحہ کی تجویز کو مان لیگا تو ہر ہٹلر امدادی افواج (Auxiliary Forces) کو توڑ دے گا۔

نمائندہ کا یہ بھی کہنا ہے کہ کسی طرح سے یہ خبر برلن بھی جا پہنچی۔ چنانچہ طوفانی فوجوں کے لیڈروں نے فوجیں توڑنے کی مخالفت کرنیکا فیصلہ کیا۔ اور اس کے سلسلہ میں سرکاری پولیس سے نے جب یہ خبر ہٹلر اور گوئرنگ کو پہنچائی تو انھوں نے اس تحریک کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچل دیا۔ وجہ کچھ بھی ہو مگر رجعت پسند سازش میں یقیناً مصروف تھے۔ اس وقت کیا ذہنیت تھی اس کا پتہ پاپین وغیرہ کی تقریروں سے اچھی طرح لگ جاتا ہے۔ طوفانی فوجوں کی انقلابی پارٹی نے ایک پرچہ نکالا تھا۔ ڈیلی ٹیلیگراف کے نمائندے نے اپنے اخبار کو اس کا ایک پرچہ بھیجا تھا۔ اس میں لکھا تھا:۔

" ہمارے لیڈر چاہے مر ہی گئے ہوں۔ مگر دوسرے انقلاب کیلئے ہمارا کام برابر جاری رہا ہے۔ ارنسٹ اور بہت سے دوسرے

لیڈر جو گولی سے مارے جا چکے ہیں طوفانی فوجوں کے نصب العین کو خوب اچھی طرح سمجھتے تھے۔ موجودہ لیڈر اس نصب العین کو اتنا اچھا نہیں سمجھتے۔ ہر ہٹلر تو رجعت پسندوں اور اُن تجار کا آلہ کار بن گیا ہے جو مزدوروں کو کچلنا چاہتے ہیں۔

"اس کا یہ مطلب ہے کہ ہٹلر پہلے کی بہ نسبت اب زیادہ غیر محفوظ ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ تیس لاکھ طوفانی فوجوں میں سے ایک تہائی یقینی طور پر کمیونزم کی طرف مائل ہیں"۔

ہم نے اس کتاب میں واقعات کا تاریخی تسلسل قائم رکھا ہے۔ چونکہ اسی زمانے میں ہنڈنبرگ کا انتقال ہوتا ہے۔ اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ آئندہ باب کو ہنڈنبرگ کے واقعات زندگی کیلئے وقف کردیں۔ تیسویں باب سے پھر آئندہ واقعات کا بیان شروع ہو جائیگا۔

اس کتاب میں صدر جرمنی ہنڈنبرگ کا تفصیلی ذکر کہیں بھی نہیں کیا گیا۔ صرف چند مقامات پر ان کا ذکر برائے نام آیا ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہی کہ جرمنی کے سیاسی ناٹک میں اگر ہیرو ایڈلف ہٹلر ہے تو ڈائرکٹر صدر جمہوریہ ہنڈنبرگ ہے۔ اس اعتبار سے اس کی زندگی کا تذکرہ نہ ہوتا تو یہ کتاب غیر مکمل رہتی۔

انیسواں باب

صدر جمہوریہ ہنڈن برگ

ہنڈن برگ کی ابتدائی زندگی

اس کا پورا نام پال وان بیلے کینڈ روف انڈوان ہنڈنبرگ تھا۔ اس کی پیدائش ۱۸۴۷ء میں پوسین نام مقام پر ہوئی تھی۔ دس برس کی عمر میں وہ ایک فوجی اسکول میں بھرتی ہوگیا اور ۱۹ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوتے ہی فوجی لفٹیننٹ بن کر ۱۸۶۶ء میں اس جنگ میں شامل ہوا جو پرشا نے آسٹریا کے خلاف کی تھی ۱۸۷۰ء میں وہ جرمن فرانس لڑائی میں شامل ہوا تھا۔ اس جنگ میں اس نے ایسی بہادری دکھائی کہ اس کی شہرت سارے ملک میں ہوگئی۔

کیونکر ہنڈنبرگ وزیر جنگ اور سپہ سالار بنا

۴۲ برس کی عمر میں ۱۸۸۹ء میں وہ وزیر جنگ اور علاقہ جاتی سپاہیوں صدر بنایا گیا۔ ۱۹۰۳ء میں اس کو چوتھے فوجی گروہ کے سپہ سالار کا منصب دیا گیا۔ اس وقت جرمنی میں قیصر کا ڈنکہ بج رہا تھا۔ اپنے کام میں خود رائی برتنے کی وجہ سے اکثر اس میں اور دوسرے وزرا میں اختلاف رائے ہوجایا کرتا تھا۔ چنانچہ ضروری تھا کہ اس کا ہنڈنبرگ سے بھی اختلاف رائے ہو۔

ہنڈنبرگ سبکدوشی

ہنڈنبرگ کے لئے قیصر کا دخل درمعقولات ناقابل برداشت تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اُس نے ۱۹۱۱ء میں ۶۴ برس کی عمر میں اپنے منصب سے سبکدوشی حاصل کی۔ ریٹائر ہوتے وقت اس نے جو اہم بات کہی تھی اس سے اُس کی فراخدلی کا اچھا ثبوت ملتا ہے۔ اُس نے کہا "میں نے حتی الوسع فوج میں زیادہ سے زیادہ عزت حاصل کی ہے۔ جنگ کے ابھی کچھ آثار نہیں دکھائی دیتے۔ اس لئے اپنے سے نیچے منصب والوں کو آگے بڑھنے کا موقع دینے کے لئے مجھے اب فوج سے الگ ہو کر آرام کرنا چاہیئے"۔

مگر اس کا جنگ نہ ہونے کا اندازہ غلط ثابت ہوا اور ۱۹۱۴ء میں جنگِ عظیم چھڑ ہی گئی۔

ہنڈن برگ کا جنگِ عظیم میں شامل ہونا

ہرچند ہنڈن برگ سبکدوش ہو چکا تھا۔ مگر جونہی جنگ عظیم کا اعلان ہوا اس وطن کے سپاہی کا احساس فرض فوراً بیدار ہو گیا۔ اُس نے قیصر ولیم سے درخواست کی کہ میں بھی اپنے گوشۂ عافیت سے نکل کر مادرِ وطن کی خدمت بجا لانے کو تیار ہوں۔ قیصر کو اس بوڑھے سپہ سالار کی راج بھگتی اور احساسِ فرض پر پورا توکل تھا۔ مگر اس کے ساتھ ہی قیصر کی یہ بھی عادت تھی کہ وہ اپنے کام میں کسی دوسرے کی مداخلت برداشت نہیں کرتا تھا۔ اور ہنڈن برگ کے سپرد کوئی کام کرنے سے یقیناً مداخلت ہوتی۔ اس لئے قیصر نے اس وقت ہنڈن برگ کی درخواست پر کوئی توجہ نہ دی۔

مشرقی محاذ پر ہنڈن برگ کی فتوحات

مگر جب روس جرمنی پر حملہ آور ہوا اور مشرقی پرشا کے علاقے میں جرمنی کو پے در پے شکستیں ہونے لگیں تو قیصر کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے ہنڈن برگ کو بلایا۔ اور اسے مشرقی محاذ پر جرمن فوجوں کا سپہ سالار بنا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس منصب کیلئے ہنڈن برگ سے زیادہ موزوں تر آدمی ملنا مشکل تھا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ جس زمانے میں ہنڈن برگ فوج کے چوتھے حصے کا سپہ سالار تھا اور پرشا میں رہا کرتا تھا۔ اسی زمانے میں اس نے عملی تجربات سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ اگر کبھی روس اور جرمنی کے درمیان ٹکر ہو تو جرمنی کو کس طرح لڑائی لڑنی ہوگی۔ مشرقی محاذ کا سپہ سالار بننے کے بعد ہنڈن برگ نے (ان) تجربات سے کام لیا اور ہنڈن برگ اور مزاریئن نامی جھیلوں کی لڑائیوں میں بڑے حوصلے اور دانشمندی سے روسی فوجوں کو تباہ کر دیا۔ ان جنگوں میں ہنڈن برگ نے روسیوں کو اتنا زبردست نقصان پہنچایا کہ وہ جرمن فوجوں کے سامنے زیادہ دن تک نہ ٹھہر سکے اور بری طرح ہار گئے۔

کس طرح ہنڈن برگ فیلڈ مارشل بنا

اس کے بعد ہنڈن برگ نے پولینڈ اور لوڈس کی لڑائیاں فتح کیں۔ بونسی لوت پر ہنڈن برگ نے جو زبردست دھاوا کیا اس سے تو ساری دنیا نے اس کی بہادری کا لوہا ہی مان لیا۔ اس کارنامے کے اعتراف کے طور پر اسی سال قیصر نے اُسے فیلڈ مارشل بنا دیا۔

دو برس تک ہنڈن برگ نے روس کی سرزمین پر جرمنوں کی فتح کا جھنڈا

کھڑا رکھا۔ اس نے روسی فوجوں کو بار بار شکست دی یہاں تک کہ ہراتے ہراتے انھیں بے جان کر دیا۔ ہنڈن برگ کے لڑنے کا ڈھنگ بھی عجیب تھا۔ وہ یہ ترکیب چلتا کہ اپنی فوج کو کسی ایک مقام پر جمع کرنے لگتا اور یہ کام اس طرح عمل میں آتا کہ دشمن کو اس کی اطلاع مل جاتی۔ دشمن اس کی فوج کو جمع ہوتے دیکھ کر حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھتا۔ ہنڈن برگ اُسی وقت کسی خفیہ مقام پر فوج کو چھپا دیتا جب دشمن نرغہ میں آجاتا تو وہ ایکا یکی اس پر ٹوٹ پڑتا اور گھیرے میں لیکر تباہ کر دیتا۔ اس ترکیب سے ہنڈن برگ نے روس کی بے شمار سپاہ کو مسلسل شکستیں دے کر بیدل کر دیا۔

لیکن جب مغربی محاذ پر بڑدون کے مقام پر فالکین ہین کو شکست ہوئی اور جرمن فوج بہت کمزور ہو گئی تو ہنڈن برگ مشرقی محاذ جنگ سے واپس بلا کر وہاں تعینات کر دیا گیا۔ اس کے تقرر سے جرمن سپاہ کے حوصلے بڑھ گئے کیونکہ جرمنی کے عوام اور فوجیوں کو ہنڈن برگ کی دلاوری پر اٹوٹ بھروسا تھا۔

مغربی محاذ پر ہنڈن برگ کی شکست

ہر چند ہنڈن برگ نے مغربی محاذ پر بھی اپنی دلاوری اور دانشمندی سے کام لیا۔ مگر ویسی کامیابی حاصل نہ ہو سکی جیسی مشرقی محاذ پر ہوئی تھی۔ اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ اس محاذ پر اتحادی حکومتیں اپنی متحدہ طاقت سے جنگ آزما تھیں۔ اس کے علاوہ قیصر اپنی طرف سے بھی دخل در معقولات کیے جاتا تھا۔ اس کی رائے یہ تھی کہ دشمن کے گرد چاروں طرف سے گھیرا ڈال کر اس پر چڑھائی کی جائے اور اس کی ساری طاقت کو برباد کر دیا جائے۔ یہی پالیسی جرمنی کے لئے پیام مرگ ثابت ہوئی۔

ہنڈن برگ جانتا تھا کہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہونے کا انجام خطرناک ہوگا۔ اسی لئے گو وہ قیصر کا حکم مانتے ہوئے اس پالیسی کے مطابق کام کرتا رہا مگر اس نے

یہ بات بھی ذہن میں رکھی کہ ناکامیاب ہونے کی صورت میں پسپا ہوتے وقت کس طرح جرمن فوج کا بچاؤ کیا جا سکتا ہے۔ اس غرض کو سامنے رکھ کر اس نے جرمنی فوج کے تحفظ کیلئے خندقوں کا ایک جال تیار کیا تھا جو "ہنڈن برگ لائن" کے نام سے مشہور ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۱۸ء میں جب جرمن لوگ اتحادی حکومتوں کے مقابلے میں بار بار شکستیں کھا کر پیچھے ہٹے تو بھی وہ تتر بتر ہو کر نہیں بھاگے۔

جس طرح ۱۸۱۳ء میں لیپزگ میں "حکومتوں کی لڑائی" کے بعد نیپولین بونا پارٹ کا زوال یقینی ہو گیا تھا۔ اسی طرح "ہنڈن برگ لائن" کی لڑائی کے بعد جرمنی کا زوال بھی یقینی ہو گیا۔ دونوں صورتوں کے درمیان فرق صرف اتنا تھا۔ کہ ۱۸۱۳ء میں جرمنی نے فرانس پر دھاوا کیا تھا اور ۱۹۱۸ء میں فرانس نے جرمنی سے بار بار شکستیں کھانے کے باوجود اتحادی حکومتوں سے مدد لیکر اپنی جان ہتھیلی پر رکھتے ہوئے جرمنی پر چڑھائی کی۔ جس طرح لیپزگ کی لڑائی کے چند مہینے بعد ہی نیپولین کو تخت و تاج چھوڑنا پڑا تھا۔ ٹھیک اسی طرح "ہنڈن برگ لائن" کی لڑائی کے بعد قیصر کو جرمنی کے تخت و تاج سے ہاتھ دھونے پڑے۔

"ہنڈن برگ لائن" کے ٹوٹنے اور جرمنی کے ہتھیار ڈال دینے کو بہت سے لوگ ہنڈن برگ کا قصور قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ہنڈن برگ نے پہلے اس بات کا کوئی خیال نہیں رکھا کہ شکست کھانے کی صورت میں جرمن فوج کی کیا حالت ہوگی اس جگہ معترضین کے اعتراضات پر پوری طرح بحث نہیں ہو سکتی مگر تاہم ضرور کہیں گے کہ یہ ہنڈن برگ ہی کے نام کا جادو تھا جو جرمنی کی شکستہ خوردہ فوجیں صحیح سلامت جرمنی واپس چلی آئیں۔ جہاں تک ہنڈن برگ کی کارگذاری کا سوال ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ اپنی طرف سے وہ جو کچھ کر سکتا تھا کرتا رہا۔ مگر جب اس نے یہ دیکھ لیا کہ مخالفت بیکار ہے تو سوائے ہتھیار

ڈالدیئے کے اور کیا کرتے۔
ہنڈن برگ کی خدمات کے علاوہ ان کی دلیری کا بھی تاریخ کے صفحات پر ذکر آنا چاہیئے۔ شکست کے بعد ہنڈن برگ نے یہ رائے ظاہر کی کہ جرمنی کی بھلائی قیصر کے تخت و تاج سے دست بردار ہو جانے میں ہے۔ قیصر ولیم جرمنی کو چھوڑ کر ہالینڈ چلا گیا۔ اس پر لوگ اسے ڈرپوک کہنے لگے۔ یہ ہنڈن برگ سے برداشت نہ ہوا۔ اس نے اعلان کر دیا کہ قیصر کے تخت و تاج چھوڑنے کی ساری ذمہ داری مجھ پر ہے قیصر نے اپنی مرضی سے اپنا وطن نہیں چھوڑا بلکہ وہ میرے کہنے سے ہالینڈ گیا ہے۔ ساری دنیا ہنڈن برگ کی اس جرأت اور دلیری پر انگشت بدنداں رہ گئی۔

ہنڈن برگ دوبارہ ریٹائر ہو گئے

ورسائی کے صلحنامے کے بعد ۱۹۱۹ء میں ہنڈن برگ کو اس صلحنامے کی شرائط کے مطابق سزا بھگتنی پڑی اور اس کے بعد وہ امن و سکون کے ساتھ بقیہ زندگی گزارنے کے لئے ہنوور چلے گئے۔ مگر ملک کو ان کی ایک بار پھر ضرورت پڑ گئی۔ ۱۹۲۵ء میں جرمنی کے پہلے صدر جمہوریہ ایبرٹ کے انتقال بعد جب صدارت کی جگہ خالی ہوئی تو جرمنی کے ملوکیت پرست یہ کوشش کرنے لگے کہ ہوہن زولرن خاندان کو دوبارہ جرمنی کے تخت پر بٹھایا جائے۔ چنانچہ انھوں نے جارتیس کو صدارت کیلئے امیدوار کھڑا کیا گیا۔ ہنڈنبرگ ۲۶ر اپریل ۱۹۲۵ء کو جمہوریہ جرمنی کا صدر منتخب ہو گیا۔ دوسرے ممالک یہ خبر سن کر بہت گھبرائے۔ انہیں یہ خوف لاحق ہوا کہ یہ قیصر پرست فوجی پہلوان ضرور قیصر کو جرمنی کے تخت پر بحال کرنے کیلئے کوشاں ہو گا۔ جہاں تک جرمنوں کا تعلق ہے انھوں نے پوری طرح ہنڈن برگ کا ساتھ دیا اور بڑی بھاری اکثریت سے وہ صدر جمہوریہ منتخب ہوا۔

ہنڈن برگ اور قیصر پرستی

مگر اس وقت تک دنیا میں بڑی بڑی تبدیلیاں ہو چکی تھیں۔ ہنڈن برگ نے یہ اندازہ کر لیا کہ قیصر کو بحال کرنے کی کوشش سے جرمنی کو بھلائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ اسے یہ بات بھی یاد تھی کہ میں جرمن قوم کے سامنے جرمن جمہوریت کی آزادی کا تحفظ کرنے کی قسم کھا چکا ہوں۔ ان سب باتوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہنڈن برگ نے کوئی ایسا قدم اٹھانے سے اجتناب کیا جس سے کسی قسم کی پیچیدگی پیدا ہو۔

کہا جاتا ہے کہ ہنڈن برگ کی اس روش سے قیصر ولیم بہت ناراض ہوا۔ اور اس نے ہنڈن برگ کو بُرا بھلا بھی کہا۔ مگر جہاں تک ہنڈن برگ کا تعلق ہے اس نے قیصر کے بارے میں کبھی کوئی نا سزا کلمہ زبان سے نہیں نکالا۔ مرتے دم تک ہنڈن برگ قیصر کا بہی خواہ تھا۔ مرنے سے چند ہی گھنٹے پہلے اس نے قیصر کے پاس ایک پیغام بھیجا تھا جس میں اپنی ناقابل شکست عقیدت کا اظہار کیا تھا۔

ہنڈن برگ کی قابل تعریف سیرت

صدر جمہوریہ کے منصب پر فائز ہونے کے بعد سے لیکر مرتے دم تک ہنڈنبرگ کی یہی خواہش رہی کہ کسی طرح جرمنی کی بگڑی ہوئی حالت سدھر جائے۔ اس نے زندگی کا واحد مقصد یہ بنا لیا تھا کہ مادر وطن کو سربلند کرے۔ یہ کہنا غلط ہے کہ ہنڈن برگ نے یورپ کے امن کو بگاڑنے کی کوشش کی۔ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے اس نے کئی دفعہ یورپ کے امن وامان کو برباد ہوتے بچا لیا۔

ہنڈن برگ میں بہت سے بے نظیر اوصاف تھے۔ اس میں ایک سب سے

بڑی خوبی یہ تھی کہ ایک دفعہ جس پر بھروسہ کر لیتا تھا اسکا برابر ساتھ دیئے جاتا تھا اور کوشش
کرتا تھا کہ اپنی طرف سے اس تعلق کو نہ توڑے۔ دوسرے وہ ایک سچا قوم پرست تھا
اور ادائیگی فرض کے معاملے میں دوست دشمن کی تمیز روا نہ رکھتا تھا۔ اگر اس کو ایک
دفعہ یہ یقین ہو جاتا تھا کہ فلاں آدمی کا ساتھ دینے سے ملک کا بھلا ہوگا تو بلا پس و پیش
اس سے اشتراک عمل کرنے کیلئے تیار ہو جاتا تھا۔ چاہے اس شخص سے ہنڈن برگ
ذاتی طور پر کتنا ہی اختلاف رائے رکھتا ہو۔

مگر جب ایک دفعہ ہنڈن برگ کو یہ پتہ چل جاتا تھا کہ فلاں شخص پر سے ملک کا اعتماد
اٹھ گیا ہے تو پھر لاکھ کوشش کرنے پر بھی وہ عوام کی مرضی کے خلاف کوئی قدم اٹھانے
کیلئے تیار نہ ہوتا تھا۔ ماہ جولائی ۱۹۳۰ء میں برونگ کی حکومت شکست کھا گئی۔
اس وقت ہنڈن برگ ایک طرح سے جرمنی کا ڈکٹیٹر تھا۔ ماہ ستمبر کے انتخابات نے
یہ ظاہر کیا کہ برونگ کو ملک میں اکثریت حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ کاروبار حکومت
صدر جمہوریہ کے احکامات سے چلتا رہا۔ ماہ مارچ ۱۹۳۱ء میں پارلیمنٹ نے یہ فیصلہ
کیا کہ آئندہ ۶ ماہ تک اجلاس نہ کیا جائے۔

مگر پارلیمنٹ کے اس فیصلے کی مخالفت ماہ جون ہی میں شروع ہو گئی۔ اسی
زمانے میں ہنڈن برگ نے چانسلر برونگ کو یہ اختیار دیدیا تھا کہ اگر پارلیمنٹ حکومت
وقت کی پالیسی کی مخالفت کرے تو اسے توڑ دیا جائے اور تازہ انتخابات کرائے جائیں۔
مگر جب آگے چل کر ہنڈن برگ نے یہ دیکھا کہ برونگ کی پشت پر کسی اعتبار سے
بھی اکثریت نہیں ہے تو اس نے فوراً وزارت کی باگ اکثریت رکھنے والوں کو
سونپ دی۔

دوبارہ صدر

اسی اثنا میں ہنڈن برگ کی مدت صدارت ختم ہونے کو آگئی۔ اس وقت کئی

پارٹیاں فوجی طریق پر اپنی اپنی تنظیم کر رہی تھیں اور جرمنی میں خانہ جنگی چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ ہنڈن برگ نے انتخاب میں دوبارہ صدارت کا امیدوار کھڑا ہونیکا فیصلہ کیا۔ اس انتخاب میں تین امیدوار تھے۔ ہنڈن برگ، ہٹلر اور تھیلیمن۔ جب انتخاب ہوا تو جرمن دستور کی رو سے کامیاب امیدوار کو جتنے ووٹ ملنے چاہئیں اتنے کسی ایک امیدوار کو بھی نہ ملے۔ اس لئے انتخابات دوبارہ ہوا۔ اس انتخاب میں تھیلیمن کو ۳۷۰۵۹۸ ، ہٹلر کو ۱۳۴۱۷۴۰۰ ۱۰ اور ہنڈن برگ کو ۱۹۳۵۰۶۴۲ ووٹ ملے۔ اور ہنڈن برگ ۶۰ لاکھ ووٹوں کی اکثریت سے دوسری دفعہ جرمنی کا صدر منتخب کیا گیا۔

ہٹلر سے وزیر بننے کے بارے میں گفت و شنید

ہنڈن برگ کی عمر اس وقت کافی ہو چکی تھی مگر پھر بھی کاروبار حکومت میں اس کا کافی ہاتھ رہتا تھا۔ جب اختلاف رائے ہونے کے سبب سے برونِنگ نے کابینے سے استعفیٰ دیا تو اس وقت وان پاپین کو چانسلر مقرر کر کے ہنڈن برگ نے سب کو اچنبے میں ڈالدیا۔ مگر ۳۱ جولائی کے انتخاب میں نازی پارٹی کو ہٹلر کی قیادت میں بڑی زبردست اکثریت حاصل ہو گئی۔

ہنڈن برگ نے ہٹلر کے آگے یہ تجویز پیش کی کہ وہ وان پاپین کے ساتھ مل کر حکومت چلائے۔ مگر یہ بات ہٹلر نے منظور نہیں کی۔ ہٹلر چاہتا تھا کہ کابینے کی قیادت اور فوج کی سپہ سالاری بھی اُسے اور اس کی پارٹی والوں کو دی جائے نازیوں کا یہ مطالبہ منظور نہیں کیا گیا۔ ہنڈن برگ نے ہٹلر کو مطلع کیا کہ اگر وہ خانہ جنگی کی کوشش کرے گا تو اس کی بغاوت کو دبانے کیلئے فوجی طاقت سے کام لیا جائے گا۔ اس سے بیشتر وہ ہٹلر کی طوفانی فوج کو خلاف قانون قرار

دے چکا تھا۔ اس بات کی سخت کوشش کی گئی کہ ہنڈن برگ وان پاپین کے کابینے کو توڑ کر ہٹلر کو موقع دے مگر ہنڈن برگ نے کسی کی نہ سنی۔

اختلاف رائے بڑھتا ہی گیا۔ آخر نومبر میں پھر انتخاب کرنیکا فیصلہ کیا گیا۔ اس انتخاب میں نازی پارٹی والے تین نشستیں اور کھو بیٹھے۔ مگر ہٹلر نے پریذیڈنٹ کی شرطوں کے مطابق کابینے کی ترتیب میں حصہ لینے سے اس وقت بھی انکار کر دیا۔ معاملہ کسی طرح سلجھتا ہی نہ دکھائی دیتا تھا۔

کس طرح ہٹلر چانسلر بنا

اسی اثنا میں نازی پارٹی کا نیشنلسٹ پارٹی کے ساتھ سمجھوتہ ہو گیا۔ ان دونوں نے مشترکہ طور پر شلائخر پر یہ الزام لگایا کہ وہ فوج کی برلن پر دھاوا کرا کے اپنی قیادت میں ایک فوجی ڈکٹیٹر شپ قائم کرنی چاہتا ہے۔ عوام پر یہ جادو چل گیا اور ہنڈن برگ نے شلائخر کو ہٹا کر ہٹلر کو چانسلر بنا دیا۔

رائخ کے ایوان میں آتشزدگی کا حادثہ ہونے کے بعد نازیوں کا ملک پر کافی اقتدار قائم ہو گیا۔ یہاں تک کہ ماہ مارچ ۱۹۳۲ء کے انتخاب سے پہلے نازی لوگ اس فکر میں تھے کہ صدر جمہوریہ ہنڈن برگ کے خلاف ایک زبردست محاذ قائم کر کے انہیں نرغے میں لے لیں اور منصب سے برطرف کر دیں مگر وقت سے پہلے اس سازش کا حال ظاہر ہو گیا۔ اور نیشنلسٹ پارٹی والوں نے صدر کی حفاظت کا بندوبست کر دیا۔

ہر چند نازیوں نے بار بار اشتعال دلایا مگر ہنڈن برگ کبھی اپنے فرض کے راستے سے نہیں ہٹے۔ یہی نہیں بلکہ جب انھوں نے دیکھ لیا کہ اب نازیوں کو حکومت سونپ دینے کا موقع آ گیا ہے اور ان سے یہ توقع کی جا سکتی ہے کہ وہ

جرمنی میں امن قائم کردیں گے، تو انھوں نے ۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء کو ہٹلر کو جرمنی کا ایک قسم کا فوجی ڈکٹیٹر بنا دیا۔

ہٹلر کی متشددانہ حرکات میں ہنڈنبرگ کی غیر جانبداری

جو مقصد ہنڈن برگ نے اپنے سامنے رکھا تھا وہ بہت عظیم الشان تھا۔ اور اس مقصد کی تکمیل میں انہیں زیادہ تر کامیابی بھی حاصل ہوچکی تھی۔ انھوں نے ہٹلر کو مخالفوں کے خلاف متشددانہ قدم اٹھانے سے صرف اس لئے نہیں روکا کہ اس وقت ہٹلر کے اقدام سے جرمنی میں خانہ جنگی اور مسلح بغاوت کا خطرہ سر سے ٹلتا تھا۔

ہنڈن برگ کا انتقال

مورخہ ۲ راگست ۱۹۳۴ء کو ہنڈن برگ کا انتقال ہوگیا۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۸۲ برس ۷ ماہ کی تھی۔ اُن کے والد کی موت بھی ٹھیک اسی عمر میں ہوئی تھی۔ حب وطن اور ادائیگی فرض کا مجسمہ ہونے کے لحاظ سے ہنڈنبرگ کا نام تاریخ کے صفحے پر ہمیشہ زندہ رہیگا۔ جرمن قوم کی تاریخ میں ہنڈن برگ کا نام بسمارک کے بعد سب سے بلند درجہ رکھتا ہے۔ ہرچند جنگِ عظیم کے بعد جرمنی کو دوبارہ زندہ کرنے کا سہرہ ہٹلر ہی کے سر ہے مگر ہنڈن برگ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ جرمنی کی جنگِ عظیم کے بعد بہت ہی خراب حالت ہوجاتی۔

تیسواں باب

ہٹلر اور یورپ کی حکومتیں

اگرچہ اس تقریر سے جو ہٹلر نے چانسلر بننے کے بعد کی تھی امن ہی کی صدا بلند ہوتی تھی۔ مگر یورپ کی شاطر سیاست دانوں نے اس کے کہے پر اعتماد نہ کیا۔ ہر چند سب ممالک میں ہٹلر کے لب و لہجہ کی تعریف کی گئی۔ مگر اندرونی طور پر سب کو اس کی صداقت کے بارے میں شبہات تھے۔

چار طاقتوں کا معاہدہ

گذشتہ ابواب میں یہ دکھلایا جا چکا ہے کہ ہٹلر کو صرف دو ہی حکومتوں سے جرمنی کی دوستی کی امید تھی۔ ایک اٹلی دوسرے انگلینڈ۔ ان میں سے انگلینڈ فرانس کے ساتھ صلحناموں میں بندھا ہونے کی وجہ سے اس کے ساتھ دوستی نہیں کر سکتا تھا۔ معمولی دوستی میں وہ لوکارنو پیکٹ کی رو سے بندھ ہی چکا تھا۔ مگر اٹلی کو اس قسم کی کوئی مجبوری نہ تھی۔ چنانچہ اٹلی کے ڈکٹیٹر سنیور مسولینی نے ہٹلر کی حکومت کے مستقل ہو جانے پر ان کے ساتھ نئی دوستی قائم کرنے کے لئے یورپ کے خاص خاص حکومتوں کو دعوت دی۔ صلح نامہ کی بات چیت اٹلی کی راجدھانی روم میں ہوئی۔ اس میں انگلینڈ، فرانس، اٹلی اور جرمنی نے حصہ لیا۔ آخر ۱۵ر جولائی ۱۹۳۳ء کو ساری باتیں طے ہو گئیں اور اس صلحنامہ پر دستخط

ہو گئے۔ مندرجہ ذیل آدمیوں کے اس پر دستخط تھے۔

سینور مسولینی - (اٹلی)

سفیر سر رینالڈ گراہم (برطانیہ)

مسٹر ڈے جو دے نول (فرانس)

ہر دان ہیسلے (جرمنی)

اس صلحنامہ سے وسطی یورپ میں دس سال تک کے لئے مستقل امن ہونے کی امید ظاہر کی گئی۔ یہ ظاہر ہے کہ فرانس اور برطانیہ نے اس معاہدے کو کوئی خاص اہمیت نہ دی۔ البتہ اس سے سینور مسولینی کی یورپ میں خوب تعریف کی گئی۔ ۱۶ر جولائی کو ایڈلف ہٹلر نے اس صلحنامے کے لئے سینور مسولینی کو مبارکباد کا تار بھیجکر اٹلی اور جرمنی میں دائمی دوستی کی امید ظاہر کی۔ ان چار طاقتوں کے پیکٹ سے فرانس اور اس کی دوست حکومتیں باقی یورپ سے الگ ہو گئیں۔ پولینڈ نے اس سمجھوتے کو خاص طور پر اپنے خلاف سمجھا۔

کس طرح جرمنی لیگ اقوام سے علیحدہ ہوا

اس کے چند دن بعد ہی لیگ اقوام کی قیادت میں جینوا میں تخفیف اسلحہ کانفرنس کی گئی۔ اس وقت یورپ کی حکومتیں ہٹلر کی بڑھتی ہوئی طاقت سے کافی طور پر ڈرنے لگی تھیں۔ چنانچہ اس کانفرنس کا نصب العین غالباً جرمنی کے اسلحہ پر خاص پابندی لگانا ہی تھا۔ اس اندازے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بڑی بھاری مسلح حکومتوں کی تخفیف اسلحہ کے متعلق بالکل ہی بحث مباحثہ نہیں کیا گیا۔ بحث مباحثہ صرف جرمنی کے متعلق ہوا۔ یورپ کی حکومتیں ایک غیر مسلح اور فوجی نقطہ نگاہ سے سب سے کمزور ملک کو اور بھی غیر مسلح کرنا چاہتی تھیں۔۔ اس

وقت دنیا کے سامنے جرمنی کے متعلق پھر یہ اعلان کیا گیا کہ وہ بدامنی پھیلانے والا ہے۔

ہٹلر کی حکومت کو خود اسی کے آدمیوں اور دنیا کے سامنے ذلیل کرنے کے لئے اس کانفرنس میں شرمناک شرطیں رکھی گئیں۔ جینوا کے مدبرین جرمنی کے صلح کے سفیروں کی بہ نسبت کہیں زیادہ کپٹی تھے۔ انھوں نے چالاکی سے جرمنی کو ہمیشہ کا ہٹیلا اور نہ جھکنے والا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے اچانک ہی زوردار فتنہ انگیز الفاظ میں یہ اعلان کر دیا کہ مساوات تو صرف اصولی حیثیت رکھتی ہے اور دسمبر میں شلائی خر کے دور میں جرمنی کو جو وعدہ دیا گیا تھا وہ ہٹلر کے جرمنی پر صادق نہیں آسکتا۔

یہ صاف دکھلائی دے رہا تھا کہ ان کا کیا مقصد تھا۔ جرمن لوگ اس بات کو جانتے تھے کہ جینوا اس تخفیف اسلحہ کانفرنس میں کیا ہوگا۔ اب صرف ایک ہی بات اہم تھی اور اس کے بارے میں کوئی سودا نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ جرمنی کی عزت اور اس کی دوسری حکومتوں کے ساتھ مساوات کا سوال تھا۔ حالات پر مکمل طور پر غور کر کے اور اپنے ضمیر کو اچھی طرح ٹٹول کر ہٹلر نے وہی کیا جو کرنا چاہیئے۔ اُس نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ تخفیف اسلحہ کانفرنس اور لیگ اقوام دونوں سے الگ ہوتا ہے۔ اس حوصلہ مندانہ اور شاطرانہ کارنامے پر ایک دفعہ پھر اخباروں نے غصہ کا اظہار کیا۔

اس کے بعد جرمنی نے ورسائی کے صلحنامے کی فوجی دفعات کو ترک کر دیا اور اس امر کا اعلان کر کے کھلم کھلا ہتھیار بنانے شروع کر دئے۔ چار طاقتوں کا پیکٹ بھی لیگ اقوام کے ممبر کی حیثیت سے ہوا تھا۔ لہذا لیگ اقوام کی ممبری چھوڑتے ہی وہ سمجھوتہ بھی آپ ہی ٹوٹ گیا۔ اب جرمنی کا تعلق دوسرے ممالک کے

ساتھ لوکارنو پیکٹ ہی کی شکل میں رہا۔

اکتیسواں باب

ہٹلر کا رائن لینڈ پر قبضہ

جنگ عظیم سے قبل فرانس اور روس میں جو معاہدہ ہوا تھا اس سے اگرچہ ہماری کتاب کا کوئی تعلق نہیں ہے مگر چونکہ اسی معاہدے کی وجہ سے جرمنی کے صدر جمہوریہ ہٹلر کو اپنے تمام اہم منصوبوں کی تکمیل کا موقع ملا۔ اس لئے ہم فرانس اور روس کے معاہدے کا حال بیان کئے بغیر آگے بڑھنا نہیں چاہتے۔ معاہدے کی تفصیلات کے علاوہ ہم اس کا پس منظر بھی دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں:۔

فرانس اور روس کا جارحانہ و مدافعانہ معاہدہ (سنہ ۱۸۹۴ء)

تقریباً چالیس سال پہلے سنہ ۱۸۹۴ء میں فرانس اور روس میں ایک دوسرے کی امداد کے خیال سے ایک جارحانہ و مدافعانہ معاہدہ ہوا تھا۔ اس کے افتتاحی الفاظ یہ تھے۔

"فرانس اور روس دونوں کی واحد خواہش صرف یہ ہے کہ وہ یورپ کے امن کی حفاظت کریں۔ چنانچہ امن میں خلل ڈالنے والوں کی فوجوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کی حفاظتی امداد کرنے کیلئے

ذیل کی شرطوں پر ایک معاہدہ کرتے ہیں۔
معاہدۂ مذکور کے آخر میں ذیل کے الفاظ درج تھے۔
"مندرجۂ بالا شرائط معاہدہ کو پورے طور پر صیغۂ راز میں رکھا جائیگا"۔
فرانس اور روس کے عمّال حکومت نے اشتراک عمل کرکے ۱۹۱۳ء تک اس معاہدے کو برابر قائم رکھا۔ بعد میں اس کی تشریح میں مندرجۂ ذیل فقروں کا مزید اضافہ کیا گیا۔

"دونوں ممالک کے ذمہ داران حکومت اس بات کو منظور کرتے ہیں کہ جہاں تک اپنے تحفظ میں جنگ کرنے کا تعلق ہے لفظ جنگ کی تعریف صرف ان ہی لڑائیوں پر صادق نہیں آئے گی جو اپنے اپنے ملکوں کی حفاظت کیلئے لڑی جائیں بلکہ فرانس اور روس کی فوجیں خود کو بھی اتنا کافی طاقتور بنائیں گی کہ وہ اپنی مدافعت میں حملہ بھی کرسکیں۔ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے دونوں ممالک کی فوجیں اپنے اپنے طور پر بہت جلد قوی اور منظّم ہو جائیں گی"۔

فرانس اور روس کا ۱۹۳۴ء کا معاہدہ

۲۷ رفروری ۱۹۳۴ء کو روس اور فرانس میں ایک بار پھر جارحانہ و مدافعانہ معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے کے آغاز میں یہ الفاظ تھے۔

"سوویٹ یونین کی جماعت عاملہ اور فرانسیسی جمہوریہ کے صدر دونوں کی آرزو یہ ہے کہ یورپ کے امن کو قائم رکھا جائے اور اپنے اپنے ممالک کے ان حقوق کی حفاظت کی جائے جو انھیں

لیگ اقوام نے دیئے ہیں۔ جیسے سرحدی علاقوں کا تحفظ اور سیاسی آزادی وغیرہ۔ چنانچہ لیگ اقوام کے مقرر کردہ اصولوں کی صحیح صحیح پابندی کرنے کی غرض سے روس اور فرانس ذیل کا معاہدہ کرتے ہیں۔ اس صلحنامے میں پانچ دفعات ہیں اور آخر میں چار مزید حصے ہیں۔"

یہ کوئی نہیں جانتا کہ آیا جس طرح ۱۸۹۲ء کے خفیہ معاہدہ روس و فرانس میں خفیہ دفعات تھیں اسی طرح اس معاہدے میں بھی کوئی تحریری یا کسی اور قسم کی خفیہ بات ہے یا نہیں۔ مگر قیاس کہتا ہے کہ اس قسم کی کوئی نہ کوئی چیز اس معاہدہ میں ہونی ضرور چاہیئے۔

سابقہ تجربہ بھی اس قیاس کی تائید کرتا ہے۔ اس کے علاوہ گزشتہ دنوں میں روس کے جنرل اسٹاف کے افسر تخوشیوسکی Tuckhusheesky نے پیرس میں کافی وقت گذارا اور اس دوران میں اُس نے دیگر کاموں کے علاوہ فرانس کے جنرل اسٹاف سے بھی ملاقات کی اور فرانس کے اسلحہ جات کے کارخانوں اور بندرگاہوں وغیرہ کا بھی معائنہ کیا۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ وہاں صرف سیر کرنے کی غرض سے نہیں گیا تھا۔ اس لحاظ سے یہ ثابت ہے کہ ۱۹۳۲ء کا معاہدہ فرانس و روس جرمنی کے خلاف تھا۔

فرانس کی تیاری

ہر چند لوکارنو پیکٹ سے فرانس محفوظ ہو گیا تھا مگر پھر بھی فرانس نے اپنی مشرقی سرحد پر سات آٹھ کروڑ فرینک کی لاگت سے قلعہ بندی کی اور قلعہ بندی کا یہ کام خفیہ طور پر ہوا۔ جب لوکارنو پیکٹ کی گفت و شنید ہو رہی تھی تو اس وقت بھی، اور تخفیف اسلحہ کانفرنس کی نشستوں کے دوران میں بھی

فرانس کی یہی ذہنیت کام کر رہی تھی۔

یہ قلعہ بندی ۱۹۳۲ء میں مکمل ہو چکی تھی۔ آج فرانس دنیا بھر میں سب سے بڑی فوجی طاقتوں میں سے ایک طاقت ہے۔ اس کے قلعے دنیا کے مضبوط ترین قلعے ہیں اور وہ ایلپس سے لیکر بحر شمالی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان قلعوں کی حفاظت کیلئے پاس معاہدۂ فرانس و روس ۱۹۳۴ء بھی ہے۔

معاہدۂ فرانس و روس کے شائع ہوتے ہی یورپ کے سیاسی آسمان پر بدامنی کی گھٹائیں چھا گئیں۔ صدر جمہوریہ جرمنی ایڈلف ہٹلر نے ایک پوری رات اس معاہدے پر غور کرنے میں گذاری۔ آخر کار کافی غور و فکر کے بعد اس نے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ معاہدہ دیدہ و دانستہ جرمنی کے خلاف کیا گیا ہے۔ اس نے دیکھا کہ اس معاہدے سے نہ صرف لوکارنو پیکٹ کی نیک خواہشات کو باطل بنا دیا گیا ہے بلکہ حقیقت میں لوکارنو پیکٹ ہی کو توڑ کر رکھ دیا گیا ہے۔

اس لیئے لوکارنو پیکٹ کے ٹوٹنے کا خیال دل میں آتے ہی اس نے خود کو لوکارنو کے عہد نامے سے آزاد سمجھ کر فوراً اپنی فرانس کی جانب کی حد یعنی رائن لینڈ کی حفاظت کرنیکا فیصلہ کیا۔

جرمن فوجوں کا رائن لینڈ میں داخلہ

ہٹلر نے جرمن فوجوں کو حکم دیا کہ وہ رائن لینڈ میں گھس کر ادھر کی سرحد کی پوری حفاظت کریں۔ اس نے اعلان کیا کہ فرانس اور روس کا موجودہ معاہدہ ظاہر طور پر لوکارنو پیکٹ کے منافی ہے۔ اس لئے اب جرمنی خود کو اس صلحنامے سے آزاد سمجھ کر رائن لینڈ میں فوجی داخلہ کر رہا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جرمن فوجیں ۷ رمارچ ۱۹۳۶ء کو رائن لینڈ کے غیر مسلح علاقے میں داخل ہو گئیں۔ ہٹلر نے

اس اعلان میں یہ بات صاف کردی تھی کہ رائن لینڈ میں فوجیں بھیجنے کا مقصد نقض امن نہیں ہے بلکہ امن کی حفاظت کرنا ہی۔ اس نے اعلان کیا کہ دشمن کو دبا کر دنیا میں امن قائم نہیں کیا جا سکتا۔ امن تو رواداری اور مساوات کی اصولوں پر عمل کرنے ہی سے قائم ہو سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ جرمنی یورپ میں امن قائم کرنا چاہتا ہے۔ اگر اس کی تجاویز کو منظور کیا جائے تو وہ گارنٹی کرتا ہے کہ یورپ میں آئندہ ۲۵ سال کوئی جنگ نہیں ہو سکتی۔

رائن لینڈ کے قبضہ پر لوکارنو کی طاقتوں میں کھلبلی

رائن لینڈ میں جرمن فوجوں کے داخلہ سے سارے یورپ میں کھلبلی پڑ گئی۔ اس کی سب سے زیادہ فکر فرانس کو ہوئی۔ اس نے لوکارنو میں شامل ہونے والی طاقتوں یعنی انگلستان، بلجیم، اور اٹلی کو دعوت دی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ ایک اعلان کے ذریعے لیگ اقوام کے اصول کی رُو سے جرمنی کو غاصب قرار دیا جائے۔

فرانس کی یہ خواہش تھی کہ اس معاملے کو لیگ میں پیش کر کے جرمنی کے خلاف اقتصادی پابندیاں (Sanctions) لگانے کا فیصلہ کرایا جائے لیکن جرمنی کی خوش قسمتی سے اس وقت لوکارنو کی طاقتوں میں بھی اتحاد نہیں تھا۔ اس وقت اٹلی حبش کے ساتھ جنگ کر رہا تھا اور لیگ نے محض اٹلی کی مخالفت ہی نہیں کی تھی بلکہ صاف طور سے اٹلی کو ظالم قرار دیا تھا اور اُسکے خلاف اقتصادی پابندیوں کی سزا بھی مقرر کی تھی۔ انگلستان اور فرانس دونوں لیگ اقوام کے لیڈر تھے۔ لہذا اٹلی اس وقت ان دونوں سے ناراض تھا۔ اس لیۓ اس ناراضی کے سبب سے اٹلی نے جرمنی کے خلاف فرانس کی

پکار پر کوئی خاص توجہ نہ دی۔ بلجیم بیچارہ خود ہی کوئی چیز نہ تھا۔ اس لئے فرانس نے صرف انگلستان ہی سے سخت گیری برتنے کی استدعا کی۔ لیکن انگلستان کو بھی ۱۹۱۴ء کی جنگ عظیم سے خوب سبق مل چکا تھا۔ اس کے علاوہ وہ غالباً ہٹلر کے کام کو اتنا بیجا بھی نہ سمجھتا تھا۔ اس لئے فرانس کے جلدی مچانے پر بھی انگلستان نے اس بارے میں سکون ہی سے کام لینا مناسب سمجھا۔

لندن میں لوکارنو کی طاقتوں کے نمائندے جمع ہوئے۔ فرق صرف یہ تھا کہ پہلی دفعہ ان میں جرمنی بھی تھا۔ اور اب کی دفعہ محض انگلینڈ، اٹلی اور فرانس ہی تھے۔ فرانس کے علاوہ تقریباً سبھی ممبر جلدی کرنے سے پہلے پوری طرح جرمنی کی بات سننی چاہتے تھے۔ لیکن فرانس کا یہ کہنا تھا کہ اگر جرمنی اس معاہدۂ فرانس و روس کو بے جا سمجھتا تھا تو اس کو ہیگ (Hague) کی بین الاقوامی عدالت میں مقدمہ چلانا چاہیئے تھا۔ فرانس اس بات پر اصرار کرتا تھا کہ جرمن فرانس سرحد کے بارے میں نئے معاہدے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس کو ضد یہ تھی کہ جرمنی جب تک رائن لینڈ سے اپنی فوجیں نہ ہٹالے، اس کی ایک بھی بات نہ سنی جائے۔ لیکن یہ حکومتیں یہ بات جانتی تھیں کہ ہٹلر بھی آخر ہٹلر ہی ہے وہ اتنی آسانی سے سر جھکانے والا نہیں ہے۔ آخر کثرت رائے سے یہی طے ہوا کہ ہٹلر سے وہ اسکیم طلب کی جائے جس کی رُو سے وہ یورپ میں ۲۵ سال تک جنگ نہ ہونے دینے کی گارنٹی کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس وقت یہ بھی طے کیا گیا کہ اگر جرمنی حملہ کرے تو متحد ہو کر جرمنی کا مقابلہ کیا جاوے۔ اس کے نتیجہ کی شکل میں جرمنی کو خط بھیجکر اس کے صلحنامہ کی اسکیم کو جاننے کی خواہش ظاہر کی گئی۔ اس خط کے جواب میں جرمنی کے سفیر انگلستان ہر وان ربن ٹراپ نے یکم اپریل ۱۹۳۶ء کو انگلینڈ کے دفتر خارجہ میں جرمنی کا ایک خط انگلستان

کا اس وقت کے وزیر خارجہ مسٹر انیتھونی ایڈن کو دیا۔ اُس خط میں جرمنی کے مساوات کے دعوے کو پیش کرتے ہوئے تجویز پیش کی گئی کہ وسط یورپ کی حکومتوں میں ایک غیر جانبدارانہ معاہدہ کیا جائے اور اس معاہدے کے مطابق فرانس اور بلجیم کی حد کو طے کر دیا جائے جس کی گارنٹی انگلستان اور اٹلی کریں۔ اس کے بدلے میں جرمنی نے مغربی حد پر اپنی فوج کو اتنا کم کرنے کا وعدہ کیا جتنا دوسری سلطنت اپنی فوج کو کم کرنا چاہے۔ جرمنی کی خواہش پچیس سال کیلئے معاہدہ کرنے کی تھی۔ جرمنی کی یہ بھی خواہش تھی کہ اس معاہدے پر ایمانداری سے عمل کرنے کیلئے جرمنی اور فرانس دونوں یہ عہد کریں کہ دونوں ہی ملکوں کے اسکولوں اور اخباروں میں اس طرح کی کوئی بات نہ پھیلائی جائے جس سے دونوں حکومتوں کے مابین قائم شدہ تعلقات میں فرق پڑنے کا اندیشہ ہو۔

جرمنی اس بات پر رضا مند تھا کہ وہ ان حکومتوں کو بھی اپنے ساتھ اس قسم کے غیر جارحانہ معاہدے کرنے کی دعوت دے جو جرمنی کے جنوب مشرق اور شمال مشرق میں ہیں۔ اور وہ اس کے لئے بھی تیار تھا کہ جونہی اس قسم کی گفت وشنید شروع ہو یا جب اس قسم کی گفت وشنید ختم ہوئے تو جرمنی لیگ اقوام کا ممبر بن جائے۔ جرمنی یہ بھی چاہتا تھا کہ ایام گزشتہ میں جتنے بین الاقوامی معاہدے ہو چکے ہیں ان سب کی چھان بین کے لئے ایک بین الاقوامی کمیشن مقرر کیا جائے۔ جرمنی کے مراسلے کے پہلے حصے میں اسی قسم کی تجاویز تھیں۔

مراسلے کے دوسرے حصے میں تخفیف اسلحہ کی عملی تجاویز تھیں۔ اس بارے میں جرمنی نے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی تھیں۔

(۱) گیس اور زہریلے بموں کا بنانا بند کر دیا جائے۔

(۲) دشمن کی فوج پر لڑائی کے میدان کے باہر کھلے شہروں اور قصبات

وغیرہ پر کسی حالت میں بھی بمباری نہ کی جائے۔
(۳) میدان جنگ سے تقریباً ۱۲ میل کی دوری رکھنے والے شہروں پر دور تک مارنے والی بندوقوں سے گولیاں نہ برسائی جائیں۔
(۴) گیس کے بڑے بڑے ٹینکوں کی تعمیر بند کردی جائے۔
(۵) بھاری نال والی توپیں بھی نہ بنائی جائیں۔

لوکارنو پیکٹ کی طاقتوں کی جرمنی سے خط وکتابت

جرمن حکومت کا یہ خط جب لوکا۔نو پیکٹ کی طاقتوں کو موصول ہوا تو انکی آنکھیں کھل گئیں۔اب انھیں ہٹلر کی غیر معمولی سیاسی قابلیت کا پتہ چلا۔فرانس جو جرمنی کے ساتھ سخت طرز عمل اختیار کئے جانے کیلئے کوشش کر رہا تھا فوراً ٹھنڈا ہوگیا۔اس خط سے سب کو اس بات کا یقین ہوگیا کہ ہٹلر جنگ کا خواہشمند نہیں ہے بلکہ حقیقت میں وہ امن وامان چاہتا ہے۔

یورپ کے اخباروں نے عموماً اور فرانس کے اخباروں نے خصوصیت کے ساتھ جرمنی کی اسکیم کی تعریفیں کیں۔جرمنی کا یہ خط انگلستان، بلجیم، فرانس اور اٹلی سبھی کو بھیجا گیا تھا۔جہاں تک اٹلی اور بلجیم کا تعلق ہے ان کے لئے تو اس خط کے بارے میں کوئی بات دریافت طلب تھی ہی نہیں۔لیکن فرانس اور انگلستان اس بارے میں چند باتوں کی وضاحت چاہتے تھے۔

جرمنی نے اپنی یہ اسکیم یکم اپریل کو لندن کے وزیر خارجہ کو بھیجی تھی۔اور یہ کہہ دیا تھا کہ فرانس اور انگلستان کو اس پر غور کرنے کے لئے کافی وقت دیا جاتا ہے۔فرانس نے اس سلسلے میں چند سوالات تیار کئے اور ۲۴ اپریل ۱۹۳۶ء کو لندن کے دفتر خارجہ کے توسل سے انھیں جرمنی بھیجدیا۔اس کے بعد چند

سوالات انگلستان نے اپنے طور پر بھی تیار کر کے جرمنی بھیجے۔ ان سوالات کی غایت یہ تھی کہ جرمنی کی اسکیم کو مفصل طور پر سمجھ لیا جائے۔

جرمنی اور فرانس کے ۱۹۳۶ء کے انتخابات

فرانس نے روس سے جو معاہدہ کر رکھا تھا اس کے بارے میں اہل فرانس کی رائے معلوم کرنا ضروری تھا۔ اسی طرح جرمنی میں ہٹلر کے رائن لینڈ میں جرمن فوجیں بھیجنے پر رائے عامہ کا رجحان معلوم کرنا تھا خوش قسمتی سے دونوں ہی ملکوں میں ان اقدامات کے فوراً بعد عام انتخابات کا زمانہ آگیا۔ ماہ مئی میں جرمنی میں رائن لینڈ میں فوجیں بھیجنے پر رائے عامہ طلب کی گئی۔ جو عام انتخاب ہوا اس میں ہٹلر کی نازی پارٹی کو ۹۹ فی صدی ووٹ ملے۔ نازیوں کی اس کامیابی سے سب کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ جو کچھ ہٹلر نے رائن لینڈ کے سلسلہ میں کیا اس کی پشت پر جرمن قوم کی تائید تھی۔

مئی کے اواخر میں فرانس میں بھی عام انتخابات ہوئے۔ ہر چند اس انتخاب میں موشیئے فلینڈن کو شکست ہو گئی جنہوں نے فرانس اور روس کا معاہدہ کیا تھا لیکن فرانس میں جو نئی پارلیمنٹ بنی اس نے اس معاہدے کو منظور کر لیا۔

فرانس اور برطانیہ کے سوالات پر جرمنی میں غور و خوض کیا گیا

پہلے تو جرمنی کا یہ خیال تھا کہ صلح کی اسکیم کے سلسلے میں فرانس اور برطانیہ کی طرف سے جو سوالات بھیجے گئے ہیں ان کا جواب عام انتخابات کے بعد ہی

بھجوایا جائے لیکن جب حبش کے معاملے میں انگلستان نے اپنی غیر مستقل پالیسی کا اظہار کیا تو جرمنی نے جلدی جواب نہ دیا بلکہ معاملے کو التوا میں ڈالدیا۔ مئی جون جولائی میں انگلستان کی کوئی یقینی پالیسی نہ ہونے کے سبب سے جرمنی کو کافی پریشانی لاحق رہی۔

فرانس چاہتا تھا کہ ۲۳ر جولائی ۱۹۳۶ء کو اس سلسلے میں لوکارنو پیکٹ کی طاقتوں کی کانفرنس طلب کی جائے۔ لیکن ۱۲ر جولائی ۱۹۳۶ء کو جرمنی اور آسٹریا میں ایک صلحنامہ ہوا جس میں مسولینی کا بڑا ہاتھ تھا اس لئے جب مسولینی کو اس کانفرنس کا دعوت نامہ موصول ہوا تو اس نے دعوت نامے کے جواب میں بلجیم کی حکومت کو یہ لکھا کہ وہ اس کانفرنس میں اسی صورت میں شریک ہوسکتا ہے جب جرمن حکومت کو بھی شریک کیا جائے۔ گویا مسولینی نے شرکت سے صاف انکار کردیا۔ اس کی طرف سے کورا جواب پانے کے بعد ۲۲ر جولائی کو لندن میں صرف انگلستان، فرانس اور بلجیم کی حکومتوں ہی کی کانفرنس بلائی گئی۔ اس کانفرنس میں یہ تجویز منظور کی گئی کہ لوکارنو پیکٹ کو دفن کردیا جائے اور اس کی جگہ جرمنی کے ساتھ ایک نیا معاہدہ کیا جائے۔ اس وقت سے لیکر اب تک جرمنی کے ساتھ ایک نیا معاہدہ کرنے کیلئے مسلسل کوششیں ہوتی رہی ہیں مگر اس معاہدے کی تکمیل کیلئے موافق فضا ابھی تک تیار نہیں ہوسکی ہے۔

بتیسواں باب

جرمنی کے مدبرین

جرمنی میں بہت سے ایسے بڑے بڑے سیاست داں اور مدبرین ہیں جن کا شمار دنیا کے چوٹی کے سیاست دانوں میں ہوتا ہے۔ جان گنتھر کہتا ہے کہ ہر چند ان میں سے ہر ایک ہٹلر کا پرستار ہے اور یوں اُس سے وابستہ ہے مگر ان میں آپس میں ہمیشہ حسد اور دشمنی کے مظاہرے ہوتے رہتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ ہٹلر کے جتنے مددگار ہیں ان میں سبھی نازی نہیں ہیں مثلاً شاخت نیوراث اور جرنیل بلومبرگ وغیرہ نازی عقیدے کے پیرو نہیں کہے جا سکتے۔ اس باب میں ہم جرمنی کے چند نمایاں سیاستدانوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔

جرنیل گوئرنگ

اس کی پیدائش روسن ہیم (واقع بویریا) میں ۱۲ جنوری ۱۸۹۳ء کو ہوئی گوئرنگ کا باپ جنوب مغربی جرمن افریقہ کا گورنر جنرل تھا۔ گوئرنگ کا بچپن آسٹریا کی پہاڑیوں میں کٹا ہے اس لئے ہٹلر کی مانند اس کو بھی آسٹریا سے محبت ہے۔ گوئرنگ کا ایک بھائی بھی وی اینا میں رہتا ہے۔ اس کی دو بہنوں کی شادی بھی آسٹریا ہی میں ہوئی ہے۔ اس نے ۱۹۱۲ء میں ۱۲ سال

کی عمر میں جرمنی کے ہوائی بیڑہ میں ملازمت کی ۔ جنگ عظیم میں اس نے بڑی بہادری دکھلائی اور دشمن کے ۲۳ ہوائی جہازوں کو نیچے گرایا ۔ ۱۹۱۵ء میں اس کے مناصب و اعزاز میں اضافہ کیا گیا ۔ ۱۹۱۶ء میں جرمن فوج کے تھیار ڈالدینے پر اس نے اپنی فوج کو توڑنے سے انکار کر دیا اور اپنے اعلیٰ افسروں کے زیادہ زور دینے پر بھی فوج کو نہ توڑا بلکہ نوکری چھوڑ کر چلا گیا ۔

اس کے بعد اس کے ہوائی جہاز بیکار کر دئے گئے ۔ جب وہ میدان جنگ سے برلن واپس آیا تو سوشلسٹوں نے اس کی فوجی وردی اور افسری کا بلّا پھاڑ ڈالا ۔ گوئرنگ کو اسی دن سے سوشلسٹوں سے نفرت ہے ۔

۱۹۱۹ء میں وہ سویڈن گیا وہاں اس کو ایک کاروباری ہوائی جہاز میں نوکری مل گئی ۔ یہاں اُسے بیرونیس کیرین فاک نام کی ایک عورت سے عشق ہو گیا ۔ اس عورت سے گوئرنگ نے شادی کر لی ۔

۱۹۲۲ء میں وہ ہٹلر کا پیرو بن کر پروپیگنڈے اور تحریک کے کاموں میں مصروف ہو گیا ۔ جب ۹ نومبر ۱۹۲۳ء کو ہٹلر کے ساتھیوں پر میونک میں گولی چلائی گئی تو اس وقت وہ بھی سخت زخمی ہوا تھا ۔ اس واقعے کے بعد وہ اٹلی بھاگ گیا ۔ جہاں سے وہ سویڈن گیا ۔ جنرل گوئرنگ کی بیوی اس کے ۱۹۳۲ء میں رائخ شاگ کا صدر بننے سے چند دن پہلے ہی سویڈن میں مر چکی تھی ۔ گوئرنگ نے اس کی قبر اپنے گھر میں ہی بنائی ۔ اس نے اپنی بیوی کا بت بنا کر اُس کے چاروں جانب شیشے لگوائے ۔ بجلی کی روشنی میں وہ اس بت کی پوجا کیا کرتا تھا ۔ اس کے بعد گوئرنگ کا خیال ایمی سونے مین کی طرف راغب ہوا ۔ یہ خاتون سینما ایکٹریس تھی ۔ اُس نے گوئرنگ کے ساتھ اپریل ۱۹۳۵ء میں شادی کی ۔ شادی کی تقریب میں ہٹلر بھی شامل تھا ۔ ان

دونوں کو اسی وقت ۱۲ لاکھ روپے کی چیزیں بطور تحفہ ملیں۔ ۱۹۳۵ء کے آخر میں جنرل گوئرنگ رائخ شٹاگ کا صدر جرمن فوجوں کا جنرل، ہوائی بیڑے کا جنرل، پولیس کا جنرل، ہوائی بیڑے کا وزیر پرشا کا وزیر اعظم، شکارگاہوں کا مہتمم رائخ کے جنگلات کا اعلیٰ افسر اور ٹیلی وژن کا ڈائرکٹر تھا۔ وہ اپنی مختلف قسم کی پوشاکوں کے لئے بہت مشہور ہے۔ اس کی رہائش گاہ بھی خوب آراستہ و پیراستہ رہتی ہے۔ بویریا میں اس کا اپنا ذاتی مکان ہے۔ یہاں اس کو مقامی حکومت کی طرف سے پانچ ہزار ایکڑ زمین بھی ملی ہوئی ہے۔ وہ شہر کے بچوں کے ساتھ اکثر کھیلا کرتا ہے۔ اسے اپنے جسم پر میڈل آراستہ کرنے کا بھی شوق ہے۔ اس شغل کے علاوہ دنیا میں اسے سب سے زیادہ جس چیز سے اُنس ہے وہ ہوائی بیڑہ ہے۔

ڈاکٹر گوئبلز

ڈاکٹر جوسف پال گوئبلز (Josef Paul Goebbles) کی پیدائش ۱۸۹۷ء میں رائن لینڈ میں ہوئی تھی۔ وہ ہیڈلبرگ یونیورسٹی کا ڈاکٹر ہے۔ اس کا باپ ایک ٹیچر تھا اور دادا کاشتکار تھا۔ گوئبلز ایک اچھا مصنف بھی ہے اور اس وقت تک بہت سی اچھی اچھی کتابیں لکھ چکا ہے۔ ڈاکٹر گوئبلز کی زندگی پر اس کی شریک حیات کا بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ گوئبلز سے شادی کرنے سے پہلے وہ بیوہ تھی۔ ہٹلر اپنی چانسلری کے پہلے برس میں اکثر گوئبلز کے ساتھ بیٹھ کر گانا سنا کرتا تھا۔

۱۹۲۲ء میں ہٹلر کی ایک ہی تقریر سننے کے بعد گوئبلز اس کا پیرو بن گیا۔ اس کے بعد وہ رائن لینڈ گیا اور وہاں اس نے ایک زبردست نازی پارٹی

ڈاکٹر گوئبلز

بنائی ۔ بہت جلد گوئبلز ایک اہم نازی لیڈر بن گیا۔ ۱۹۲۶ء میں ہٹلر نے اُسے اس غرض سے برلن بھیجا کہ وہ وہاں بھی ایک نازی پارٹی بنائے ۔ یہاں گوئبلز نے اینگرلف کے نام سے ایک اخبار نکالا ۔ اس اخبار نے اتنا زبردست کام کیا کہ آئندہ چار برس میں میونک کے بعد برلن نازیوں کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔

گوئبلز جرمنی کا بہترین مقرر ہے ۔ وہ مخالفوں پر بڑی زبردست نکتہ چینی کرتا ہے ۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک ہی وقت میں اس کے خلاف ۲۶ ازالۂ حیثیت عزت کے مقدمے چل رہے تھے ۔ ۱۹۳۵ء کے اواخر میں گوئبلز حکومت کا وزیر پروپیگنڈہ بن گیا ۔ اس حیثیت میں ملک کے سارے اخبار اور ریڈیو اسٹیشن اس کے زیر اختیار آ گئے ۔ اس کا پروپیگنڈہ کرنے کا ڈھنگ بہت موثر ہے ۔ چونکہ وہ پروپیگنڈے کا وزیر ہے اس لئے جرمنی کے ساری اخبارات اس کے ہاتھ تلے ہیں ۔ اس کی اجازت کے بغیر اخبارات میں کوئی چیز شائع نہیں ہو سکتی ۔ اسے یہ بھی اختیار ہے کہ اپنے ساتھی وزرائے حکومت کی تقریروں پر سنسر کرے ۔ ماہ جون ۱۹۳۴ء میں اس نے پاپین کی ماربرگ کی تقریر ضبط کر لی تھی ۔ ماہ اگست ۱۹۳۵ء میں اس نے کونگزبرگ میں ڈاکٹر شاخت کی اس تقریر کو ضبط کر لیا جسمیں گرم پارٹی والوں کو خطرات سے آگاہ کیا گیا تھا ۔ جب تک کسی اخبار نویس یا نامہ نگار کے پاس ڈاکٹر گوئبلز کا سرٹیفکٹ نہ ہو جرمنی میں اُسے صحافت کے پیشے میں نوکری نہیں مل سکتی ۔

ڈاکٹر فرک

گوئرنگ اور گوئبلز کے بعد جرمنی کا مشہور آدمی ڈاکٹر ولہلم فرک (Dr. Wilhelm Frick) ہے ۔

جب ہٹلر پہلی دفعہ جرمنی کا چانسلر یا وزیر اعظم بنا تھا تو اس نے اپنے پہلے کابینۂ وزارت میں ڈاکٹر فرک کو بحیثیت وزیر داخلہ شامل کیا تھا۔ صرف اسی ایک بات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ ہٹلر اس کی ہستی کو کتنا اہم سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس وقت نئی حکومت کے سامنے منجملہ دیگر مشکلات کے ایک مشکل جرمنی کی اندرونی فضا پر قابو پانا بھی تھا۔

اس وقت سے لیکر اب تک ڈاکٹر فرک اسی عہدے پر کام کر رہا ہے۔ گویا اس نے ہٹلر کے اعتماد اور انتخاب کو صحیح ثابت کر دکھایا۔

جرمنی کی سول حکومت ڈاکٹر فرک ہی کے ماتحت ہے۔ اس اعتبار سے جرمنی کے تمام اسکول، نوکریاں، اور پولیس وغیرہ محکموں کی حیثیت سے اس کے زیر اثر ہیں۔ اور ان میں بہت بڑی حد تک اس کا ہمہ گیر رسوخ کام کرتا ہے۔

ڈاکٹر فرک ۱۸۷۷ء میں پیدا ہوا تھا۔ اس کی جنم بھومی پیلیٹنیٹ نامی مقام ہے جسے جرمنی کی تاریخ میں کافی سیاسی اہمیت حاصل ہے۔

وہ قانون میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کر چکا ہے۔ ہر چند اس کے تعلقات ہٹلر سے بہت زیادہ گہرے نہیں ہیں۔ مگر اس کے باوجود ایک مفید عضو سلطنت ہونے کے اعتبار سے ہٹلر اس کی بہت عزت کرتا ہے۔

جرمنی کے جس قانون کی رُو سے جرمن حکومت نے یہودیوں کی صحیح تعریف کی ہے وہ ڈاکٹر فرک ہی کے دماغ کی پیداوار ہے۔

اِسی طرح جرمنی کے اسکولوں میں درسائی کے صلحنامے کے خلاف جو دعا مانگی جاتی ہے اور جسے ہر اسکول کے لئے لازمی قرار دے دیا گیا ہے وہ بھی ڈاکٹر فرک ہی کے درخشاں کارناموں میں سے ایک ہے۔

ہیس

روڈلف ہیس (Rudolf Hess) جرمنی میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ وہ مصر کی پیدائش ہے۔ اُس کی جائے پیدائش مصر کے مشہور شہر الگزینڈریا یا اسکندریہ میں ۱۸۹۶ء میں ہوئی تھی۔

عہدے کے لحاظ سے وہ ہٹلر کا پرسنل اسسٹنٹ (Personal Asst.) ہے۔ نازی پارٹی کا ڈپٹی لیڈر بھی وہی ہے۔ اور وہ جرمنی کی قومی پارلیمنٹ رائخ کا بے قلمدان کا وزیر بھی ہے۔

گویا وہ ہٹلر کا پرائیویٹ سکریٹری اور اس کا محافظ خصوصی ہے۔ اور جرمنی کے جنم داتا اور رہبر قوم کا پرستار اور اس کا خادم ہے۔

ہیس بھی ایک اور اہم نازی لیڈر کی مانند ہٹلر کی ایک ہی

تقریر سُن کر اُس کا پیرو بن گیا۔ اُس کی یہ عقیدت اتنی بڑھی کہ آج وہی ہٹلر کی زندگی اور اُسکے وجود کا خصوصی محافظ ہے۔

جس طرح گوئرنگ جنگ عظیم میں ہوائی فوج کا ایک افسر تھا، اسی طرح ہیس بھی ہوائی فوج میں ایک افسر کے عہدے پر تھا۔

جو لوگ ہٹلر سے ملاقات کرنی چاہتے ہیں اُنھیں پہلے ہیس سے اجازت طلب کرنی پڑتی ہے۔ اس سے اجازت لئے بغیر ہٹلر سے ملاقات نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ روزانہ ہیس کے دفتر میں ہٹلر سے ملاقات کے خواہشمندوں کی ایک زبردست بھیڑ لگی رہتی ہے۔

جب اسٹریسر کو بے عزت کر کے ہٹلر نے پارٹی سے نکال دیا تھا تو اس وقت اُس نے ہیس کو نازی پارٹی کے پولٹیکل ڈپارٹمنٹ کا افسرِ اعلیٰ بنا دیا تھا۔ یہ ذکر سنہ ۱۹۳۲ء کا ہے۔

ہیس کی زندگی میں تنہا آرزو ہٹلر کی پرستش اور اس کی عقیدت ہے۔

ہائنرخ ہملر

ہائنرخ ہملر (Heinrich Himmler)، اسپرنگ دار چشمے لگاتا ہے۔ اس ہیئت میں وہ بالکل ایک اسکول ٹیچر معلوم ہوتا ہے۔

رائخ کی طرف سے وہ سیاہ قمیص والوں کا کمانڈر ہے۔

اور ساری جرمن پولیس کا افسر اعلیٰ ہے۔ اس کی پیدائش سنہ ۱۹۰۰ء میں کسی غیر معروف مقام پر ہوئی تھی۔

جب سنہ ۱۹۲۳ء میں ہٹلر نے رائخ پر دھاوے کا ارادہ کیا تھا اور چڑھائی ہوئی تھی، تو اس میں ہملر نے بھی حصہ لیا تھا۔

سنہ ۱۹۲۷ء میں جب ہٹلر نے روہم کے طوفانی فوج والوں کے خلاف کالی قمیض والوں کی آرگنائزیشن بنائی تو ہملر کو اُن کا ڈپٹی لیڈر بنایا گیا۔

اس کے بعد سنہ ۱۹۲۹ء میں وہ کالی قمیض والوں کا لیڈر سنہ ۱۹۳۳ء میں میونک کی پولیس کا صدر اور سنہ ۱۹۳۴ء میں پولیٹکل پولیس کا افسر اعلیٰ بنایا گیا۔ دراصل خاکی قمیض والے فوج ہیں اور سیاہ قمیض والے محافظ ہیں۔

ہملر جرمنی کی خفیہ پولیس کا افسر اعلیٰ بھی ہے۔ یوں وہ بڑی زبردست طاقت کا مالک ہے۔ اور وہ بہت سے ایسے خفیہ حکمناموں کی تعمیل کرتا ہے جن کے بارے میں جرمنی کی حکومت خود کو بالکل بے قصور یا ناواقف ظاہر کرتی ہے۔

ولہیلم بُروکنر

ولہیلم بُروکنر (Wilhelm Bruckner) ہٹلر کا چیف باڈی گارڈ ہے۔

اس کو فہرر (ہٹلر) کا ایڈجٹنٹ کہا جاتا ہے اور ہر اعتبار

سے وہ اس منصب کا اہل ہے۔ وہ ہٹلر سے کبھی دور نہیں رہتا اور اُس کے کمرے کے باہر ہی سوتا ہے۔

اُس کی پیدائش بیڈن بیڈن (Baden Baden) میں ۱۸۸۶ء میں ہوئی تھی۔ جب روہسم کی گرفتاری ہوئی تھی تو اُس وقت وہ ہٹلر کے طرفداروں میں تھا۔

وہ کالی قمیض والوں کا بریگیڈیر جرنیل بھی ہے۔

جولیس سٹرائخر

جولیس سٹرائخر فرینکونیا کے رائخ کمشنر کے منصب پر فائز ہے۔ یہودیوں سے بے انتہا نفرت کرنے کے معاملے میں وہ بہت مشہور ہے۔

مشہور ادیب اور مصنف ہیل نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ جولیس سٹرائخر یہودیوں سے اتنی شدید نفرت کرتا ہے کہ ماہ جولائی ۱۹۳۳ء میں اس نے ۲۵۰ یہودیوں کو گرفتار کر کے ان کے ساتھ یہ ذلت آمیز سلوک کیا تھا کہ ان سے کھیتوں کی گھانس دانتوں سے کتروائی تھی۔

جولیس اسٹرائخر ایک مدت سے یہودیوں کی مخالفت میں کام کر رہا تھا۔

جرمنی میں نازی حکومت ترتیب پانے پر جولیس سٹرائخر ہی نے اپریل ۱۹۳۳ء میں برلن میں یہودیوں کے بائیکاٹ کی تحریک چلائی تھی۔ اُس نے فرینکونیا کے ۳۶ گاؤں کے ۲۲ ہزار باشندوں

میں سے یہودیوں کو ایک ایک کر کے نکال دیا۔

ہٹلر اس پر بہت زیادہ اعتماد کرتا ہے۔ ہٹلر نے اپنی سوانحعمری میں فقط دو نازیوں ہیس اور جولیس سٹرائخر کا ہی تذکرہ کیا ہے۔

اس کی پچاسویں سالگرہ میں شامل ہونے کے لئے ہٹلر برلن سے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر نوریمبرگ پہنچا تھا۔

ہیلڈارف

کاؤنٹ وُلف فان ہیلڈارف (Count Wolf von Helldorf) جولائی ۱۹۳۵ء میں برلن کا پولیس افسر بنایا گیا تھا۔ اسی وقت برلن میں یہودیوں پر دوسری دفعہ مصیبت آئی تھی۔ اُس کو اسی قصور میں ۱۹۳۱ء میں قید کی سزا دی گئی تھی۔

شیرخ

بالڈور وان شیرخ (Baldur Von Shirach) جرمنی کی نوجوانوں کی تحریک کا لیڈر ہے۔ اس کی پیدائش ۱۹۰۷ء میں ہوئی تھی۔ وہ ہٹلر کا بڑا عقیدت مند ہے اور ہٹلر کی تعریف میں نظمیں بھی لکھتا ہے۔

اس کو مذہب سے بھی محبت ہے۔

ڈارے

آر والٹر ڈارے (R. Walter Darre) کسان لیڈر اور رائخ کا وزیر زراعت ہے۔

اُس کی پیدائش ۱۸۹۵ء میں ہوئی تھی۔ پہلے وہ محکمۂ زراعت میں ملازم تھا۔ بعد کو وہ نازی پارٹی میں شامل ہوا۔

ہنگن برگ کے بعد اُسے کابینہ میں لیا گیا۔ اُس نے اناج کا نرخ طے کرنے کی سکیم بنائی اور وراثت اراضی کا قانون بنایا۔ اس قانون کی رو سے کسانوں کی پرانی زمین کو بیچا یا گروی نہیں رکھا جا سکتا اور وہ مالک اراضی کے ورثا کے دائمی قبضے میں رہتی ہے۔

جرمن عورتوں کو گھر کے کام میں لگانے کی سکیم بھی اُسی کی ہے۔

ڈاکٹر رابرٹ لائی

ڈاکٹر رابرٹ لائی (Dr Robert Ley) ٹریڈ یونیوں کا لیڈر ہے۔

جرمنی کے لیگ اقوام سے استعفیٰ دینے سے پیشتر وہ بین الاقوامی مزدور کانفرنس کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے جینوا گیا تھا۔

جنگ عظیم میں وہ ہوائی جہاز چلایا کرتا تھا۔

نازی پارٹی میں وہ ابتدا ہی سے شامل ہو گیا تھا۔ اور وہ

ہٹلر سے بڑی عقیدت رکھتا ہے۔

بلام بیرگ

کرنل جرنیل ویرنر ایڈوآرڈ فرٹز وان بلام بیرگ (Col. General Werner Eduard Fritz Blomberg) ابھی پچھلے دنوں تک جرمنی کا وزیر جنگ تھا۔

اس کی پیدائش ۲ر فروری ۱۸۷۸ء کو ہوئی تھی۔ اس کا خاندان افسروں کا خاندان کہلاتا ہے۔

اُس نے ابتدا ہی سے فوج میں نوکری کی تھی۔ ۱۸۹۷ء میں اسے سیکنڈ لیفٹنٹ، ۱۹۰۷ء میں فرسٹ لیفٹیننٹ اور ۱۹۱۱ء میں کپتان بنایا گیا۔

جنگ عظیم میں کپتان بلام بیرگ نے میدان جنگ میں مغربی محاذ پر قابل تعریف خدمات انجام دی تھیں۔

۱۹۱۶ء میں اس کو میجر بنا دیا گیا۔ جنگ کے بعد اُس کو فوج کی تنظیم کا کام دیا گیا۔

۱۹۲۵ء میں اس کو کرنل بنایا گیا اور ۱۹۲۸ء کے بعد اُس کے عہدہ میں جلد جلد ترقی ہوتی ہو گئی۔

اسی سال یعنے ۱۹۲۸ء میں اسے میجر جرنیل کے عہدے پر فائز کیا گیا۔ ۱۹۲۹ء میں وہ لفٹنٹ جرنیل کے منصب پر سرفراز ہوا اور ۱۹۳۰ء میں جرنیل بن گیا۔

۱۹۳۳ء میں تخفیف اسلحہ کا نفرنس ہوئی۔ اس میں جرمنی کا نمائندہ

بھیجنے کی ضرورت تھی۔ ملک کی نگاہ انتخاب کرنیل جرنیل بلام برگ ہی پر پڑی۔ اور اُسے تخفیف اسلحہ کانفرنس میں جرمنی کا نمائندہ بنا کر بھیجا گیا۔

۲۰ راپریل ۱۹۳۶ء کی تاریخ جرمنی کے لئے بہت اہم تھی کیونکہ اس تاریخ کو ہٹلر کی سالگرہ منائی گئی تھی۔ اسی تاریخ کو بلومبرگ کے اعزاز میں بھی ایک اہم اضافہ کیا گیا۔ یعنی اُسے جرمنی کی افواج کا فیلڈ مارشل بنا دیا گیا۔

بلومبرگ یورپ کی کئی زبانیں جانتا ہے اور نہ صرف یہ کہ ان پر عبور رکھتا ہے بلکہ پوری طرح ان کا ماہر ہے۔ اس کی اس لسانی قابلیت سے جرمنی کو بعض نازک سیاسی مواقع پر خصوصی فائدہ پہنچا ہے۔

بلومبرگ نے متعدد ممالک کا سفر بھی کیا ہے۔ اسمیں سیر و سیاحت کرنے اور مناظر دیکھنے کا قدرتی ولولہ ہے۔ اور اسی لئے اپنے سرکاری فرائض کی تکمیل میں مصروف رہنے کے باوجود اس نے دنیا کے مختلف حصوں کی سیاحت بھی کی ہے۔

جہاں تک اس کے سیاسی عقیدے کا تعلق ہے بلومبرگ نازی نہیں ہے۔ مگر اس کے باوجود بھی اسے ہٹلر کی ذات سے بڑی عقیدت ہے اور وہ ہمیشہ پوری وفاداری کیساتھ ہٹلر کا حکم مانتا رہا ہے۔

تحریک کی ابتدا سے بلومبرگ نازیوں کیساتھ بھی نہیں ہے۔ ہٹلر سے اس کا تعارف نازیوں کی جد و جہد کی ابتدا کے بہت بعد یعنی ۱۹۳۳ء میں ہوا۔ مگر جب ہٹلر نے اسکی قابلیت کو دیکھا اور اُس کے شریک کار لڈوک ملر نے بلومبرگ کی سفارش کی تو ہٹلر نے بلا پس و پیش اُسے جرمنی کا وزیر دفاع بنا دیا۔

جرنیل فریچ

جرنیل ویرنر فریہروان فریچ (General Werner Freiherr von Fritsch) بلومبرگ کے ماتحت وزیر اعظم کے منصب پر تھا۔ وہ ایک مکمل سپاہی تھا۔ بلومبرگ کو ہٹلر کا پرستار کہا جا سکتا ہے تو فریچ مادر وطن کا پجاری ہے۔ اس کی پیدائش ۱۸۸۰ء میں رائن لینڈ میں ہوئی تھی اسے ہنڈنبرگ کی فوج میں شامل رہنے کا بھی موقع ملا تھا۔ اس کی صحت عموماً خراب رہتی تھی۔ اس سبب سے اس نے بھی ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو اپنی خدمت سے سبکدوشی حاصل کر لی۔

بیرن نیوراٹ

بیرن کانسٹینٹین وان نیوراٹ (Baron Constantin Neurath) ۱۸۷۳ء میں ہمبرگ کے مقام پر ایک رئیس گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ اول اس نے قانون کی تعلیم حاصل کی پھر جرمنی کے سیاسی محکمے میں ملازم ہو گیا۔ ترقی کرتے کرتے وہ لندن میں جرمنی کا سفیر بن گیا۔ جب پاپین چانسلر بنا تو اس نے نیوراٹ کو وزیر خارجہ بنایا۔ اسے منرولوجی کا بھی اچھا علم ہے ہٹلر کے چانسلر بننے پر ہنڈنبرگ نے یہ اصرار کیا کہ نازیوں کو بین الاقوامی معاملات میں انتہا پسندانہ طرز عمل سے باز رکھنے کے لئے نیوراٹ ہی کو وزیر خارجہ کے عہدے پر قائم رکھنا مناسب ہے جب اس نے ۴ فروری ۱۹۳۸ء کو استعفے دیا تو ہٹلر نے اس کو وزیروں کی خفیہ کونسل کا صدر بنا کر اس کے کام کے بوجھ کو ہلکا کر دیا۔

وان ربن ٹراپ

یوآخین وان ربن ٹراپ (Joachein von Ribben trop)

نیوراٹ کے مقابلہ میں ہٹلر سے زیادہ قریب ہے۔ تخفیف اسلحہ کے موضوع پر یہی شخص ہر ہٹلر کو صلاح مشورہ دیا کرتا تھا۔ ۱۹۳۵ء میں اینگلو جرمن صلح نامہ پر جرمنی کے جن نمائندوں نے دستخط کئے ان کی قیادت اس نے کی تھی۔ ہٹلر کے رائن لینڈ پر قبضہ کرنے کے بعد ان طاقتوں سے بھی جو لوکارنو پیکٹ میں شامل تھیں ہٹلر کی نمائندگی اسی نے کی تھی۔ بعد کو اُسے لندن میں جرمنی کا سفیر مقرر کر دیا گیا۔

اس کی جائے پیدائش بھی رائن لینڈ ہی ہے۔ اس کا باپ ایک پنشن یافتہ لفٹننٹ کرنیل تھا۔ وہ وان ہے۔ وان جرمنی کے روسا کا خطاب ہے۔ لیکن ربن ٹراپ اپنی ایک خطاب یافتہ چچی کا متبنّیٰ بننے کی وجہ سے وان بن گیا۔

بڑا ہو کر وہ فوج میں نوکر ہو گیا۔ ورسائی کے صلح نامہ کے نمائندوں کی جماعت میں اُسے ایک مختصر سی خدمت سپرد کی گئی تھی۔ اس کے بعد ربن ٹراپ نے اناھینکیس نامی ایک مالدار عورت سے شادی کی۔ وہ جرمنی کے سب سے بڑے شراب (شامپین) ساز کی لڑکی تھی۔ شادی کے بعد ربن ٹراپ نے اپنے سسرے کے ایجنٹ کی حیثیت سے شراب فروخت کی۔ اس سلسلے میں جو سفر اس نے کئے ان سے بہت جلد اس کا ملک کے بہت سے ذی اثر اور صاحب ثروت لوگوں سے تعلق ہو گیا۔ شراب کی فروخت کے سلسلے میں اس نے بہت سے ملکوں کے سفر کئے اور متعدد زبانیں سیکھ لیں۔ ہر چند عقیدے کے اعتبار سے وہ نازی ہے مگر کٹر قوم پرست ہے۔ سب سے پہلے اُسے پاپین کے مددگار کی حیثیت سے ملک میں شہرت حاصل ہوئی۔ ہٹلر کے چانسلر بننے سے پہلے ہٹلر اور پاپین میں جو گفت و شنید ہوئی تھی اس کا بندوبست اسی نے کیا تھا۔ اس کو ہٹلر نے ربن ٹراپ کا احسان تو مانا ہی مگر وہ اس کی شخصیت سے بھی متاثر ہو گیا۔ اسی کے اثر سے ہٹلر نے لیگ اقوام کی ممبری سے استعفےٰ دیدیا۔ ربن ٹراپ کو دیگر ممالک

میں عام طور پر اور برطانیہ میں جرمنی کے سفیر کی حیثیت سے بہت زیادہ شہرت حاصل ہو چکی ہے۔ ۴ر فروری ۱۹۳۸ء کو اسے وزیر خارجہ بنایا گیا۔

وان پاپین

وان پاپین کی پیدائش ویسٹ فالیا میں ۱۸۷۹ء میں ہوئی۔ اس کی ابتدائی زندگی کا حال معلوم نہیں ہو سکا بڑا ہو کر وہ ایک فوجی رسالے میں لفٹنٹ ہو گیا اور سار کے ایک مشہور تاجر کی لڑکی سے شادی کی۔ اس سے اس کی حیثیت بڑھ گئی اور اس کا تبادلہ ایک بلند درجے کی سپاہ میں ہو گیا۔ ۱۹۱۳ء میں ملٹری اتاچی کی حیثیت سے واشنگٹن بھیجا گیا یہاں اس نے بہت جلد عام مقبولیت اور شہرت حاصل کر لی۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے جنگ عظیم میں شامل ہونے سے پہلے دسمبر ۱۹۱۵ء میں اسے مع اس کے ہمراہیوں کے امریکہ سے رخصت کر دیا گیا۔

بس جہاز میں پاپین امریکہ سے جرمنی روانہ ہوا اسے رستہ میں انگریزوں نے پکڑ لیا اور جہاز کی تلاشی لی اور وان پاپین کے بہت سے مسودات چھین لئے۔ ان مسودات سے یہ بھید کھلا کہ امریکہ کے متعدد خفیہ جاسوس امریکہ میں جرمنی کے حق میں کام کر رہے تھے۔ جب وہ برلن پہنچا تو اسے ٹرکی جانے والی جرمن فوج میں ایک عہدہ دیدیا گیا۔ جب انگریزوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو کیپٹن وان پاپین اپنے سامان کے ٹرنک کو چھوڑ کر بھاگا۔ اس ٹرنک میں جو کاغذ تھے ان سے امریکہ کے مزید جرمن جاسوسوں کا حال معلوم ہوا۔

جنگ عظیم کے بعد وان پاپین جرمنی کے سیاسی میدان میں اترا اور ایک مشہور پبلک لیڈر بن گیا۔ اور یہاں تک ترقی کی کہ یکم جون ۱۹۳۲ء کو بروننگ کے منصب سے ہٹنے کے بعد وان پاپین جرمنی کا چانسلر بنا۔ نومبر ۱۹۳۲ء میں ہٹلر کی نازی پارٹی

نے اپنا سیاسی دباؤ ڈالا تو اسے چانسلر کا منصب شلائخر کے لئے چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن بعد میں اس نے نیشنلسٹ پارٹی کی طرف سے ہٹلر سے اتحاد کر لیا اس اتحاد کے نتیجے کے طور ۳۰ جنوری ۱۹۳۳ء کو ہٹلر چانسلر اور وان پاپین وائس چانسلر بنایا گیا۔ اس منصب پر وہ جون ۱۹۳۴ء تک فائز رہا۔ جولائی ۱۹۳۴ء میں وہ آسٹریا کے چانسلر ڈولفس کے قتل کے بعد جرمن منسٹر بنا کر آسٹریا بھیجا گیا۔ وہاں اس نے جولائی ۱۹۳۶ء میں شہرۂ آفاق آسٹریا جرمن صلحنامہ کیا۔ ۴ فروری ۱۹۳۸ء کے بعد اس کو جرمن منسٹر بنا کر انگلستان بھیجا گیا۔

روسنبرگ

الفریڈ روسنبرگ (Alfred Rosenberg) کا مقام نازی ہونے کی وجہ سے جرمنی کے محکمہ خارجہ میں نیوراٹ، ربن ٹراپ اور پاپین سے بھی زیادہ اہم ہے وہ ہٹلر کا بہت قریبی کارکن ہے اور ہٹلر کے اخبار فل کشچر بیو باشٹر کا ایڈیٹر بھی ہے۔ ہٹلر کی مانند وہ بھی غیر شادی ہے۔ اس کی پیدائش جنوری ۱۸۹۳ء ریول میں ہوئی تھی۔ یہ مقام اس وقت روس کی سلطنت میں تھا مگر آج کل وہ ستھونیا کا دار الخلافہ ہے۔ روسن برگ کو سویٹ یونین حکومت سے بے انتہا نفرت ہے۔

اس کی تعلیم پہلے ریگا اور پھر ماسکو میں ہوئی۔ اس بات کا کچھ حال معلوم نہیں کہ انقلاب روس کے بعد اس نے کس طرح زندگی بسر کی ۱۹۱۹ء وہ میونک آیا۔ اس وقت بھی وہ ایک جرمن باشندہ ہونے کی بہ نسبت زیادہ روسی تھا ہٹلر سے ملاقات ہونے پر دونوں میں رشتۂ تعلق استوار ہوگیا۔ روسن برگ نازیوں کی عالمگیر ملوکیت کے خواب دیکھا کرتا ہے۔ اس کی تجویز یہ ہے کہ جرمنی اور پولینڈ مل کر روس پر حملہ کریں اس کے بعد جرمنی بحیرۂ بالٹک کے   کی حکومتوں پر اور پولینڈ یوکرین پر

اس وقت تک کے لئے قبضہ کرے جبتک جرمنی اس کو دوبارہ نہ لے لے ۔

ڈاکٹر شاخت

ڈاکٹر شاخت (Dr Shacht) کی پیدائش صوبہ سلیشوگ میں ۱۸۷۷ء میں ہوئی تھی۔ اس کی ماں ڈنمارک کی تھی ۔ اس کے بچوں کے نام بھی ڈنمارک کے باشندوں کے ناموں سے ملتے جلتے ہیں۔ اس نے جرمنی کی کئی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر کے ڈاکٹر کی سند حاصل کی ۔ پہلے وہ ایک بینک میں ایک معمولی کلرک کی حیثیت سے نوکر ہوا ۔ چونکہ وہ ہوشیار اور الوالعزم تھا۔ اس لئے اس نے بہت جلدی ترقی کر لی ۱۹۰۸ء میں وہ بینک کا ڈپٹی ڈائرکٹر ہوگیا۔ ۱۹۱۶ء میں وہ ڈائرکٹر ہوکر ایک اور بینک میں چلا گیا۔ ۱۹۲۳ء میں جب مارک کی قیمت گری تو اس کو رائخ کا کرنسی کمشنر بنایا گیا۔ اس نے اینٹن مارکس نامی ایک نیا سکہ ایجاد کیا اور اس طرح جرمنی کو تباہی کے منہ سے بچایا اس کارنامے کے صلہ میں اس کو رائخس بینک کا صدر بنادیا گیا۔ فنانس منسٹر کی جگہ بھی اسے دیجانی تجویز ہوئی تھی۔ مگر چونکہ اس جگہ کی تنخواہ کم تھی اس لئے اس نے اسے قبول کرنیسے انکار کردیا تھا۔ جب ہیگ کے سمجھوتہ سے ینگ کمیشن کی تجویز کو منظور کیا گیا تو ڈاکٹر شاخت نے ۱۹۳۰ء میں اس کی مخالفت کرتے ہوئے ملازمت سے استعفٰی دیدیا لیکن ۱۹۳۳ء میں ہٹلر نے دوبارہ اسے رائخس بینک کا صدر بنادیا ہٹلر سے تعلقات قائم ہونے سے پیشتر اس کی آرزو جرمنی کا اشٹرتی بننے کی تھی ۱۹۱۹ء میں شورائیہ کے بانیوں میں سے ایک وہ بھی تھا۔ اس نے ۱۹۳۰ء میں گوئرنگ کے ذریعہ ہٹلر سے ملاقات کی ۱۹۳۱ء میں اس نے نازی عقیدہ قبول کرلیا۔ اس کی تنخواہ

۳ لاکھ مارک سالانہ تھی جس میں سے وہ فقط تیس ہزار خرچ کرتا تھا۔ فنانس منسٹر کی تنخواہ فقط ۸۰۰ ہزار مارک ہونے کیوجہ سے وہ اس جگہ کو پسند نہیں کرتا۔ دیہات میں اس کی زمینداری بھی ہے۔ ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء کو ہٹلر نے ڈاکٹر شاخت کو رائخس بینک کی صدارت کے علاوہ فنانس منسٹر کا عہدہ بھی دیدیا لیکن یہ کام ڈاکٹر شاخت سے نہ سنبھل سکا۔ اس لئے ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہر ہٹلر نے ہر والٹر فنک کو فنانس منسٹر بنا کر ڈاکٹر شاخت کو بے قلمدان وزارت کا وزیر بنادیا۔ اس کا رائخس بینک کا صدر کا منصب اب بھی اس کے پاس رہنے دیا گیا۔

تینتیسواں باب

آسٹریا کے مسئلے کی تاریخ

چونکہ آسٹریا اب جرمنی کا حصہ بن کر رائخ لنڈ میں شامل ہوگیا ہے اس لئے لوگوں کو اس بات کا اب پتہ چلا ہے کہ دراصل آسٹریا کے باشندے بھی نسلی اعتبار سے جرمن ہی ہیں لیکن ہماری اس کتاب کے ناظرین اس بات سے واقف ہیں کہ اپنی قدیم تاریخ کے لحاظ سے بھی جرمنی اور آسٹریا ایک ہی ہیں اصل میں جرمنی۔ فرانس اور آسٹریا تینوں ہی کی تاریخ چارلز اعظم یا شارلیمین سے شروع ہوتا ہے۔ شارلیمین کے بیٹے لوئی پرہیز گار کے انتقال پر اس کے تینوں بیٹوں ورڈون کے معاہدے کی رو سے اس کی سلطنت کے تین حصے کرلئے اس معاہدے کے مطابق لوئی پرہیز گار کے بیٹے لوئی کو دریائے رائن کے مشرق

کا وہ حصہ ملا جس میں اب جرمنی اور آسٹریا وغیرہ ہیں۔ شارلیمین کے خاندان کے بعد سرداروں نے جرمنی کی ایک ریاست سیکسنی (Saxony) کے ڈیوک ہنری کو بادشاہ بنایا۔ اس کے بیٹے اوٹو نے مقدس دولت روما کی بنیاد رکھی جس میں آسٹریا اور جرمنی بھی تھے۔ ۱۱۳۸ء میں اس خاندان کی سلطنت ہوہین سٹوفن خاندان کے ہاتھوں میں آئی۔ اس خاندان کے فریڈرک باربوسا کے عہد حکومت میں ۱۱۵۶ء میں بویریا کے مشرق میں واقع ڈینیوب کے جنوب میں آسٹریا نام کی ایک خود مختار جاگیر (Duchess) کی بنا رکھی اس جاگیر کا مالک آسٹریا کا ڈیوک کہلاتا تھا لیکن وہ مقدس دولت کے شہنشاہ کا ماتحت تھا

ہیپبرگ خاندان کی حکومت

۱۲۷۳ء میں ہیپبرگ خاندان کا کاؤنٹ روڈلف شہنشاہ بنایا گیا لیکن اس کے خاندان کے ہاتھ سے سلطنت بہت جلد نکل گئی۔ ۱۴۱۱ء میں سجسمنڈ شہنشاہ بنایا گیا اس نے ۱۴۳۷ء تک حکومت کی۔ اس کی اکلوتی لڑکی ایلزبتھ تھی جس کی شادی آسٹریا کے ڈیوک البرٹ کے ساتھ ہوئی تھی سجسمنڈ کے بعد اس کا خاوند البرٹ پنجم کے نام سے تخت پر بیٹھا اور اس طرح سلطنت پھر ہیپبرگ خاندان کے قبضہ میں آگئی اور اس کے بعد اس خاندان میں سلطنت ۱۹۱۸ء تک رہی گو جرمنی اس دوران میں اس کی سلطنت سے نکل گیا۔

اس وقت تک مقدس دولت روما کا دارالسلطنت اکثر تبدیل ہوتا رہتا تھا لیکن البرٹ پنجم نے وی اینا کو اپنا مستقل دارالخلافہ بنا لیا۔ شہنشاہ سجسمنڈ نے ۱۴۱۵ء میں ہوہین جولرن خاندان کے فریڈرک کو برینڈنبرگ کی جاگیر دی تھی ۱۶۸۸ء میں برینڈن برگ کی گدی پر فریڈرک بیٹھا۔ اس نے برینڈن برگ کی چھوٹی سی جاگیر کو

پرشا جیسی مضبوط حکومت میں تبدیل کر کے جرمن سلطنت کی بنیاد رکھی بعد میں فریڈرک اعظم (۱۷۴۰ء ۔ ۱۷۸۶ء) نے اس سلطنت کو اور بھی مضبوط بنا دیا۔

میریا تھریسا (۱۷۶۵-۱۷۴۰)

۱۷۱۱ء میں چارلس ششم شہنشاہ بن کر وی اینا کی گدی پر بیٹھا۔ اس نے اپنے انتقال کے بعد ایک لڑکی میریا تھریسا چھوڑی۔ دراصل چارلس پنجم کے فرمان تک جرمنی اور آسٹریا ایک تھے۔ اس کی موت کے بعد جرمنی میں فریڈرک اعظم کی قیادت میں پرشا ترقی کر گیا اور وی آنا میں میریا تھریسا شہنشاہت کا منصب اپنے شوہر لارین کے فرانسیس کو دینا چاہتی تھی۔ لیکن چارلس ششم کی آنکھ موندتے ہی سلطنت اور شہنشاہت کے منصب کے بہت سے دعویدار کھڑے ہو گئے اس بارے میں میریا تھریسا کو کئی سال تک بہت سی سلطنتوں کے ساتھ جنگ کرنی پڑی۔ آخر تھک کر ۱۷۴۸ء میں سب نے ایکسلا پیل کے مقام پر ایک صلحنامہ کیا جس کے مطابق میریا آسٹریا (مقدس دولت روم) کی ملکہ مانی گئی۔ اس کا شوہر شہنشاہ بنا۔ آسٹریا کا سائلیشیا کا علاقہ پرشا کے فریڈرک اعظم کو ملا اور سارڈینیا (اٹلی) کو سیوائے، نائیس اور لومبارڈی کا کچھ حصہ ملا۔ جس سے اٹلی میں اس کی طاقت بڑھ گئی۔ ۱۷۵۵ء میں میریا نے انگلینڈ کے خلاف فرانس صلحنامہ کر لیا اس سے ڈر کر انگلینڈ نے فریڈرک اعظم سے دوستی کر لی۔ ان صلحناموں کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہفت سالہ جنگ ہوئی جو ۱۷۵۶ء سے ۱۷۶۳ء تک جاری رہی۔ یہ جنگ ہیوبٹس برگ کے صلحنامے پر ختم ہوئی۔ اس صلحنامے کے مطابق جرمنی میں آسٹریا اور پرشا کی طاقت مساوی ہو گئی۔ سائلیشیا اب بھی پرشا ہی کے پاس رہا۔ اس جنگ میں فرانس بالکل برباد ہو گیا اور دنیا میں اس کی جگہ انگریزوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔

جوزف دوئم

(سنہ ۱۷۶۵ء سے سنہ ۱۷۹۰ء تک)

سنہ ۱۷۶۵ء میں میریا کا بیٹا جوزف دوئم اپنے باپ لورین کے فرانسس کی جگہ شہنشاہ بنا اور میریا کے مرنے پر وہ سنہ ۱۷۸۰ء میں آسٹریا کا بادشاہ بھی بنا۔ وہ ایک لائق حکمران تھا اس نے کسانوں سے بیگار میں کام لینے کا سسٹم بند کر دیا۔ پولینڈ کی حصہ تراشی میں اس کو بھی سنہ ۱۷۷۲ء میں جلیشیا اور لال روس (Red Russia) ملا۔

انقلاب فرانس

جوزف دوئم کے بعد اس کا بھائی لیوپولڈ دوئم (سنہ ۱۷۹۰ء سے سنہ ۱۷۹۲ء تک) آسٹریا کے تخت پر بیٹھا۔ اس نے ملک میں مستقل امن قائم کیا۔ اس دوران میں فرانس کے تخت پر لوئی ۱۶واں راج کر رہا تھا۔ اس کی شادی لیوپولڈ کی بہن میری اینٹونیٹ (میریا تھریسیا کی خوبصورت دختر) سے ہوئی تھی۔ فرانس میں سیاسی انقلاب ہونے پر جب لوئی کے اختیارات سلب کر لیے گئے تو اس نے لیوپولڈ سے امداد مانگی۔ لیکن لیوپولڈ دوئم نے فرانس کو نقطہ انتباہ دے کر بات کو ٹال دیا۔ فرانس کی رعایا نے اس انتباہ سے ناراض ہو کر سنہ ۱۷۹۲ء میں بادشاہ کے ساتھ طرفداروں کو مار ڈالا اور لوئی ۱۶ویں کو منصب سے علیحدہ کر کے آزادی کا اعلان کر دیا۔

شہنشاہ فرانسیس دوئم

(سنہ ۱۷۹۲ء سے سنہ ۱۸۳۵ء تک)

ادھر آسٹریا کے لیوپولڈ دوئم کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور اس کی جگہ پر اس کا بیٹا فرانسس دوئم ۱۷۹۲ء میں مقدس دولت روما کا شہنشاہ بنا۔ اس نے ۱۸۳۵ء تک حکومت کی۔ اس نے ۲۰ اپریل ۱۷۹۲ء کو فرانس کے خلاف جنگ کا اعلان کیا۔ یہ جنگ رک رک کر ۱۸۱۵ء تک جاری رہی۔ فرانس میں ۲۱ جنوری ۱۷۹۳ء کو لوئی ۱۶ ویں کو بھی پھانسی کے تختے پر لٹکا دیا گیا۔ اس پر انگلستان۔ ہالینڈ اور اسپین بھی فرانس کے خلاف ہو گئے۔ اور انھوں نے ۱۷۹۳ء میں فرانسیسی فوج کو شکست دے کر اسے چاروں طرف محصور کر لیا۔ اب پیرس میں مظالم کا بازار گرم ہوا ماہ جون ۱۷۹۴ء تک وہاں دو ہزار نفوس موت کے گھاٹ اتار دئے گئے اب انگلستان اور آسٹریا کے علاوہ فرانس سے اور سب ممالک نے صلح کرلی۔ آسٹریا کو نیپولین نے کئی لڑائیوں میں شکست دی۔ اس سے آسٹریا کو کافی نقصان برداشت کرنا پڑا اور ۱۷۹۷ء میں کیمپو فورمیو کے مقام پر صلح کی درخواست کی۔ ۹ نومبر ۱۷۹۹ء کو فرانس کی حکومت کی باگ ڈور پورے طور پر نیپولین کے ہاتھوں میں آگئی۔ اب اس نے آسٹریا سے پھر لڑائی چھیڑی اور ۱۷ فروری ۱۸۰۱ء کو اس کے ساتھ لونے وے صلحنامہ کیا۔ اس میں آسٹریا کا بہت سا علاقہ چھین لیا گیا۔ اس کے بعد انگلستان اور آسٹریا کا فرانس کے خلاف تیسرا سیاسی اتحاد ترتیب پایا۔

مقدس دولت روما کا خاتمہ

۱۸۰۴ء میں فرانس کی پارلیمنٹ نے نیپولین کو شہنشاہ بنانے کا اعلان کیا۔ اس لئے اب رومن شہنشاہ فرانس دوئم نے بھی آسٹریا کے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس دوران میں نیپولین نے فرانسیس دوئم کو دوبارہ شکست دی

اس سے اس نے ۲۶ دسمبر ۱۸۰۵ء کو پریسبرگ کا معاہدہ کیا۔ جولائی ۱۹۰۶ء میں نیپولین نے جنوبی اور مغربی جرمنی کے سولہ بادشاہوں کا اپنی سرپرستی میں ایک کانفیڈریشن بنائی۔ مقدس دولت روما کے ان بادشاہوں کے رائن کانفیڈریشن میں شامل ہو جانے سے مقدس دولت روما ٹوٹ گئی اور آسٹریا اکیلا رہ گیا۔ اس کے بعد ۶ اگست ۱۸۰۶ء کو نیپولین کے دباؤ سے فرانسس دوئم نے بھی اس سامراج کے رشتہ کو ٹوٹا ہوا تسلیم کر کے مقدس دولت روما کے شہنشاہ کے لقب کو ترک کر دیا۔ اس طرح وہ ۱۷۹۲ء سے ۱۸۰۶ء تک مقدس دولت روما کا شہنشاہ اور ۱۸۰۴ء سے ۱۸۳۵ء تک آسٹریا کا شہنشاہ رہا۔

نپولین کی شکست

اس سے ناراض ہو کر پرشا کے بادشاہ فریڈرک ولیم سوئم نے روس سے اتحاد کر کے ۱۸۰۶ء میں نپولین سے جنگ کی۔ لیکن اس جنگ میں ان دونوں کی مشترکہ فوجیں ہار گئیں۔ اب نپولین نے برلن پہنچ کر وہاں ۱۸۰۷ء جرمنی آسٹریا اور روس کی مشترکہ فوجوں کو شکست دے کر ان کو بھی صلح کرنے پر مجبور کر دیا ۱۸۰۹ء میں آسٹریا کے شہنشاہ نے نپولین سے پھر شکست کھا کر اس کے ساتھ اپنی دفتر میریا لوئیسا بیاہ دی۔ روس سے واپس ہونے کے بعد آسٹریا نے نپولین کے خلاف پھر کئی حکومتوں کا اتحاد ترتیب دیا۔ اسی بنگ میں پہلی دفعہ تو نپولین جیتا لیکن اکتوبر ۱۸۱۳ء میں اس کی ساری فوج جرمنی سے باہر نکال دی گئی۔ اب رائن کانفیڈریشن کو توڑ کر فرانس کا محاصرہ کیا گیا اس محاصرے سے گھبرا کر نپولین ۶ اپریل ۱۸۱۴ء کو پیرس چھوڑ کر جزیرہ ایلبا کو بھاگ گیا۔ فرانس میں دوبارہ آزادی قائم کی گئی لیکن ۲۰ مارچ ۱۸۱۵ء کو نپولین پھر واپس آ گیا اور اس نے دوبارہ پیرس

ہو رہی تھی۔ اس نے روسی فوج کی امداد سے وہاں کی بغاوت کو فرو کیا اور آسٹریا کو پھر ایک ذی حیثیت حکومت کی شکل دیدی۔ اس کے بعد ۱۸۵۹ء میں آسٹریا کو اٹلی میں شکست ہوئی۔ شہنشاہ نے ۱۸۶۰ء اور ۱۸۶۱ء میں ہنگری کو دوبارہ سیاسی اختیارات دیئے۔ لیکن وہاں کے لیڈروں نے ان اصلاحات کا بائیکاٹ کیا۔ ۱۸۶۴ء میں پرشیا کے وزیر اعظم بسمارک نے آسٹریا کی امداد سے ڈنمارک کو شکست دے کر اس سے شلیسوگ اور ہالسٹین کی جاگیریں چھین لیں۔ بسمارک کی خواہش یہ تھی کہ آسٹریا سے کام تو لے لیا جائے مگر اس کو دیا کچھ نہ جائے۔ اسنے اس غنیمت کو تقسیم کیوقت چالاکی کی جس سے اس کی آسٹریا کے ساتھ ۱۸۶۶ء میں جنگ ہوئی۔ پرشیا کے سپہ سالار وان مولٹکے نے سیکسنی پر قبضہ کرلیا اور آخر ۳ جولائی کو آسٹریا کی فوج کو سیڈووا نامی مقام پر بری طرح شکست دی۔ ۲۳ اگست ۱۸۶۶ء کو پریگ کے معاہدے کے مطابق صوبہ وینیشیا اٹلی کو مل گیا شلیسوگ اور ہالسٹین کی جاگیریں پرشیا کو مل گئیں اور آسٹریا جرمنی میں پرشیا کے سرپرستانہ اثر کو تسلیم کرکے جرمن فیڈریشن سے علیحدگی اختیار کرنے پر رضامند ہو گیا۔ آسٹریا کی اس شکست کا سبب ہنگری کا جنگ میں غیر جانبدار رہنا تھا۔ اس لئے اس سال اس کو اور دستوری اصلاحات دی گئیں۔ شہنشاہ فرانس جوزف نے اپنی حکومت کو دو آزاد حصوں آسٹریا اور ہنگری میں بانٹ دیا۔ دونوں کا دستور ریاستی قانون اور انتظامات الگ الگ رکھے گئے۔ دونوں کا مشترکہ طور پر ملکی انتظام کرتا تھا۔ ۱۸۷۰ء کا سال یورپ کی تاریخ میں بے انتہا اہم تھا۔ اسی سال پرشیا اور فرانس میں جنگ ہوئی جس سے جرمنی اور اٹلی آزاد ہوکر یورپ میں اہم حکومت بن گئے۔

دول بلقان کا قضیہ

اب آسٹریا نے پھر جرمنی میں دوبارہ طاقت حاصل کرنے کی آرزو چھوڑ دی۔ اور

اول بلقان میں اپنا سرپرستانہ اثر بڑھانے کی کوشش کی۔ ۱۸۷۵ء میں وہ بلقان کے ایک ملک
ہرزے گوینا میں ترکی کی بدانتظامی کے خلاف بغاوت ہوئی۔ اس میں روس نے عیسائی
حکومتوں کی طرفداری کرکے ترکی کو شکست دیدی۔ اس کے نتیجہ کے طور پر انگلستان کے
مداخلت کرنے سے جون ۱۸۷۸ء میں بسمارک کی صدارت میں متعلقہ حکومتوں کی ایک کانفرنس
برلن میں ہوئی۔ اس میں بوسینیا اور ہرزے گوینا کو ترکی کی ماتحتی سے نکال
کر آسٹریا کی سرپرستی میں دے دیا گیا۔ اس واقعہ سے آسٹریا نے جرمنی کا احسان مانا۔
اس لئے ۱۸۷۹ء میں اس نے جرمنی کے ساتھ پختہ صلحنامہ کرلیا۔ اس سے خوف
زدہ ہو کر روس نے فرانس سے دوستی کی۔ ۱۸۸۲ء میں اٹلی بھی جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد
میں شامل ہوگیا۔ ان میں سے فرانس اور روس کی ایک طرف اور جرمنی اور آسٹریا کی دوستی
دوسری طرف۔ جنگ عظیم کے آخر تک قائم رہی۔ ۱۹۰۸ء میں آسٹریا نے بوسینیا اور ہرزے
گوینا کو پوری طرح اپنی حکومت میں جذب کرلیا۔ اس بات کی سرویا نے روس کی شہ پر
زوردار مخالفت کی۔ لیکن ماہ مارچ ۱۹۰۹ء میں جرمن شہنشاہ قیصر ولیم نے آسٹریا کی
طرفداری کرتے ہوئے اس معاملہ میں مداخلت کی۔ اس سے روس نے اپنا قدم درمیان
سے ہٹا لیا اور سرویا بھی دب ہو کر چپ ہوگیا اس کے بعد ۱۹۱۲ء میں جنگ بلقان ہوئی
جس میں ترکی کی طاقت کم ہوگئی۔ اور بلقان کی حکومتوں کو پیر پسارنے کا موقع ملا۔
اور سرویہ کے جنوب میں اٹلی اور آسٹریا کی مدد سے سمندر کے کنارے پر البانیا کی
نئی حکومت وجود میں آئی۔ جون ۱۹۱۳ء میں دوسری جنگ بلقان ہوئی اس کے بعد ۱۰
اگست ۱۹۱۳ء کو بخارسٹ کے صلحنامہ کے مطابق سرویا کی طاقت میں اور بھی اضافہ
ہوگیا۔ اس پر آسٹریا نے اعلانیہ طور پر ناراضگی ظاہر کی۔ اس طرح سرویا اور آسٹریا
کے جھگڑے کے اسباب بڑھتے ہی گئے۔

جنگِ عظیم

آخر آسٹریا کے ولیعہد کے بوسنیا کے دار الخلافہ سراجیو میں مارے جانے سے
آسٹریا اور سرویا میں جولائی ۱۹۱۴ء میں وہ جنگ چھڑی جس میں ایک طرف آسٹریا ۔
جرمنی بلغیریا اور ترکی رہے اور دوسری جانب سرویا فرانس روس بلجیم انگلستان اٹلی
اور ریاستہائے متحدہ امریکہ وغیرہ ستائیس ملک تھے یہ جنگ عظیم مورخہ ۱۰ / جولائی
۱۹۱۴ء سے ۱۱ / نومبر ۱۹۱۸ء تک سوا چار سال تک جاری رہی

شہنشاہ چارلز (۱۹۱۶ء سے ۱۹۱۸ء تک)

اس جنگ کے زمانہ ہی میں آسٹریا کے شہنشاہ فرانس جوزف کا ۶۸ برس تک
راج کرنے کے بعد ۲۱ نومبر ۱۹۱۶ء کو انتقال ہو گیا ۔ اس کے بعد اس کے
بھتیجے چارلز کو آسٹریا کا شہنشاہ بنایا گیا ۔ اس نے تخت پر بیٹھتے ہی نقصانات
کرتے ہوئے بھی جنگ کو روکنے کی پوری کوشش کی ۔ لیکن اتحادیوں کے اہمیت حاصل کرنے
کے ارادوں کی وجہ سے اس وقت صلح نہ ہو سکی ۔

آسٹریا کی شہنشاہیت کا خاتمہ

اس اثناء میں اتحادی حکومتوں کے پروپگنڈے سے آسٹریائی ملوکیت کی
زیک اور ہنگری وغیرہ سبھی قومیں آزادی حاصل کرنے کے لئے آواز اٹھا رہی تھیں ۔
آسٹریا میں سوشل ڈیموکریٹ لوگ جمہوریت قائم کرنے کی کوشش کر رہے تھے ۔ ۷ اکتوبر
۱۹۱۸ء کو وارسا (Warsaw) میں پولینڈ والوں نے آزادی کا اعلان
کر دیا ۔ ۱۹ اکتوبر کو روتھینیا والوں نے اپنی قومی کونسل کی نشست کی ۔ ۱۴ / اکتوبر کو پراگ
میں زیک حکومت بھی ترتیب پا گئی ۱۶ / اکتوبر کو شہنشاہ نے اعلان کیا کہ آسٹریا
کا دستور اساسی فیڈریشن کے ڈھنگ پر ہو گا ۔ اس کے بعد چند ہفتوں ہی میں ہر جگہ

لابیخ (Laibach) سراجیو، ٹری ایسٹے (Trieste)
کروکاؤر (Cracow) اور لنبرگ میں آزاد حکومتیں بن گئیں۔ ۲۷ اکتوبر
کو ہنرج لاماش (Heinrich Lammasch) نے آسٹریا کی
مرکزی حکومت کو دیوالیہ اعلان کرکے اس پر قبضہ کرلیا۔ اس پر شہنشاہ چارلز کے
وزیر خارجہ کاؤنٹ جولیس اینڈریسی نے ۲۴ اکتوبر کو سب کا قبضہ منظور
کرکے صلح کی تجویز کی۔ لیکن اس کی تجویز پر کسی نے توجہ نہ دی ۳۰ اکتوبر کو بوڈا
پسٹ میں بھی ہنگری کے لئے ایک حکومت ترتیب دیدی گئی۔ اس وقت پیائے
دریائی (Piave) کی جنگ میں اٹلی کے مقابلے میں آسٹریا کی فوجیں
بھاگ رہی تھیں۔ اس لئے شہنشاہ چارلز کی حکومت نے ۳ نومبر ۱۹۱۸ء کو
اٹلی سے عارضی صلح کی درخواست کی۔ اس کے بعد ۱۱ نومبر کو شہنشاہ چارلز
نے اعلان کیا کہ وہ آسٹریا کی حکومت کے معاملے میں مستقبل میں کوئی حصّہ نہیں
لے گا۔ لیکن اس نے تخت و تاج نہیں چھوڑا۔ اس زمانہ میں لاماش کی وزارت
مستعفی ہوگئی۔ ۱۲ نومبر کو آسٹریا کی قومی کونسل نے جرمنی مل جانے کی امید پر آسٹریا
میں جمہوریت کا اعلان کردیا گیا۔ ۱۶ نومبر کو ہنگری میں بھی جمہوریت قائم ہوگئی۔ اس
طرح یورپ کے سب سے زیادہ اہم تر اور ہیپبرگ خاندان کی حکومت کا خاتمہ
ہوگیا۔

ہیپبرگ خاندان کی آخری نشانی

انقلاب کے بعد شاہ چارلز اپنی ملکہ زیتا (Zita) اور خاندان
سمیت آسٹریا سے چلا گیا لیکن آسٹریا میں اُس کے بعد بھی ملوکیت پرستوں کی تعداد
میں کمی نہ ہوئی ہنگری میں تو ۱۳ مارچ ۱۹۲۱ء اور ۲۶ اکتوبر ۱۹۲۱ء کو اس کو واپس

تخت پر بلانے کی بھی کوشش کی گئی۔ لیکن ایڈمرل ہورتھی (Horthy)
کی ہنگری کی حکومت نے اس کو وہاں نہ آنے دیا۔ اسی حالت میں اس کا ۱۹۲۲ء
میں مڈیرا (Maderia) کے مقام پر انتقال ہوگیا۔ اس کے پیچھے
اس کی ملکہ زیٹا اور بڑا لڑکا اوٹو ہیپسبرگ خاندان کی آخری نشانی کے طور پر بچ گئے
آسٹریا میں بھی ڈولفس نے اپنے عہد حکومت میں ہیپسبرگ خاندان کے افراد کی
جائداد کی ضبط کے قوانین میں اصلاح کی۔ اس کے بعد ڈاکٹر شنگ نے
جولائی ۱۹۳۵ء میں ان قوانین میں اتنی اصلاحات کردیں کہ شہزادہ اوٹو اور ملکہ زیٹا
واپس آسٹریا میں آکر وہاں زندگی بسر کر سکیں۔
شہزادہ اوٹو کی پیدائش ویانا میں ۲۰ نومبر ۱۹۱۲ء کو ہوئی تھی۔ شاہ چارلز
کے ہاں شہزادے کے علاوہ سات لڑکے اور پیدا ہوئے تھے ہیپسبرگ کے
خاندان یا شہزادہ اوٹو کے خاندان میں شادی بیاہ کے رشتوں میں اس قدر
مختلف نسلوں کے لوگ ہوگذرے ہیں کہ ۲۰۴۷ میں سے ۱۴۸۶ جرمن،
۱۲۴ فرانسیسی، ۱۹۶ اتالین، ۸۹ ہسپانوی، ۲۰۰ انگریز، ۵۲ پولینڈ
والے اور ۷۴ ڈنمارک والے ہیں ہیپسبرگ نے ۱۶ نسل تک یورپ پر
حکومت کی۔ شادی بیاہ وغیرہ کے ذریعے اس کا اختیار اکثر اوقات ایک
ایک وقت میں بیس بیس ملکوں پر چلتا تھا۔ اس خاندان کو کسی ایک
ملک سے ہمیشہ اونچا سمجھا جاتا تھا کیونکہ اس کی حیثیت عالمگیر سی ہوگئی
تھی۔ ۱۹۱۸ء میں جنگ کے ختم ہونے پر اگرچہ ہیپسبرگ خاندان کا راج
ختم ہوگیا لیکن اس خاندان کا وجود ابھی تک باقی ہے۔
شہزادہ اوٹو بہت ذہین، خوبصورت، منکسر المزاج اور تہذیب
یافتہ ہے لیکن بادشاہوں کو خدا کی طرف سے حکومت تفویض کئے جانے کا

وہ بھی طرفدار ہے۔ وہ جرمن فرنچ، اٹالین، اسپینش، انگلش اور ہنگیرین زبانیں بہت اچھی طرح بول لیتا ہے۔ وہ پکّا رومن کیتھولک ہے۔ اور دن میں تین مرتبہ عبادت کرتا ہے۔ اس نے بلجیم کے لووین (Louvain) یونیورسٹی سے ۱۹۳۵ء میں پی۔ ایچ۔ ڈی۔ کی ڈگری حاصل کی۔ یورپ کے شاہی خاندان کے افراد میں سے ابھی تک باقاعدہ طور پر صرف اسی نے ڈاکٹر کی ڈگری حاصل کی ہے۔ اس نے بہت سے ملکوں کا سفر کرکے عملی تجربات بھی حاصل کئے ہیں۔ وہ ابھی تک غیر شادی شدہ ہے اور ہٹلر اور مسولینی کا مخالف ہے۔ آسٹریا کے جرمن سلطنت کا حصہ بن جانے سے اس کے پھر کبھی بادشاہ بننے کا امکان ختم ہو گیا ہے۔ لیکن ہنگری کا تخت و تاج حاصل کرنے کی اسے اب بھی امید ہے۔ اس مقدس موقع کا انتظار اس کے سینکڑوں چہیرے بھائی بند اور چاچیاں کر رہی ہیں۔ لیکن زیکوسلواکیہ اور یوگوسلاویا کسی طرح بھی اسے تخت نشین نہیں دیکھنا چاہتے۔

عارضی آسٹرین جمہوریت

نئی آسٹریا کا آغاز ۱۲ر نومبر ۱۹۱۸ء سے سمجھا جاتا ہے۔ ۰ نومبر ۱۹۱۸ء کو آسٹریا کی اسمبلی کے جرمن ممبروں نے ایک علحدہ حکومت بنائی۔ ۳۰ر اکتوبر کو برلن کونسل نے جرمن صوبوں پر قبضہ کرکے اسمبلی کے تین صدروں کے ماتحت اس نے ایک حکومت اور انتظام کرنے ایک انتظامیہ کمیٹی بنائی۔ اسی کمیٹی نے حکومت کے مختلف شعبوں کے سکریٹریوں کو نامزد کیا۔ اس عارضی قومی اسمبلی نے ۱۲ر نومبر ۱۹۱۸ء

کو جمہوریت عوام کا اعلان کر دیا۔ اس نے یہ بھی اعلان کیا کہ آسٹرین
جمہوریت جرمن جمہوریت ہی کا حصہ ہے۔ اس قومی اسمبلی نے ۲۲ نومبر
کو خاص قانون کے ذریعے سے اپنی حدود کا تعین کیا۔ اس نے یوگو
سلاویہ اور اٹالین فرقوں کے مقامات موراویا اور بوہیمیا کے علاوہ
آسٹرین ملوکیت کے سبھی راج پر اپنا قبضہ جتایا۔ صوبائی اسمبلیوں اور
صدروں کو وہاں کی عارضی حکومتیں قرار دیا گیا۔ اس حکومت کا پہلا
چانسلر (وزیر اعظم) ڈاکٹر کارل رینر (Karl Renner) بنا۔
اس نے ۱۹۲۰ء میں زیکوسلاواکیہ کی آزاد حکومت سے دوستی کی۔ اس
سلسلے میں ۷ رجون ۱۹۲۰ء اور ۲۳ راگست ۱۹۲۰ء کو دو صلحنامے
کئے گئے۔

نئی کانسٹی ٹیونٹ اسمبلی کی نشست ۴ رمارچ ۱۹۱۹ء کو وی اینا
میں ہوئی۔ اس کے ۱۷۰ ڈپٹیوں میں سے ۶۹ سوشل ڈیموکریٹ ۶۳ کرسچین
سوشلسٹ، اور ۱۶ پان جرمن یعنی نیشنلسٹ تھے۔ اب عارضی حکومت اور
تین صدروں کی جگہ آئینی حکومت بنی۔ اس وقت چانسلر وائس چانسلر
اور محکموں کے سکریٹریوں کو حکومت کے مکمل اختیارات دے کر
راشٹرپتی ۲ وائس پریسیڈنٹ اور ۱۱ ڈپٹیوں کی ایک مشاورتی کونسل
بنائی گئی۔ اسمبلی کی مدت دو سال رکھی گئی۔ ۱۵ رمارچ ۱۹۱۹ء کو نئی
حکومت میں سب منصب سوشل ڈیموکریٹوں نے لے لئے۔ ڈاکٹر
رینر نے ہی پیرس میں صلحنامے کی بات چیت بھی کی۔ اس کے ساتھ
وزیر خارجہ ڈاکٹر ۔ ڈو بوائز بھی تھا۔

پیرس کی صلح کی گفت و شنید

ادھر آسٹریا میں نئی حکومت بنانے کی کوشش کی جا رہی تھی اور ادھر پیرس میں اتحادی حکومتیں صلحنامہ کی شرطوں پر غور کر رہی تھیں۔ آخر ۲ رمئی ۱۹۱۹ء کو انھوں نے آسٹریا کے نمائندوں کو پیرس بلایا۔ ان لوگوں کو ۲ رجون کو صلحنامے کا مکمل مسودہ دیا گیا۔ اس کے بعد ۲۰ رجولائی کو ان کو مزید تجاویز دی گئی۔ ڈاکٹر رینئر کی نمائندہ جماعت نے اصرار کیا کہ صدر امریکہ ولسن کے چودہ نکات کو آسٹریا کیلئے بھی استعمال میں لایا جائے اور اُن کے جرمن باشندوں کو دیگر سلطنتوں میں تقسیم نہ کیا جائے لیکن ان کے مطالبہ کو ولسن کے علاوہ اور کسی نے تسلیم نہیں کیا۔ آخر اس صلحنامے سے ۳۵ لاکھ جرمن زیکوسلوواکیہ کو اور تقریباً ڈھائی لاکھ اٹلی کو دیدیئے گئے۔ دوسرا متنازعہ فیہ مسئلہ یہ تھا کہ نیا آسٹریا پرانے آسٹریا ہنگری راج کی ذمہ داریوں کا بار اپنے اوپر لے۔ لیکن اتحادی حکومتوں نے آسٹریا کی نئی حکومت کو ۲۲ رمئی کو تسلیم کرکے اس کے ساتھ ۱۰ ستمبر کو فرانس کے سینٹ جرمین نام ایک شہر میں ایک معاہدے پر دستخط کئے جس کو سینٹ جرمین کا صلحنامہ کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے اتحادی حکومتیں جرمنی کی نئی حکومت کیساتھ ۲۸ رجون ۱۹۱۹ء کو ورسائی کے صلحنامے پر دستخط کر چکی تھیں۔ سینٹ جرمین کے صلحنامے پر ۱۶ رجولائی ۱۹۲۰ء سے عمل کیا گیا۔

سینٹ جرمین کا صلحنامہ

یہ صلحنامہ بہت کچھ ورسائی کے صلحنامے سے ملتا جلتا ہے۔ اس کا پہلا حصہ لیگ اقوام اور تیرھواں حصہ محنت و مزدوری تو بالکل ورسائی کے صلحنامے ہی سے لے لئے گئے ہیں۔ دوسرے حصہ میں نئے آسٹریا کی حدود متعین کرکے تیسرے حصے میں یورپ کے ساتھ اس کے سیاسی تعلقات کا بیان ہے۔ اس کے متعلق آسٹریا کی پہلی حکومت کے ذمے اٹلی۔ یوگوسلاویہ، زیکوسلوداکیہ اور رومانیہ کے قرضے کا تعین کیا۔ س کی انچاسویں اور پچاسویں دفعہ کے مطابق کلینزن فرٹ کے باشندوں کی رائے عامہ حاصل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۰ء میں رائے عامہ کا نتیجہ آسٹریا کے حق میں نکلا۔ اس لئے ۳۳۳۰۰۰ افراد سمیت مغربی ہنگر آسٹریا سے لے کر ہنگری کو دے دیا گیا۔ لیکن اس کا سب سے بڑا شہر ...زین لینڈ آسٹریا کو نہیں دیا گیا۔ اس حصے کی دیگر دفعات میں اقلیتوں کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا۔ اس کی دفعہ ۸۸ کے مطابق آسٹریا پر اس بات کی پابندی لگائی گئی کہ وہ لیگ اقوام کی منظوری کے بغیر جرمنی میں شامل نہ ہو۔ چوتھے حصے میں آسٹریا کے بیرون یورپ کے حقوق کی تفصیل ہے۔ اس کے مطابق ورسائی کے صلحنامے کی مانند آسٹریا کی بیرون یورپ کی غیر منقولہ جائداد کو ضبط کر لیا گیا۔ مراکو، مصر، شام اور چین کے آسٹریا کے صلحناموں اور مراعات کو رد کر دیا گیا۔ پانچویں حصے کی بری بحری اور ہوائی فوج کی دفعات بھی ورسائی کے صلحنامے کی مانند ہیں۔ اس میں آسٹریا کا کچھ زیادہ خیال

رکھا گیا۔ اس کو زیادہ مدت تک کام کرنے والے تین ۳ ہزار والنٹیروں کی فوج رکھنے کی اجازت دی گئی۔ دفعہ ۱۳۲ سے اسلحہ جات وغیرہ بنانے کا اختیار فقط ایک کارخانے کو دیا گیا۔ آسٹریا ہنگری کی ساری بحری فوج کو توڑ کر اُسے اتحادی حکومتوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

آسٹریا کو اپنے ملک کے دریاؤں میں فقط چار حفاظتی جہاز رکھنے کی منظوری دی گئی۔ اس صلحنامے کی ہوائی دفعات جرمن صلحنامہ جیسی ہی رکھی گئی۔ چھٹے حصے میں جنگ کے قیدیوں اور قبروں اور گیا۔ ہویں حصے میں ہوائی راستے کا انتظام ورسائی کے صلحنامے کے مطابق کیا گیا۔ ساتویں حصے میں یہ تجویز کی گئی کہ آسٹریا کے مجرم افسروں کا مقدمہ اتحادی حکومتوں کے فوجی ٹربیونل کے سامنے پیش ہو۔ لیکن اس حصے پر عمل نہیں کیا گیا۔ آٹھویں حصے میں تاوان، نویں حصے میں مالیات اور دسویں حصے میں اقتصادی دفعات ہیں۔ اس کے دفعہ ۱۷۷ کی رو سے آسٹریا نے اتحادی حکومتوں کے جنگ میں کئے ہوئے نقصان کی جوابدہی کو تسلیم کر لیا تاوان مقرر کرنے کے لئے ایک تاوان کمیشن بنا دیا گیا۔ آسٹریا نے اپنے سبھی تجارتی جہاز اور بہت سے منقولہ جائداد اتحادی حکومتوں کو تاوان میں دیدی زیکوسلوواکیہ یوگوسلاویہ پولینڈ اور رومانیہ نے بھی آسٹریا سے دلائے ہوئے علاقے کے بدلے میں اتحادی حکومتوں کو اخراجات جنگ کا ایک حصہ چکایا مالی دفعات میں آسٹریا کے جنگ عظیم کے پہلے کے قرضہ اور جنگ کے دوران کے قرضے کو تقسیم کیا گیا۔ ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء کو سپریم کونسل نے ان شرطوں کو کچھ ڈھیلا کر دیا۔ لیکن آسٹریا پھر بھی اپنے قرضے کو نہ چکا سکا آخر اس نے ستمبر ۱۹۲۲ء میں اپنے سبھی اقتصادی ذرائع کو لیگ اقوام

کے حوالے کر دیا۔

آسٹرین ملوکیت کی تقسیم

بارہویں باب میں بندرگاہوں، بحری شاہراہوں اور ریلوے لائنوں کا بیان کرکے آسٹریا کے اختیارات کی تشریح کی گئی۔ اس قسم کے معاہدے سے آسٹریا ہنگرین کی وسیع ملوکیت کو بہت زیادہ کمزور کرکے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا گیا ہنگیرین، زیک اور سلوواک لوگوں کی حکومتوں کو آسٹریا سے علیحدہ کرکے اس کو ساٹھ لاکھ مردم شماری کی ایک مختصر سی حکومت کی شکل دیدی گئی۔ آسٹریا کی حکومت کے اتنی کمزور ہونے کی وجہ سے یہ تجویز کرنا پڑا کہ اسے اپنے مادر وطن جرمنی میں شامل ہو جانے کی اجازت دیدی جائے۔ لیکن جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے۔ اسے جبراً جرمنی میں شامل ہونے سے باز رکھا گیا۔ اس طرح سے یورپ کی ۱۵ قوموں پر حکومت کرنے والی اور وسطی یورپ کی ایک اہم تر سلطنت آسٹریا کی یہ حالت بنا دی گئی۔ اسکی سلطنت میں سے ہنگری کو علیحدہ کرکے زیک اور سلوواک لوگوں کو ملا کر زیکو سلوواکیہ نام کا ایک نیا راج پیدا کیا گیا۔ آسٹریا کی باقی سلطنت کو پولینڈ رومانیہ یوگوسلاویہ اور اٹلی میں بانٹ دیا گیا۔ پرانے سرویا میں کروٹ اور سلاوی لوگوں کو شامل کرکے اس کا نام یوگوسلاویہ رکھا گیا۔

دستوری حکومت

ادھر ڈاکٹر رینر سینٹ جرمین کی گفت و شنید میں مصروف تھا ادھر اسی زمانے میں آسٹریا میں بالشویکوں نے بغاوت کر دی۔ اس بغاوت کو

فوجی طاقت سے کچل دیا گیا۔ ۷ اکتوبر ۱۹۱۹ء کو دیگر پارٹیوں کے اشتراک عمل سے دوسری متحدہ وزارت ترتیب پائی۔ اس کے بعد یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء کو دستور کے مطابق تناسب حکومت بنی اور اس کے بعد ۷ اکتوبر کو نئے انتخابات کئے گئے۔ ان میں ۸۳ کرسچن سوشلسٹ، ۶۶ سوشل ڈیموکریٹ ۲۰ جرمن نیشنلسٹ، ۶ کسان پارٹی والے اور ۲ مزدور پارٹی کے ڈپٹی کامیاب ہوئے۔ اس لئے اس مرتبہ ڈاکٹر میئر (Dr. Mayr) کا کابینہ بنا۔ اس کابینے میں وی اینا کی شہری کونسل کو صوبہ جاتی اختیارات دے کر وی اینا کو ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا گیا۔ اس دور میں آسٹریا کی حالت خراب سے خراب تر ہوتی جاتی تھی۔ اس لئے ۲۱ رجون ۱۹۲۱ء کو وی اینا کی پولیس کے صدر جے شوبر (J. Schober) کی سرکار بنی۔ اب آسٹریا میں خوفناک مہنگے پن کا دور شروع ہوا۔ حتیٰ کہ یکم جولائی ۱۹۲۰ء سے یکم جولائی ۱۹۲۱ء تک ہر چیز کی قیمت اس کی سابقہ قیمت سے دوگنی ہو گئی۔ اس کے بعد قیمتوں میں اس حد تک اضافہ ہوا کہ ۱۲ راکتوبر ۱۹۲۱ء سے جنوری ۱۹۲۲ء تک تگنی ہو گئیں۔ روٹی نہ ملی تو مزدور طبقوں میں بےچینی بڑھنی شروع ہوئی جس سے یکم دسمبر ۱۹۲۱ء کو فساد بھی ہو گیا۔ کابینے نے امیر طبقے پر ٹیکس لگا کر اور حکومت کے اخراجات کو کم کر کے اس حالت کو سدھارنے کی کافی کوشش کی۔ اسی اثنا میں بین الاقوامی تعلقات کی درستی کی طرف بھی توجہ دی گئی آسٹریا کے صدر جمہوریہ اور چانسلر شوبر نے زیکوسلواکیہ کے صدر جمہوریہ سے ملاقات کر کے ۱۶ دسمبر ۱۹۲۱ء کو لاآنا کے صلحنامے سے آپس کے خوشگوار تعلقات کو مستحکم کیا۔ زیکوسلواکیہ نے آسٹریا کو پچاس کروڑ زیک کراؤن

کا قرضہ دیا۔ اور لندن اور پیرس کے تجارتی بازاروں میں اس کی ساکھ باندھنے کی کوشش کی۔

شوبر کے کابینے کے اس کارنامے کو جرمن نیشنلسٹوں نے پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ انھوں نے پارلیمنٹ میں اپنی امداد حکومت کی پشت پر سے ہٹالی۔ اس لئے ۳۱ رمئی ۱۹۲۲ء کو اس حکومت کو مستعفی ہونے پر مان سینور سے پیل (Mon Signore Seipel) کی قیادت میں کرسچین سوشلسٹوں اور جرمن نیشنلسٹوں کا کابینہ بنا۔ یہ حکومت سوشلسٹوں کے خلاف تھی۔ اس نے یورپ کی بہت سی حکومتوں سے تعلقات بڑھائے۔ ۱۹۲۳ء کے انتخابات میں بھی اس حکومت کو اکثریت رائے حاصل رہی۔ لیکن نومبر ۱۹۲۴ء میں ڈاکٹر سی۔ اے پیل نے خرابیٔ صحت کی وجہ سے کابینے سے استعفیٰ دیدیا۔

اب کابینہ میں پارٹیوں کی حالت حسب سابق رکھتے ہوئے ڈاکٹر رانیک (Ramek) نے جینوا کی شرطوں کو پورا کرتے ہوئے بھی سوشل ڈیموکریٹوں سے سمجھوتا کر کے ۱۹۲۵ء میں کانسٹی ٹیوشن کی اس شرط کو پورا کر دیا کہ حکومت میں سب پارٹیوں کا حصہ ہو۔ رانیک کی حکومت نے دوسرے ممالک کیساتھ آسٹریا کے تعلقات کو اور بھی زیادہ خوشگوار بنایا۔ اس سے ۹ دسمبر ۱۹۲۵ء کو آسٹریا کی حکومت کو لیگ اقوام نے بڑی مدد پہنچائی۔ آسٹریا نے اپنی آمدنی کے ذرائع لیگ اقوام کے حوالے کر دئے۔ جس نے ان کا انتظام کرنے کے لئے ایک کنٹرولر جنرل بھیجا جو دی اینا میں یکم اکتوبر ۱۹۲۶ء تک رہا۔ لیکن آسٹریا کی مالی حالت اس ترکیب سے بھی درست نہ ہوئی۔ اور ۱۹۲۶ء کی موسم

بہار میں کابینہ نے استعفیٰ دیدیا۔
نومبر ۱۹۲۶ء میں ڈاکٹر سئے پیل کا دوسرا کابینہ بنا۔ اس میں ڈاکٹر کینوک (Kienboeck) فنانس منسٹر تھے۔ ۱۵ راپریل ۱۹۲۷ء کو کو عام انتخابات ہوئے۔ کابینہ اس انتخاب کے بعد بھی حسب سابق رہا۔ اس زمانے میں مزدوروں کی بیچینی بہت بڑھ رہی تھی۔ انھوں نے ۱۵ رجولائی ۱۹۲۷ء کو ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر دی اینا میں فساد کردیا اور پولیس پر بھی حملہ آور ہوئے۔ یہ فساد بولشویکوں نے کرایا تھا۔ فسادی مجمع نے عدالت گاہوں پر حملہ کرکے اس کے ضروری کاغذات تک کو برباد کردیا۔ آخر بڑی مشکل سے شوبر کی ماتحتی میں پولیس نے فسادات کو فرو کردیا۔ اس فساد میں ۸۵ آدمی مارے گئے اور ۸۰۰ زخمی ہوئے۔
دسمبر ۱۹۲۸ء میں دلیم مکلاس (W. Miklas) آسٹریا کے صدر مقرر ہوئے۔ ۱۹۲۶ء کے موسم خزاں میں پھر فسادات ہوئے۔ جس سے شوبر دوبارہ چانسلر بن گیا۔ اب دستور اساسی میں ایسی تبدیلی کی گئی کہ راشٹرپتی کا انتخاب عوام کیا کریں۔ راشٹرپتی کو بہت سے اختیارات دیے گئے۔ دلیم مکلاس ۱۹۳۸ء یا کے جرمنی میں شامل ہونے تک آسٹریا کے صدر رہے۔ جو آسٹریا ہنگری جنگ عظیم سے پیشتر سارے وسط یورپ کو گھیرے ہوئے تھا وہ اس وقت انگلستان کے بھی ۳/۵ حصے کے برابر رہ گیا۔ جنگ عظیم سے پہلے اس کی آبادی پانچ کروڑ تھی۔ اب صرف ساڑھے چھ لاکھ ہی رہ گئی۔ اس میں سے ایک تہائی آبادی فقط دی اینا شہر کی اور باقی دو تہائی سارے ملک کی تھی۔ اسی وجہ سے آسٹریا پر ۱۹۱۸ء سے لے کر اب تک ہمیشہ ہی اقتصادی مصیبت نازل ہوتی رہی ہے۔ یہاں

جتنا مال دیگر ممالک سے آتا ہے اتنا باہر نہیں جاتا۔ ۱۹۳۱ء میں آسٹریا کے چانسلر ڈاکٹر شوبر اور وزیر خارجہ کرٹیس (Curtiuss) نے مشترکہ طور پر یہ تجویز کی کہ اگر جرمنی اور آسٹریا کو متحد نہیں ہونے دیا جاتا تو اُن کی چنگی ہی کو متحد ہو جانے دیا جائے۔ فرانس نے اس سوال کو ہیگ کی بین الاقوامی عدالت میں پیش کیا۔ اس میں آسٹریا ناکامیاب ہوگیا۔ مگر اس کے باوجود بھی فرانس آسٹریا سے اتنا ناراض ہوا کہ اس نے آسٹریا کے بینکوں سے اپنے قرضے کی واپسی کا مطالبہ کردیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ آسٹریا کے ساتھ ہی جرمنی کے بینکوں کی حالت بھی خراب ہوگئی۔ تاوان کی ادائیگی میں خلل پڑ گیا اور کئی ممالک کو طلائی معیار ترک کرنا پڑا۔ بالواسطہ اس کا اثر ساری دنیا کی حالت پر پڑا جس سے دیگر ممالک کو بھی طلائی معیار چھوڑنا پڑا۔

ڈاکٹر شوبر کے بعد ڈاکٹر بریسچ (Buresch) کی کرسچین سوشلسٹ حکومت بنی۔ ہٹلر کے جرمنی میں چانسلر بننے سے پہلے آسٹریا میں مارکسٹوں ہی کا بول بالا تھا۔ ۱۹۳۴ء میں انھوں نے اپنے ہاں کے سرمایہ داروں سے کھلی جنگ کی۔ ویانا میں ان کو ۴۲ فی صدی ووٹ حاصل ہوگئے لیکن وہ ملکی مفاد کی طرف بالکل توجہ نہیں دیتے تھے۔ اس دور میں آسٹریا کو بیدار کرنیکا کام دو افراد نے کیا ایک ڈولفس تھا، دوسرا ہٹلر

ڈاکٹر ڈولفس

ڈاکٹر اینگل برٹ ڈولفس کی پیدائش ۴ راکتوبر ۱۸۹۲ء کو آسٹریا کے ٹیکسنگ نام گاؤں میں ایک معمولی کسان کے گھر ہوئی تھی۔ اس نے ویانا یونیورسٹی سے قانون میں ڈاکٹری کی ڈگری حاصل کی تھی۔ جنگ عظیم میں

وہ ایک معمولی سپاہی کی حیثیت سے شامل ہوا اور آخر تک لفٹنٹ بن گیا۔ وہ کٹر رومن کیتھولک تھا۔ کرسچن سوشلسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر وہ پارلیمنٹ میں داخل ہوا۔ پھر اس نے زراعتی انجمن بھی بنائی۔ پہلے اُسے ماہر زراعت کی حیثیت سے فیڈرل ریلوے کے انتظام میں حصہ ملا۔ پھر اکتوبر ۱۹۳۰ء میں وہ ریلوے کا صدر بنا دیا گیا۔ ماہ مارچ ۱۹۳۱ء میں اُس کو وزیر زراعت کی حیثیت سے کابینہ میں جگہ دی گئی۔ ۱۹۳۲ء میں ڈاکٹر بریسچ کی کرسچن سوشلسٹ حکومت کے مستعفی ہونے پر ڈولفس ہی کو چانسلر بنایا گیا۔ اس دور میں اسے پارلیمنٹ میں صرف ایک رائے کی اکثریت حاصل تھی۔ ۲۰ رمئی ۱۹۳۲ء کو وہ چانسلر بن گیا۔

آسٹرین پارلیمنٹ کی خودکشی

۴ رمارچ ۱۹۳۳ء کو آسٹریا کی پارلیمنٹ نے ایک عجیب حالت میں پھنسکر خودکشی کرلی۔ واقعہ یوں تھا کہ ایک سوشلسٹ ممبر کے باہر جانے پر ایک اور ممبر نے اسکی جگہ رائے دیدی اور لطف یہ کہ اس نے بکس میں مذکورہ ممبر کے نام کی پرچی نہیں ڈالی بلکہ اپنے نام کی پرچی ڈالدی۔ ایوان کے سامنے تجویز یہ تھی کہ ریلوے کے ہڑتالی قلیوں کیساتھ کچھ رعایت کی جائے۔ اس زمانے میں ریلوے کو خسارہ تھا اور وہ پوری تنخواہ دینے کے قابل نہیں تھی۔ اسی کے نتیجہ کے طور پر ریلوے کے مزدوروں نے ہڑتال کی تھی۔ حکومت کی اس تجویز کے حق میں ۸۰ اور مخالفت میں ۸۱ ووٹ آئے۔ ایوان کے اسپیکر ڈاکٹر رینر سوشلسٹ تھے۔ انھوں نے رائے شماری کو بیقاعدہ قرار دے کر تجویز کو پاس کرنا چاہا۔ ایوان کے ممبران

اس پر غصے میں بھر گئے۔ ان کی اس روش پر ڈاکٹر رینر کو بھی غصہ آگیا۔ وہ استعفےٰ دے کر اسی وقت ایوان سے چلے گئے۔ دونوں ڈپٹی اسپیکروں نے بھی استعفےٰ دیدیا۔ اور اس طرح پارلیمنٹ کا اجلاس التوا کا اعلان کئے بغیر ہی ملتوی ہوگیا۔

اس وقت چالاک ڈاکٹر ڈولفس نے کہا کہ پارلیمنٹ اب طلب نہیں کی جاسکتی۔ کیونکہ از روئے قانون اسپیکر یا ڈپٹی اسپیکر ہی اجلاس طلب کرسکتے تھے چونکہ ان تینوں نے استعفےٰ دیدئے ہیں اس لئے اب وہ بھی کچھ نہیں کرسکتے۔ اس پر ملک میں پارلیمنٹ کا وجود ہی نہ رہا۔ ڈولفس نے فوراً استعفےٰ دیدیا۔ صدر جمہوریہ ڈاکٹر مکلاس نے اس کو خصوصی اختیارات دے کر پھر چانسلر بنا دیا۔

۷ مارچ کو اس نے بہت سے ایسے حکمنامے جاری کئے جن سے عوام نے سمجھ لیا کہ ڈولفس آسٹریا کا ڈکٹیٹر بن گیا ہے۔

آسٹریا کے نازی

ابتدا میں آسٹریا کے نازی بہت کمزور تھے۔ نومبر ۱۹۳۰ء کی انتخاب میں ان کو پارلیمنٹ میں ایک بھی نشست نہیں ملی جرمنی میں اس وقت ہٹلر کی پشت پر ساٹھ لاکھ ووٹر تھے۔ ہٹلر کے چانسلر بننے پر آسٹریا میں ان کی طاقت بڑھنے لگی۔ اس دور میں ڈولفس کی سوشلسٹوں سے کشمکش ہورہی تھی۔ آسٹریا کی فوج ہیم ویر پر بھی اعتماد نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اس لئے اگر نازی لوگ دور اندیشی سے کام لیتے تو وہ ڈولفس کو اپنی طرف ملا سکتے تھے۔ لیکن انھوں نے یہ روش

اختیار نہ کی بلکہ وحشت انگیز طریقوں سے کام لیا۔ اس کے نتائج اس قدر خطرناک نکلے کہ ۱۹۳۲ء میں آسٹریا اور جرمنی کا الحاق چاہنے والوں کی ۸۰ فی صدی آبادی ۱۹۳۳ء کے آخر میں اتنی گھٹ گئی کہ ان میں سے ۶۰ فی صدی الحاق کے خلاف ہو گئے۔ ڈولفس نے نازیوں پر سختی شروع کی۔ اس سے جرمنی میں بھی آسٹریا کا سفر کرنیوالوں پر ایک ہزار مارک فی نفر جرمانہ کیا جانے لگا۔ ڈولفس نے ایک اعلان کے ذریعے آسٹریا کی نازی پارٹی کو خلاف قانون قرار دیدیا۔ اس پر نازیوں نے بڑے زور شور سے اپنا پروپیگنڈہ شروع کر دیا۔ اس کشمکش نے اتنا طول کھینچا کہ فرانس اٹلی اور انگلینڈ کو دست اندازی کرنی پڑی۔ اس وقت مسولینی نے آسٹریا کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔

اس دور میں آسٹریا کی فوج پرنس سٹارہمبرگ اور میجر ایمل فے کے ہاتھوں میں تھی۔ میجر کے تعلقات ڈولفس اور مسولینی دونوں سے تھے۔ میجر ایمل فے وائس چانسلر بھی تھا۔ اس لئے فوج کا ڈولفس سے بھی تعلق ہو گیا۔ ڈولفس نے ایمل فے کی امداد سے سوشلسٹوں کی سشٹز بند (Schutzbund) نام فوج کو توڑ دیا۔ ڈولفس کو نازیوں اور سوشلسٹوں دونوں ہی سے لڑنا پڑ رہا تھا۔ آسٹریا کی فوج ۱۹۲۷ء ہی سے بے قابو ہو رہی تھی۔ ۱۹۲۶ء اور ۱۹۳۱ء میں تو اس کو بہت ہی مشکل سے قابو میں رکھا جا سکا تھا۔ اس وقت سٹارہمبرگ کو قید اور جرمانے کی سزائیں دی گئی تھیں۔ ۱۹۳۲ء میں مانسینورسٹے پیل نے ہیم ویر کو سرکاری فوج تسلیم کر لیا۔

۳۰ جنوری ۱۹۳۴ء کو ۸۰۰۰ ہیم ویر سپاہ نے سوشلسٹوں کے

خلاف مخالفانہ تحریک کا علم بلند کیا۔ آخر ۱۲ فروری کو لنج Linz
میں جنگ شروع ہو ہی گئی۔ سوشلسٹوں اور ہیم ویر والوں میں یہ جنگ
چار دن تک وی ینا میں اور پانچ دن تک اضلاع میں جاری رہی۔ اسمیں
تقریباً ایکہزار عورتیں، بچے اور مرد مارے گئے۔ نو سوشلسٹ لیڈروں کو
گرفتار کرکے پھانسی دے دی گئی۔ سوشلسٹوں نے جنگ کے آغاز ہی
میں ہڑتال کر دینے کا اعلان کیا۔ لیکن بجلی والوں کی ہڑتال پہلے ہو جانے
کے سبب سے ہڑتال کی خبر شائع ہو کر عوام تک نہ پہونچ سکی۔ آسٹریا
کے صدر جمہوریہ مکلاس نے بھی سوشلسٹوں کی ایک نہ سنی۔ اس وقت
۵ ہزار سوشلسٹوں کو ۶۰ ہزار سپاہیوں کی مدد سے شکست دیدی گئی۔

ڈولفس کے قتل کی سازش

فروری ۱۹۳۴ء کے بعد ڈولفس نے نیا کانسٹی ٹیوشن جاری کیا۔
اس وقت حق رائے دہی کو بہت محدود کرکے فیڈریشن کے اصول کی
بنیاد پر نئی پارلیمنٹ کا انتخاب کیا گیا۔ اب ڈولفس کی کشمکش ملک کی
حکومت کے قبضے کے سلسلے میں اشتارہیمبرگ سے اور ہیم ویر کی حکومت کے
بارے میں ایمل سفے کے ساتھ شروع ہوئی اور ڈولفس نے ہیم ویر کے مقابلے
میں وزیر انصاف و عدالت ڈاکٹر شنگ کی نگرانی میں ایک اور پرائیویٹ
فوج کی حوصلہ افزائی شروع کردی۔
ماہ فروری کے آخر میں ڈولفس کا جھگڑا نازیوں سے بھی شروع ہو گیا۔
دراصل فروری کی کشمکش سے ہیم ویر اور سوشلسٹ دونوں کے کمزور
پڑ جانے کا فائدہ نازیوں ہی کو پہنچا تھا۔ مارچ سے لیکر جولائی تک نازیوں نے

بڑا زبردست ایجی ٹیشن کیا۔ اس پر ڈولفس نے ۱۷ر جنوری ۱۹۳۴ء کو پیرس لندن اور روم یہ مراسلہ بھیجا کہ جرمنی آسٹریا کے نظام حکومت میں دست اندازی کررہا ہے۔ لیکن اس کے مراسلے کا کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ نازی جب معمولی ایجی ٹیشن اور دہشت انگیزی سے ڈولفس کو قبضے میں نہ کرسکے تو انھوں نے اُسے قتل کردینے کا فیصلہ کرلیا۔ آسٹریا کے نازیوں میں سے کئی فرد فوج اور پولیس میں سے ایسے تھے جن کی ڈاکٹر ڈولفس کی حکومت کو اصلیت ہی معلوم نہ تھی۔

اسی دوران میں ڈولفس کی مسولینی سے گہری دوستی ہوگئی تھی۔ اگست ۱۹۳۳ء اور مارچ ۱۹۳۴ء میں وہ اس کے ساتھ دوستی کے عہدنامے کرچکا تھا۔ مارچ ۱۹۳۴ء کے عہدنامے میں اٹلی آسٹریا اور ہنگری تینوں شامل تھے۔ اس کو روم پروٹوکول (Rome Protocol) کہتے ہیں۔ ڈولفس جولائی ۱۹۳۴ء میں مسولینی سے ملنے کو روم جانے والا تھا کہ ۲۵ر جولائی کو اسے قتل کردیا گیا۔ اس خبر کو سنکر مسولینی نے درّۂ برینرا اور کارنتھیا کی حدود پر اپنی فوجیں بھیجدیں اور آسٹریا کی آزادی کی حفاظت کرنیکا دوبارہ قول دیا۔

ڈولفس کے خلاف جو سازش مرتب ہوئی اس میں تین قسم کے آدمی تھے۔ (۱) فرائن فیلڈ (Frauen Feield) اور ہیبٹ (Habicht) آسٹرین نازیوں کے زبردست جلاوطن لیڈر جرمنی میں تھے (۲) وی اینا میں پولیس کے بہت سے افسر تھے جن کو بعد میں گرفتار کرلیا گیا یا جو بعد میں ملک چھوڑکر فرار ہوگئے۔ (۳) ڈاکٹر انٹین رنٹلین (Anton Rintlen) روم میں مقیم تھا۔ وہ

ڈولفس کے کابینہ کا ممبر اور اٹلی میں آسٹریا کا سفیر تھا۔ جان گنتھر کا کہنا ہے کہ جرمنی نے اس ایجی ٹیشن کی امداد میں جنوری ۱۹۳۳ء سے جولائی ۱۹۳۴ء تک ساڑھے سات کروڑ مارک خرچ کئے تھے۔ انٹلین اس کام کے لئے روم سے ۲۳ر جولائی ہی کو چھٹی لینے کا بہانہ کرکے آگیا تھا ڈولفس کا قتل ۲۵ر جولائی ۱۹۳۴ء کو کیا جانیوالا تھا۔

ڈولفس کا قتل

اس دن صبح گیارہ بجے ہی سے سازشی گلیوں میں جا بجا کھڑے ہوگئے انھیں ۲۴ر تاریخ کی رات ہی کو اسلحے دے دئے گئے۔ چند سازشی لوگ ایک ایک کرکے کو واٹ رنگ نامی ہال میں مجمع ہوگئے تھے۔ یہاں سے ۱۴ آدمی راوگ کے ہیڈ کوارٹر کو اس غرض سے گئے کہ وہاں سے کام شروع کرنے کا اشارہ دیں۔ یہاں انھوں نے ریڈیو سے یہ پیغام دیا کہ ڈولفس نے استعفٰا دیدیا ہے اور رینٹلین چانسلر ہوگیا ہے۔ سازشیوں کی کل تعداد ایک سو چوالیس تھی۔ جن میں سے ایک سو چھ سابقہ فوجی اور دس پولیس افسر تھے۔ یہ طے کیا گیا کہ پہرہ بدلنے کے وقت حملہ کیا جائے ۱۱ بجے ڈابلر نامی پولیس آفیسر جو ایک اہم نازی تھا سازشیوں کا بھید کھولنے پر آمادہ ہوا۔ اس نے حکومت کے افسروں کو سازش کی خبر دیدی۔ لیکن ان افسروں کو اس کی بات کا یقین نہ آیا۔ سوا گیارہ بجے میجر فے کے ایڈی کانگ میجر بریول کو بھی سازش کا پتہ چل گیا۔ اس نے میریک نام ایک شخص کو دریافت حال کیلئے بھیجا۔ آخر پونے بارہ بجے میجر فے کو بھی سازش کی خبر دے دی گئی۔ اس نے یہ خبر فوراً ہی کابینے کو پہنچا دی۔ لیکن اب وقت

نکل چکا تھا۔

میریک کو ٹیلیفون کرتے ہوئے ۱۴۴ سازشیوں نے پکڑ لیا اور گرفتار کرکے لے گئے۔ وہ لوگ تین موٹروں میں سوار کر چانسلر کے دفتر کو چلے۔ انھوں نے میرک کو بھی اپنے ہمراہ لے لیا۔ میریک راستے میں بچکر بھاگ نکلا اور حملہ آور ۱۲ بجکر ۳۵ منٹ پر چانسلر کے دفتر میں داخل ہو گئے۔ وہاں پہنچکر انھوں نے فے، سفے گے اسسٹنٹ کا ونس تقریباً ایک سو پچاس افسروں اور سول سروس والوں کو یہ کہہ کر حراست میں لے لیا ہم آپ کو صدر جمہوریہ مکلاس کے حکم کے مطابق گرفتار کرتے ہیں اس وقت چانسلر کے دفتر میں ۶۰ محافظ سپاہی تھے۔ ان کو غیر مسلح کرکے گرفتار کرلیا گیا۔ اور اوپر جاکر ڈولفس کو قتل کر دیا گیا۔ اس وقت چانسلر کے دفتر کے سب دروازے اندر سے بند تھے۔ دفتر کے باہر اخباروں کے نامہ نگاروں شہریوں، ہیم ویر والوں اور پولیس کی بھیڑ تھی۔ ڈولفس کا قتل پانچ بجکر ایک منٹ پر کیا گیا۔

مرنے سے پہلے اُس نے سفے کو امن قائم رکھنے اور اپنے خاندان کی خبر لیتے رہنے کی ہدایت دی۔ اس نے سشنگ کے بارے میں دریافت کیا اور اینٹلین کو امن قائم رکھنے کا پیغام دیا۔ اس نے صرف ایک گلاس پانی پیا۔ پونے چار بجے وہ اس دنیا سے چل بسا۔

چونکہ چانسلر آفس کے گرد فوج نے گھیرا ڈال رکھا تھا اس لئے سازشی بھی باہر نہ نکل سکے۔ اینٹلین کو اس وقت بار بار بلایا گیا مگر وہ نہیں آیا۔ چنانچہ شسنگ چانسلر بنا۔ حملہ آوروں نے جرمنی کی حد تک باحفاظت پہنچائے جانے کا وعدہ لے کر تقریباً چھ بجے خود کو فوج

کے حوالے کر دیا۔ رینٹلین کے نہ آنے کا سبب یہ تھا کہ وہ گرفتار ہو چکا تھا۔ ریڈیو کی خبر سن کر "ڈانخس پوسٹ" کے ایڈیٹر نے رینٹلین کو اپنی ذمہ داری پر گرفتار کر لیا اور اس سے یہ اصرار کیا کہ وہ ریڈیو کی خبر کی تردید کرے لیکن رینٹلین نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔ آدھی رات کو اس نے اپنے گولی مار لی۔ مگر وہ مرا نہیں۔ کابینہ کی نشست ۲۵ جولائی ہی کی شام کے سات بجے ہوئی۔ اس میں شُشنگ نے حملہ آوروں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ ہٹلر نے بھی ڈولفس کے قاتلوں کو معاف نہیں کیا۔ اس نے ہبشٹ کو آسٹریا کے جرمن انسپکٹر کے منصب سے علیحدہ کر دیا۔ فروئن فیلڈ فرار ہو گیا۔ آسٹریا کے جرمن سفیر ڈاکٹر ریتھ کو فوری مقدمہ (Summary Trial) کے بعد گولی مار دی گئی۔ اور اس کی جگہ جرمنی کے سابق چانسلر وان پاپن کو دی گئی۔ حملہ آوروں میں سے ۱۳ کو پھانسی اور باقیوں کو قید کی سزا دی گئی۔ اسی زمانے میں صدر جمہوریہ جرمنی ہنڈنبرگ کا انتقال ہو گیا اور ہٹلر چانسلر ہونے کے علاوہ صدر جمہوریہ جرمنی بھی بن گیا۔ اس کے سات ماہ بعد رینٹلین پر بھی مقدمہ چلا اور اسے حبس دوام کی سزا دی گئی۔

ڈاکٹر شُشنگ

ڈاکٹر کرٹ وان شُشنگ (Dr. Kurt Von Shuschnigg) کی پیدائش ۱۸۹۷ء میں اٹلی کے لیک گارڈا نامی مقام پر ہوئی تھی۔ لیک گارڈا اس وقت آسٹریا کے ماتحت تھا۔ ۱۸ سال کی عمر میں اس نے جنگ عظیم میں حصہ لیا۔ ۱۹۱۸ء میں اس کو اٹالین فوج نے گرفتار کر لیا۔

سینٹ جرمین کے صلحنامے کے بعد اسے چھوڑ دیا گیا۔ اس نے انزبرک یونیورسٹی سے قانون کی ڈگری حاصل کی مانسنیور سئے پیل کے چانسلری کے زمانے میں وہ سیاسیات میں داخل ہوا۔ پہلے وہ وزیر تعلیم، پھر وزیر انصاف و عدالت، اور آخر میں ڈولفس کا بہت قابل اعتماد آدمی بن گیا۔

اس نے اسٹار ہمبرگ کی ہیم ویر کے مقابلے میں کیتھولک نوجوانوں کی اسٹارزچیرین نامی ایک فوج بنائی۔ شُشنگ کے چانسلر بننے کے بعد اس کی بیوی کا ۱۹۳۵ء میں ایک موٹر کے حادثہ میں انتقال ہوگیا۔

شُشنگ کے کام کرنیکا زمانہ شروع سے آخر تک رکاوٹوں سے پُر رہا۔ نازیوں نے بھی اس کے عہد حکومت میں بہت سے فسادات کئے۔ اس پر اس نے بہت سے نازیوں کو جیل بھیجا۔ اور بہت سوں کو نظر بند کر دیا۔ مئی ۱۹۳۵ء میں نازیوں نے ہتھیاروں کی لوٹ مچانے کی غرض سے پرنس اسٹار ہمبرگ کے قلعے پر چڑھائی کی۔ اس میں پولیس نے نوے نازیوں کو گرفتار کیا۔ شُشنگ سے بہت سے کام سرزد ہوئے جس میں مناسب کام بھی تھے اور نامناسب بھی۔ وہ آسٹریا میں انتخاب نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ کیونکہ انتخاب میں اسے نازیوں کی کامیابی کا خوف تھا۔ چنانچہ وہ پارلیمنٹ کے بغیر ہی پورا ڈکٹیٹر بنا رہا۔ حقیقت میں شُشنگ ہٹلر مسولینی یا اسٹالن کے مقابلے میں بھی بالکل مطلق العنان ڈکٹیٹر تھا۔ کیونکہ ان تینوں کی پشت پر کم سے کم اپنی اپنی پارٹیوں کی پارلیمنٹ تو تھیں مگر شُشنگ سے اس کے کاموں کی بازپرس کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ شُشنگ نے شہریوں کے حقوق شہریت کو بری طرح پامال کیا۔ مثال کے طور پر ۱۹۳۴ء میں ۱۰۶۰۰ آدمیوں پر سرکاری پولیس نے دھاوا کیا۔

اس نے اکتوبر ۱۹۳۶ء تک کم سے کم ۱۳۱۸۳۱ آدمیوں کو گرفتار کیا جن میں سے ۱۹۰۹۰ نازی ۶۲۷۲ ۱۲ سوشل ڈیموکریٹ ، اور ۶۷۷۵ کمیونسٹ تھے۔ لیکن اُس کے اس زبردست تشدد سے بھی خطرہ کم نہ ہوا۔ نازی لوگوں نے تو اس کے عہد حکومت میں بہت فسادات کئے۔ گرفتار شدہ افراد میں سے اکثر جلد ہی چھوٹ جاتے تھے۔ ۱۹۳۵ء کے شروع میں سوشل ڈیموکریٹ اور کمیونسٹوں نے متحدہ طور پر محاذ بنایا اور ایک نئی متحدہ فوج ترتیب دی۔ سوشل ڈیموکریٹوں نے اپنا نام بدل کر "آسٹریا کے انقلابی سوشلسٹ" رکھا۔ انھوں نے ملک میں اپنے لٹریچر کی زبردست اشاعت شروع کردی۔ اگرچہ شُشنگ نے اخباروں پر کافی جبر و تشدد کیا لیکن ان لوگوں نے یہ چال چلی کہ اخبارات زیکوسلوواکیہ میں چھپوا کر آسٹریا میں بڑی تعداد میں اپنا لٹریچر پھیلا دیتے تھے۔ شُشنگ ان خلاف قانون کاموں کو باوجود کوشش کے بھی نہ روک سکا۔

چانسلر بننے کے فوراً بعد ہی شُشنگ کو خارجہ تعلقات قائم کرنے کی فکر پڑی۔ ۱۲ر اگست ۱۹۳۴ء کو اس نے فلورنس جاکر مسولینی سے ملاقات کی اور اٹلی کے ساتھ کئے ہوئے روم کے معاہدے پر دوبارہ مہر تصدیق ثبت کی۔ ۱۰ر مارچ ۱۹۳۶ء کو اس معاہدے کو پھر پختہ کیا گیا۔ مسولینی نے ۱۹۳۵ء میں آسٹریا کے تحفظ کی ضمانت فرانس سے بھی لی۔ انگلستان سے بھی اس نے اسی قسم کا وعدہ لے لیا۔ القصہ ڈولفس کے زمانے ہی سے مسولینی آسٹریا کی آزادی کا محافظ بنا ہوا تھا۔ ۶ر جون ۱۹۳۶ء کو شُشنگ نے روم جاکر مسولینی سے آسٹریا اور جرمنی کے تعلقات کے سلسلے میں گفت و شنید کی۔

آسٹریا اور جرمنی کا معاہدہ ۱۹۳۶ء

نازی اس وقت بھی بہت زوردار ایجی ٹیشن کر رہے تھے۔ شُشنگ سیاسی پارٹیوں سے سیاسی داؤ پیچ کھیلتے کھیلتے تھک گیا تھا۔ اس لئے اس نے آسٹریا کے جرمن سفیر (جرمن منسٹر)، فرانز وان پاپین سے گفت وشنید کرکے ۱۹۳۶ء میں جرمنی سے ایک سمجھوتہ کیا۔ پہلے پہلے تو مسولینی نے سمجھوتے کی منظوری نہ دی لیکن بعد میں اسی کی امداد سے ۱۱ر جولائی ۱۹۳۶ء کو جرمنی اور آسٹریا نے معاہدے پر دستخط کردئے۔ اس میں جرمنی نے آسٹریا کی آزادی کو تسلیم کیا اور آسٹریا نے نازی سیاسی قیدیوں کو چھوڑنا اور ان کا اپنے مادر وطن کے متحدہ محاذ میں حصہ لینا منظور کیا۔ شُشنگ نے یہ تسلیم کیا کہ آسٹریا ایک جرمن مملکت ہے اور آسٹریا کی نازی پارٹی خلاف قانون قرار نہیں دی جائے گی۔

اس سمجھوتے کی وجہ سے ڈاکٹر شُشنگ نے ۲۴ر جولائی ۱۹۳۶ء کو دس ہزار نازیوں کو جیل سے رہا کردینے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ اس نے نازی ڈپٹی ایڈمنڈ ہارسٹن اور ہر اونیوسٹاڈ ٹرسٹیو رمر کو وزیر دفاع بنا کر اپنے کابینہ میں شامل کیا۔ ڈاکٹر شُشنگ نے ۱۸ر جنوری ۱۹۳۷ء تک ۱۸۶۸۴ نازیوں کو عام معافی دیدی۔

اس میں ۱۹۳۴ء کی بغاوت کے گرفتار شدہ نازی بھی شامل تھے۔ لیکن ۲۲ر مارچ ۱۹۳۶ء کو شُشنگ نے اپنے کابینہ میں سے نازیوں کو نکالدیا۔ شُشنگ قدیمی ہاپسبرگ خاندان کا بڑا دلدادہ تھا۔ وہ مذکورہ خاندان کے آرچ ڈیوک اوٹو کو آسٹریا کے تخت پر دوبارہ بٹھلانا چاہتا تھا۔ اس

غرض کی تکمیل کے لئے اس نے یورپ کے بہت سے ممالک۔ کی ہمدردی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ ۱۹۳۶ء میں اس نے اس بارے میں ۳ را پریل اور ۲۳ را پریل کو مسولینی سے وینس میں دوبار ملاقات کی۔ آخرکار اس نے مسولینی کی اس بات کو تسلیم کرلیا کہ آرچ ڈیوک اوٹو کو آسٹریا کے تخت پر بحال کرنے کا ابھی وقت نہیں آیا ہے۔

۱۹ر نومبر ۱۹۳۶ء کو آسٹریا کے وزیر خارجہ ڈاکٹر گوئیڈ وسمٹ آسٹریا اور جرمنی کے مذکورہ معاہدے کے بارے میں گفت و شنید کرنے کیلئے برلن آیا۔ اس کے بعد ۲۲ر فروری ۱۹۳۷ء کو جرمنی کا وزیر خارجہ نیوراٹ ویانا گیا۔ اس طرح دونوں وزرائے خارجہ کے ایک دوسرے کے ملک میں جانے سے سیاسی و تجارتی دونوں ہی قسم کے تعلقات پختہ ہوگئے۔ اس کے علاوہ دونوں ممالک میں معاشرتی تعلقات قائم کرنے کے لئے بھی ایک کمیٹی قائم کی گئی۔ جس نے ۲۵ر فروری ۱۹۳۷ء سے اپنا کام شروع کیا۔ ۱۲ر جولائی ۱۹۳۷ء کو دونوں ممالک کی حکومتوں نے یہ طے کیا کہ ایک دوسرے کے مصدقہ خبروں ہی پر اعتماد کیا جائے اور سنسنی خیز خبریں شائع کرنے والے اخباروں کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے۔ یہ سب کچھ عمل میں لایا گیا۔ لیکن آسٹریا میں بسنے والے نازیوں کے لئے حالات بہتر نہ بن سکے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں ممالک کے سیاسی تعلقات زیادہ خوشگوار نہ رہ سکے۔

ڈاکٹر شُشنگ نے ۱۰ر ۱۱ر اور ۱۲ر جنوری ۱۹۳۸ء کو ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپسٹ میں اٹلی اور ہنگری کے وزرائے خارجہ سے مشورہ کرنے کے بعد یہ طے کیا کہ اٹلی اور ہنگری کے دوستانہ تعلقات کو مضبوط کیا جائے۔ اٹلی کا لیگ اقوام سے مستعفی ہونا بجا تھا، اور ہنگری کو پھر ہتھیار

باندھنے کا اختیار رہے۔

ہٹلر اور شُشنگ کا سمجھوتہ (فروری ۱۹۳۸ء)

۱۲ رفروری ۱۹۳۸ء کو ڈاکٹر شُشنگ نے خود برلن جاکر ہرہٹلر سے اس کی جائے رہائش برچ ٹیس گیڈن (Berch Tes Gaden) میں ملاقات کی۔ اس ملاقات کے نتیجے کے طور پر آسٹریا اور جرمنی میں ایک سمجھوتہ ہوا۔ جس کے مطابق آسٹریا اور جرمنی میں پوری طرح امن قائم کرنے کی تجویز کی گئی۔ اس سمجھوتے میں یہ بھی طے کیا گیا کہ آسٹریا کے نازیوں کو ۱۹۳۴ء کے آسٹرین کانسٹی ٹیوشن پر عمل درآمد کرتے ہوئے سیاسی آزادی دیدی جائے۔ اس سمجھوتے کی وجہ سے آسٹریا کے کابینے میں چند تبدیلیاں کرکے ۱۶ رفروری ۱۹۳۸ء کو آسٹریا کے نازی لیڈر ڈاکٹر سیس انکوارٹ کو داخلی امور کا وزیر بنایا گیا۔ اور پبلک تحفظ کے محکمے کو بھی چانسلر ڈاکٹر شُشنگ نے اپنی ماتحتی سے جدا کرکے ڈاکٹر سیس انکوارٹ کو دیدیا۔ اس محکمے کا سکریٹری دی اینائے پولیس پریذیڈنٹ ڈاکٹر سکوبل (Dr. SKubel) کو بنایا گیا۔

ڈاکٹر سیس انکوارٹ

ڈاکٹر آرٹر سیس انکوارٹ (Dr. Arter Syss Inquart) کی پیدائش ۱۸۹۲ء میں جرمن زبان بولنے والے شہر اگلو (Iglau) میں ہوئی تھی۔ یہ شہر سوڈیٹن جرمنوں کا تھا۔ عہدِ شباب میں اس نے وی اینا آکر قانون میں ڈاکٹری ڈگری حاصل کی۔ جنگِ عظیم کے زمانے

میں وہ ایک فوجی افسر تھا۔ اس نے کئی کئی بار زخمی ہو کر کثرت سے تمغے حاصل کئے۔ جنگ کے بعد اس نے وی اینا میں وکالت کرتے ہوئے سیاسیات میں حصہ لینا شروع کیا۔ ۱۹۲۵ء میں وہ آسٹریا جرمنی کے اتحاد کی کمیٹی کا ایک ممبر تھا۔ ۱۹۳۴ء سے وہ اس کا ڈائرکٹر رہے۔ جون ۱۹۳۸ء میں وہ قومی دفاع کے سلسلے حکومت وقت کا مشیر بنایا گیا۔

۱۲ رفروری ۱۹۳۸ء کے معاہدے کے مطابق پہلا کام یہ کیا جانا تھا کہ ۱۵ رفروری ۱۹۳۸ء سے پہلے سارے نازی سیاسی قیدیوں کو چھوڑ دیا جائے اور ضبط شدہ پنشنوں وغیرہ کو بھی بحال کر دیا جائے۔ ۱۷ رفروری کو ڈاکٹر سیس انکوارٹ نے برلن آکر راستٹر یچ ہٹلر اور دوسرے سیاستدانوں سے ملاقات کی۔

ڈاکٹر شِشنگ کی اعتماد شکنی

ڈاکٹر شِشنگ نے جرمن صدر جمہوریہ سے بنا سمجھوتہ کر تو لیا مگر اصل میں وہ آسٹریا کے نازیوں کو کچھ بھی اختیارات دینے نہیں چاہتا تھا۔ ۱۵ ر فروری کو اُسے سب سیاسی قیدی چھوڑ دینے چاہیئے تھے، لیکن وہ اس کام کی تکمیل میں حیلے حوالوں سے کام لیتا رہا۔

ہرچند اس کی حکومت اکثریت کی بنا پر نہیں تھی تاہم وہ اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرنا چاہتا تھا تاکہ اکثریت حکومت میں حصہ لے۔ اُس نے بالکل آخر وقت میں ۱۲ ر فروری کے سمجھوتے کے خلاف نازیوں کو ملکی انتظام اور مادر وطن کے متحدہ محاذ سے الگ رکھنے کی کوشش کی۔ اس کو ایک قانونی شکل دینے کیلئے اُس نے ۹ ر مارچ کو اعلان کیا

کہ ۱۳، مارچ کو آسٹریا میں عوام سے یہ دریافت کرنے کے لئے عام رائے
شماری ہو گی کہ " وہ آسٹریا کو آزاد جرمنی کی شکل میں دیکھنا چاہتے ہیں
یا متحدہ عیسائی آسٹریا کی شکل میں " ڈاکٹر شستنگ نے عام رائے
شماری جیسے عظیم الشان کام کو فقط چار دن دئے اور اس کا بندوبست
اس طرح کیا کہ وہ عام رائے شماری میں حسب منشار ووٹ ڈلوا
سکے۔ ووٹروں کا داخلہ کارڈوں کے ذریعہ سے تھا لیکن دئے جانے
والے کارڈوں کی تعداد کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ جس سے ایک
شخص کو کئی کئی بار ووٹ ڈالنے سے باز رکھا جا سکے۔ پولنگ کا
انتظام افسروں اور محب وطن محاذ کے ہاتھوں میں رکھا گیا تاکہ نازیوں
کو اس میں حصّہ نہ مل سکے۔ ووٹنگ خفیہ نہ رکھا گیا بلکہ اُسے کھلا
رکھا تاکہ ووٹروں پر اثر ڈالا جا سکے۔ اس کے علاوہ ۲۱ برس سے کم
کی عمر والوں کو ووٹ دینے کا کوئی حق نہ دیا گیا اور نازی لوگ اکثر
نوجوان تھے۔ شستنگ نے رائے عامہ لینے کے بارے میں اپنے
کابینے تک سے مشورہ نہیں کیا۔

نازیوں نے ڈاکٹر شستنگ کے اس فیصلے کی مخالفت کی اور
رائے شماری کا بائیکاٹ کرکے ووٹ نہ دینے کا فیصلہ کیا۔ نیویارک
ٹائمز کا یہ کہنا ہے کہ ڈاکٹر شستنگ کا رائے شماری کرنے کا خیال
۱۶ فروری ہی تھا اب ڈاکٹر شستنگ نے نازیوں کے خلاف مارکسٹوں
کی امداد لی۔ اس کے نتیجے کے طور پر ۱۱، مارچ ۱۹۳۸ء کو نازیوں اور کمیونسٹوں
میں بھی فساد ہو گیا۔ شہر میں فوجی پلٹن اور پولیس گشت لگانے لگی اور
جرمن اخبارات کا آسٹریا میں داخلہ بند کر دیا گیا۔ جو سپاہی جنگ عظیم میں

لڑ چکے تھے۔ ان سے یہ اصرار کیا گیا کہ وہ فوج میں دوبارہ بھرتی ہوں۔
آسٹریا کے دیگر وزرا نے بھی ڈاکٹر شُشنگ کے اِس اقدام کی زبردست
مخالفت کی۔ انھوں نے راشٹرپتی مکلاس پر زور دیا کہ وہ شُشنگ سے استعفیٰ
طلب کرے اور نیا کابینہ بنانے کی اجازت دے۔

ڈاکٹر شُشنگ کا استعفیٰ

شُشنگ اِس زبردست مخالفت کا مقابلہ نہ کر سکا۔ اِس لئے اس نے
۱۱ مارچ ہی کو عام رائے شماری نہ کرنے کا اعلان کر کے استعفیٰ دے دیا۔
صدر جمہوریہ مکلاس نے ڈاکٹر سئیس انکوارٹ کو چانسلر بنا دیا۔

ہٹلر کو آسٹریا آنے کی دعوت

ڈاکٹر سئیس انکوارٹ نے راشٹرپتی ہٹلر کو آسٹریا میں امن قائم کرنے
کے لئے فوراً فوج بھیجنے کیلئے تار دیا۔ اس نے اسی دن رات کو اپنا نیا کابینہ
بھی ترتیب دے دیا۔ ۱۳ مارچ کو آسٹریا کے صدر جمہوریہ مکلاس نے
بھی چانسلر ڈاکٹر سئیس انکوارٹ کی خواہش کے مطابق استعفیٰ دیدیا۔ اس سے
ڈاکٹر سئیس انکوارٹ کے ہاتھوں میں صدارت جمہوریہ بھی آگئی۔

ہٹلر کا آسٹریا میں داخلہ

۱۲ مارچ کو صبح کیوقت جرمن فوجوں نے آسٹریا اور جرمنی کی
درمیانی سرحد کو عبور کیا۔ تھوڑی دیر بعد ہٹلر بھی مزید جرمن فوجیں لیکر
اپنی جائے پیدائش برونو کے قریب آسٹریا میں داخل ہو گیا۔ اُس کے ساتھ

جرمن فوجوں کا سپہ سالار جرنیل کیٹل، ڈسٹرکٹ لیڈر برکیں، اور بہت سے خاص خاص افسر تھے۔ یہاں سے یہ سب شام کے ۷ بجے لنز پہنچے۔ جہاں کئی ہزار افراد نے ہٹلر کا خیر مقدم کیا۔ آسٹریا کے چانسلر ڈاکٹر سس انکوارٹ نے ٹاؤن ہال پر جرمن لیڈر کا خیر مقدم کیا اس موقع پر اُس نے یہ بھی اعلان کیا کہ "آج سینٹ جرمین کے صلحنامہ کی دفعہ ۸۸ کو مسترد کیا جاتا ہے"۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ یہی دفعہ آسٹریا اور جرمنی کے الحاق میں سدِ راہ تھی۔ ۱۳ مارچ کو ہٹلر نے لیونڈنگ میں لنز سے چند میل کے فاصلہ پر اپنی والدہ کی قبر پر پھول چڑھائے۔

۱۴ مارچ کو شام کے ۵ بجے ہٹلر وی اینا میں داخل ہوا۔ اس وقت گھنٹے گھنٹیوں کے زبردست شوروغوغا نے تمام بستی کو جرمن صدر جمہوریہ کے داخلے کی خبر پہنچائی۔ وی اینا میں ہٹلر امپیریل ہوٹل میں ٹھہرا۔ خوشی سے لہراتے ہوئے انسانوں کے سمندر نے ہوٹل کو گھیر لیا اور ہیل ہٹلر یا زندہ باد ہٹلر کے نعروں سے گنبدِ آسمان میں غلغلہ ڈال دیا۔ اور جب ہٹلر نے ہوٹل کے برآمدے میں آکر درشن دیئے تو پبلک خوشی سے دیوانی ہوگئی۔ ہٹلر نے مجمع کا شکریہ ادا کیا۔

جرمنی اور آسٹریا کا الحاق

۱۵ مارچ کو ہٹلر نے وی اینا میں تقریر کرتے ہوئے جرمنی اور آسٹریا کے اتحاد کا اعلان کیا۔ اس نے کہا کہ آج متحدہ جرمنی کی آبادی ۶ کروڑ اسی لاکھ ہے۔ اس جلسے کے بعد جرمنی اور آسٹریا کی متحدہ فوجوں

نے ہٹلر کے سامنے جرنیل وان باک کی کمانڈ میں پریڈ کی۔

برطانیہ اور فرانس کی حکومتوں نے جرمنی کے اس اقدام کی شدید الفاظ میں مخالفت کی۔ اس پر جرمنی نے یہ جواب دیا کہ "یہ مخالفت بیس سال پہلے ورسائی کے صلحنامے کے موقع پر کی جانی چاہیئے تھی" اب فرانس کی حکومت نے میسولینی سے اصرار کیا کہ وہ بھی جرمنی کی مخالفت میں اس کے ساتھ شامل ہو مگر اس نے شمولیت سے صاف انکار کر دیا اس پر ہٹلر نے میسولینی کو ٹیلیگرافی تار دیا کہ "میسولینی میں اس بات کو کبھی فراموش نہ کروں گا۔"

یوگوسلاویہ ہنگری، ریاستہائے متحدہ امریکہ اور جاپان نے اس خبر سے خوش ہو کر آسٹریا اور جرمنی کا الحاق تسلیم کر لیا۔

۱۲ر مارچ ۱۹۳۸ء کو جرمنی کی حکومت نے لیگ اقوام کو یہ اطلاع دی کہ آسٹریا کو رائخ سے ملا لیا گیا ہے اور اس لئے اب وہ لیگ اقوام کا ممبر نہیں رہا۔

۱۳ر مارچ ہی کو ہٹلر اور ڈاکٹر انکوارٹ نے آسٹریا اور جرمنی کے الحاق کے سلسلے میں دو قانون وضع کئے کے مطابق آسٹریا کو جرمن رائخ کا علاقہ قرار دیدیا گیا۔ یہ طے کیا گیا کہ جرمنی اور آسٹریا میں خفیہ عام رائے شماری کر کے ۱۰ر اپریل ۱۹۳۸ء اس اقدام کی تائید کرائی جائے اس وقت بیس سال کی عمر کے سبھی عورتوں اور مردوں کو ووٹ دینے کا حق دیا گیا۔ صدر جمہوریہ ہٹلر نے فیڈرل چانسلر انکوارٹ کو آسٹریا کا گورنر مقرر کیا۔ اور اس کا ہیڈ کوارٹر رکھا گیا۔

۱۴ر مارچ کو آسٹریا کی پوری فوج اور رہبر قوم ہٹلر کے

سامنے دائمی وفاداری کا حلف اٹھایا۔ اس کے بعد آسٹریا کی پولیس اور دیگر افسران نے بھی اسی قسم کے حلف اٹھائے۔

آسٹریا کے جرمنی میں شامل ہوتے ہی یہودیوں پر مصائب کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ سبھی یہودی ججوں اور وکیلوں کو ان کی منصب سے برطرف کر دیا گیا۔

آسٹریا میں چانسلر سشنگ نے کمیونسٹوں کی شکل میں جن لوگوں کی مدد سے نازیوں کو کچلنا چاہا تھا وہ یہودی ہی تھے جرمنی میں ایسی جن حرکات کی وجہ سے وہ ہٹلر کے عتاب کا شکار ہوئے وہی یہاں بھی باعث مصیبت تباہ ہوگیا۔

آسٹریا کے ڈاکخانوں اور ریلوں کے نظام کو جرمنی میں شامل کر کے آسٹریا کے قومی بینک کا کام رائخس بینک کو دیدیا گیا آسٹریا اور جرمنی کے درمیان محصول اٹھا دیا گیا اور آسٹریا کی ترقی کیواسطے آسٹریا میں چہار سالہ پروگرام جاری کیا گیا۔

آسٹریا اور جرمنی میں رائے شماری

اس کے بعد ۱۰ اپریل ۱۹۳۸ء کو دنیا بھر کے جرمنوں اور آسٹرینوں نے آسٹریا جرمنی کے اتحاد کے بارے میں رائے دی۔ جرمنی کے کل ۴۴۵۴۵۵۸۶ ووٹوں میں سے ۴۴۰۳۹۵۶۷ ووٹ یعنی ۹۹٫۰۲ فیصدی الحاق کے حق میں آئے۔ آسٹریا کے ۴۴۶۰۷۷۸ ووٹوں میں سے ۴۴۳۲۰۸۴ یعنی ۹۹٫۷۵ فیصدی الحاق کے حق میں آئے۔ اس طرح دونوں ملکوں کے ۹۹ فیصدی سے بھی زیادہ ووٹوں سے دو بچھڑے ہوئے برادر ممالک

ایک دوسرے میں دودھ اور شکر کی مانند گھل مل گئے

ڈاکٹر شُشنگ کی قسمت

آسٹریا کے سابق چانسلر ڈاکٹر شُشنگ کو جرمن فوجوں نے آسٹریا میں داخل کرتے ہی گرفتار کر لیا تھا اور ایک جگہ پر باعزت طریقے سے محبوس کر دیا تھا۔ چند نازی لیڈروں نے یہ مطالبہ پیش کیا کہ اس پر کھلی عدالت میں نازیوں کے قتل کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے۔ درمیان میں ایک افواہ یہ بھی اڑی کہ شُشنگ نے ۱۸ / جون سے بیشتر کاؤنٹسین ویرا ون جیرنن فیہار کے ساتھ شادی کر لی۔ بعد میں ہٹلر نے ۲۲ / اگست کو اعلان کیا کہ ڈاکٹر شُشنگ وی اینا کے تین سابق وزیروں اور وی اینا پولیس کے سابق صدر ہرسکوبئیل پر باغیانہ ایجی ٹیشن برپا کرنے کے الزام میں مقدمہ چلایا جائے گا۔

۳ / اپریل ۱۹۳۸ء کو برطانیہ نے آسٹریا پر جرمنی کا قبضہ تسلیم کر لیا اور وہاں جرمن سفیر کی جگہ پر قونصل جنرل متعین کرنے کا اعلان کیا۔

آسٹریا کا قرضہ

آسٹریا پر ۱۹۲۳ء اور ۱۹۳۴ء کا کئی ملکوں کا قرضہ تھا آسٹریا پر جرمنی کا قبضہ ہونے اور اس کی رائے عامہ کے ذریعہ سے تائید ہوتے ہی قرضخواہ حکومتوں نے جرمنی سے یہ اصرار کیا کہ وہ آسٹریا کے قرضے بھی چکائے۔ اس پر جرمن ماہرین اقتصادیات نے قرضخواہ حکومتوں کے ساتھ ان قرضہ جات کے بارے میں جانچ پڑتال کرنے کے بعد گفت و شنید کی۔ اس جانچ کے دوران میں یہ پتہ

لگا کہ جو قرضے آسٹریا کو دیئے گئے تھے۔ ان میں کئی قرضے ایسے تھے جو قرضہ دیئے جانے کی نیت سے نہیں دیئے گئے تھے بلکہ ان کی تہ میں یہ غرض کام کر رہی تھی کہ ان قرضوں کی آڑ میں خصوصی مراعات حاصل کی جائیں۔ اس لحاظ سے ان قرضوں کی ادائیگی مخصوص حالات ہی کی پابند تھی۔ چنانچہ ایسے قرضہ جات جرمن ماہرین اقتصادیات سے گفت و شنید کرنے کے بعد بٹے کھاتے میں ڈالے گئے۔ باقی قرضوں کے بارے میں جرمنی نے یکم جولائی کے معاہدے کے بعد یہ یقین دلایا کہ ان کی ادائیگی بہت جلد کر دی جائے گی۔ آسٹریا کو قرضہ دینے والی حکومتوں میں انگلستان پیش پیش تھا۔

فرانس اور جرمنی کا اقتصادی معاہدہ

۳ راگست ۱۹۳۸ء کو فرانس اور جرمنی نے ایک اقتصادی معاہدے پر دستخط کئے۔ اس معاہدے کی رو سے آسٹریا کے موجودہ انتظام کو تسلیم کر لیا گیا۔ اور ڈاوے اور ینگ کمیشن کی تجاویز کی رو سے فرانس کے قرضے کے سود کی جو شرح مقرر تھی اس میں کمی کرنا منظور کر لیا گیا۔

میمل کا مسئلہ[1]

یہ لیتھونیا کے ماتحت آج کل ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ اس کی آبادی ۳۶ ہزار ہے۔ اس میں زیادہ تر جرمن ہیں۔ اس کی بنیاد ۱۲۵۲ء میں پوپو وان اوسٹرنا (Poppo von Osterna) نام کے ایک ٹیوٹن حکمران نے رکھی تھی۔ اس وقت اس کا نام نیوڈارٹمنڈ

[1] یہاں سے باب کے آخر تک کا حصہ صفحہ ۳۴۷ پر باب ۳۶ کے آخر میں پڑھا جائے۔

تھا جو بعد میں میل برگ ہوگیا۔ اس کو تیرہویں، چودہویں اور پندرہویں صدی میں لتھونیا اور پولینڈ والوں نے کئی کئی بار حملہ کرکے جلایا۔ سترہویں صدی میں یہ کچھ عرصے تک سویڈن کے قبضے میں رہا۔ ۱۷۵۷ء اور اس کے بعد ۱۸۱۳ء میں اس پر روسی فوجوں نے قبضہ کرلیا۔ جینا (Jena) کی جنگ کے بعد پرشا کا بادشاہ ولیم سوئم میل میں آکر رہنے لگا۔ جہاں اس نے ۱۸۰۷ء میں انگلستان سے ایک صلحنامہ کیا۔

اس کے بعد گزشتہ جنگ عظیم تک یہ شہر حسب سابق جرمنی کے پاس رہا۔ ورسائی کے صلحنامے کے بعد اتحادی حکومتوں نے اسے جرمنی سے چھین کر اس پر تین برس تک حکومت کی۔ سفیروں کی کانفرنس نے ۱۹۲۲ء کے موسم خزاں تک اس کے سوال پر غور نہیں کیا۔ اسی اثنا میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ میل کو لیتھونیا کے ماتحت اسی طرح لوکل سلف گورنمنٹ دیدی جائے جس طرح پولینڈ کے ماتحت ڈینزگ کا انتظام کیا گیا تھا۔ لیکن لیتھونیا کو صرف میل کی بندرگاہ سے سمندری راستہ ملتا تھا۔ اس لئے اس نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا۔ اس کے بعد لیتھونیا نے ۵ رجنوری ۱۹۲۳ء کو اچانک حملہ کرکے وہاں کی فرانسیسی فوجوں کو ہتھیار ڈالنے پر مجبور کرکے وہاں سے نکال دیا۔ ۱۶ رفروری کو سفیروں کی کانفرنس نے یہ تجویز پیش کی کہ میل کی حکومت لوکل سیلف گورنمنٹ کے ساتھ لتھونیا کو دے دی جائے اور پولینڈ کو بھی اس کی بندرگاہ پر تجارت کرنے دی جائے۔ ستمبر ۱۹۲۳ء میں میل کا معاملہ لیگ اقوام کے سپرد کیا گیا۔ لیگ اقوام نے اس معاملے کی جانچ پڑتال کے لئے ایک کمیشن مقرر کیا جس نے ماہ مارچ ۱۹۲۴ء میں اپنی رپورٹ

یہ تجاویز لیگ اقوام کے سامنے پیش کردی۔ اس میں بھی میمل کو لتھونیا کے ماتحت لوکل سیلف گورنمنٹ دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ یہ تجویز بھی تھی کہ میمل کی حکومت ایک گورنر کے ماتحت ہو جس کی تقرری لتھونیا کا صدر جمہوریت کیا کرے۔ میمل بندرگاہ کو بین الاقوامی بنا کر اس کی حکومت کے لئے ایک بین الاقوامی بورڈ علیحدہ بنایا گیا۔ اس بورڈ کی کی تقرری لیگ اقوام کے ہاتھ میں رکھی گئی۔ ان تجاویزوں کے فریقین کے منظور کر لینے کے بعد اس سمجھوتہ پر مئی ۱۹۲۴ء میں دستخط کردئے گئے۔

اس طرح میمل میں جرمنوں کی زبردست اکثریت ہوتے ہوئے بھی اس پر لتھونیا اور لیگ اقوام کا قبضہ ہے۔ وہاں کے جرمن برابر مادر وطن میں شامل ہو جانے کی تحریک کرتے رہتے ہیں۔ ادھر جرمنی بھی اپنے بچھڑے ہوئے بھائیوں کو گلے لگانے کے لئے کچھ کم بیقرار نہیں ہے لیکن بین الاقوامی حالات انکی ان خواہشات کی راہ میں حائل ہیں۔

ہٹلر کی شخصیت

ہٹلر وہ شخصیت ہے جو اس وقت ساری دنیا کے انسانوں کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے۔ اس کے پیرووں کا یقین ہے کہ ان کا رہبر انسانی

اوصاف کے اعتبار سے مکمل انسان ہے۔ جس طرح رومن کیتھولک لوگ پاپائے روما کو مذہب اور اخلاق کا مکمل نمونہ سمجھتے ہیں اور اس پر اعتقاد رکھتے ہیں اسی طرح نازیوں کا یقین ہے کہ جرمن کے قومی اور معاشرتی حقوق کے تحفظ کے لئے ان کے رہبر پر پوری طرح اعتماد کیا جاسکتا ہے۔

نازیوں کا یقین ہے کہ ہٹلر کو خدا نے جرمنی کی حفاظت کرنے کے لئے بھیجا ہے۔ ہٹلر ایک ایسا مفکر ہے جو اپنے ہر قول کے جواز میں مسکت دلائل پیش کرتا ہے۔ وہ سنجیدہ، فلسفی اور پختہ عزم رکھنے والا ہے۔ اس کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے۔

جب ہٹلر کسی کو کوئی عہدہ دیتا ہے تو اُسے اُس وقت تک علیحدہ نہیں کرتا جب تک وہ غداری کا مجرم نہ ٹھہرے یا وہ پوری طرح نااہل ثابت نہ ہو جائے۔ وہ اپنے ماتحتوں کی غلطیوں کو ہمیشہ فراخ دلی سے معاف کردیتا ہے۔

وہ چاپلوسوں اور منصب و اعزاز کے لالچیوں کو ہمیشہ نفرت سے دیکھتا ہے۔ وہ ایک حیرت انگیز طریقے سے اپنے آدمیوں کو خواہ وہ وزیر ہوں خواہ معمولی درجہ کے سپاہی۔ اپنا فرماں بردار بنا لیتا ہے۔ اس کی بے مثال شخصیت ہر ایک کو مسحور کرلیتی ہے۔

اپنے ماتحتوں کو وہ ان کے فرائض اور خدمات میں زیادہ سے زیادہ آزادی دیتا ہے۔ وہ ان کے کاموں میں دخل اندازی کرنا پسند نہیں کرتا۔ اس کی نگاہ انتخاب بہت کامیاب ہے۔

جرمنی کے لوگ اس کی رہائش گاہ کے سامنے دن دن بھر اور

بعض رات رات بھر اس کے دیدار کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ جہاں کہیں وہ جاتا ہے، زبردست بھیڑ جمع ہو جاتی ہے اور بڑی خوشی منائی جاتی ہے۔ جرمنی کے ہر فرد کی آرزو یہ ہے کہ وہ اپنے رہبر کے درشن کرے۔

ہٹلر کی زندگی کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ وہ ابتدا ہی سے غیر شادی شدہ ہے۔ اس کے دل میں جرمنی کی محبت اتنی زیادہ بھری ہوئی ہے کہ متاہل زندگی کے لئے اس میں کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ بعض اخبارات وقتاً فوقتاً یہ افواہ اڑا دیا کرتے ہیں کہ ہٹلر کسی عورت کے دام محبت میں اسیر ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے دل میں حب الوطنی کے علاوہ کسی عورت کے لئے جگہ ہی نہیں ہے۔ مشہور مصنف جان گنتھر نے "انسائڈ یورپ" (اندرون یورپ) نام ایک کتاب لکھی ہے۔ اس کتاب میں اس نے ہٹلر کا ذکر کرتے ہوئے اس کے شادی نہ کرنے کے کئی اسباب پر بحث کی ہے۔ گنتھر ہٹلر کے خلاف ہی ہے۔ مگر اسے بھی یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ ہٹلر کسی فطری کمزوری کی وجہ سے غیر شادی شدہ نہیں ہے۔ بلکہ حب الوطنی نے اس کے دل میں کسی عورت کی محبت کی گنجائش ہی نہیں چھوڑی ہے۔

ہر چند وہ عورتوں کی قربت سے گریز کرتا ہے۔ لیکن حیرت یہ ہے کہ وہ خود غیر شادی رہ کر بھی جرمنی کی عورتوں کو شادی کرنے اور گھر بسانے پر قانوناً مجبور کرتا ہے۔ عورت ذات کا اس کے دل میں بڑا احترام ہے۔ وہ عورت کو ماں کی شکل میں دیکھتا ہے۔ وہ اسے قوم کا مصدر پیدائش سمجھتا ہے نہ کہ مردوں کے جذبۂ محبت کی تسکین کا

ذریعہ رجرمنی میں سگریٹ پینا اور نشیلی اشیاء کا استعمال عورتوں کے لئے ممنوع ہے، ہٹلر ہر طرح کی عیش پسندی سے دور ہے۔ وہ لگاتار کئی کئی گھنٹے تک کام کیا کرتا ہے اور کھیل، تفریح اور آرام سے بہت کم سروکار رکھتا ہے۔ اس کی غذا بہت ہی سادہ ہوتی ہے۔

وہ علی الصبح اٹھ کر اپنے دفتر میں کام شروع کر دیتا ہے اور شام تک کام کرتا رہتا ہے۔ تقریباً ایک بجے وہ اپنے چند دوستوں کے ہمراہ کھانا کھاتا ہے۔ چائے پینے کا وقت آتا ہے تو وہ پاپیادہ سڑک کا فاصلہ طے کرکے نازی پارٹی کے پرانے ہیڈکوارٹر قیصرہاف ہوٹل میں جاتا ہے جہاں ہلکی غذا کھاتے وقت وہ گانا سنتا ہے۔ اس کے دوپہر کے کھانے میں انڈا، دودھ ڈبل روٹی اور مربّہ ہوتا ہے۔ رات کے وقت وہ ترکاریاں وغیرہ کھاتا ہے۔ غذا کی سادگی کے بارے میں ہٹلر کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔ ہٹلر گوشت خوری کا مخالف ہے اور وہ خود بھی گوشت نہیں کھاتا۔ گو انڈوں کو وہ دیگر یورپینوں کی مانند گوشت میں شمار نہیں کرتا۔ اس نے سبزی خوری کا پرچار بھی کیا ہے۔ ہٹلر شراب اور سگرٹ بھی نہیں پیتا۔

ہٹلر کا جسم صحت مند اور گٹھیلا ہے۔ اس کی آنکھوں اور چہرے میں ایک مخصوص کشش ہے۔ وہ ہر ایک شخص سے بڑے خلق اور کھلے دل سے ملتا ہے۔ اس کا انداز تقریر اتنا دلکش ہے کہ آج دنیا بھر میں اُسے بہترین مقرر سمجھا جاتا ہے۔ وہ مشکل سے مشکل سوالات کے جوابات فوراً دیدیتا ہے۔ اس میں رہبر بننے کے سارے اوصاف موجود ہیں۔ پھرتی، بہادری، جنگی فہم اس کی خصوصیات ہیں۔ وہ دور اندیش اور

حوصلہ مند ہے۔ مزدوروں سے اسے خاص طور پر محبت ہے۔ گھمنڈ اور عیاری تو وہ جانتا ہی نہیں۔ اس کا سارا وقت ملکی و قومی خدمت میں کٹتا ہے۔ اس کا مقصد جرمنی کو دنیا کی سب حکومتوں سے اونچا بنانا ہے۔

پینتیسواں باب

موجودہ جرمنی

موجودہ نازی جرمنی کئی ریاستوں میں منقسم ہر ریاست کا حاکم ایک گورنر ہوتا ہے اور صدر جمہوریت کے ماتحت رہتا ہے۔

جرمنی اور یہودی

یہودیوں کا اصلی مادر وطن فلسطین ہے جہاں سے اہل یونان اور دیگر حکومتوں کی وجہ سے اُن کو ولادت مسیح سے بہت پہلے بھاگنا پڑا تھا۔ رومیوں کے حملوں نے ان کو دنیا بھر میں منتشر کر دیا۔ اس تمام عرصے میں ان پر ہر جگہ مظالم ہوتے رہے۔ عیسائیت کے دور میں تو اُن پر مظالم کی انتہا ہو گئی۔ انگلستان، فرانس اور اٹلی وغیرہ ہر ملک میں ان کو اراضی تک حاصل کرنے کے اختیارات نہیں تھے۔ اس سے وہ لوگ سود خوار اور تجار بن گئے۔ یہ یہودیوں کی بدقسمتی ہے کہ ہر عیسائی انھیں حضرت عیسیٰؑ کے مصلوب کئے جانے کا مجرم سمجھتا ہے۔ اس لئے قدیم سے

لے کر اب تک یہ حالت ہے کہ انہیں یورپ کے کسی ملک میں پورے حقوق شہریت حاصل نہیں ہیں۔

اس کتاب کے پچھلے صفحوں میں یہ بتلایا جا چکا ہے کہ جنگ عظیم کے زمانے میں کس طرح یہودیوں نے جرمنی کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا۔ جس سے ہٹلر اُن کے خلاف بھڑک اٹھا۔ اور اس نے ۲ راکتوبر ۱۹۱۴ء کے بعد جرمنی میں آکر بسنے والے کل یہودیوں کے علاوہ غیر جرمن عیسائیوں تک کو ملک بدر کر دیا۔ اس وقت جرمنی میں یہودیوں کے ساتھ بیحد سختی کی جا رہی ہے۔ صرف ۱۹۳۳ء ہی میں جرمنی سے نکالے ہوئے یہودی، عیسائی اور غیر ملکی افراد کی تعداد تیس ہزار ہے۔ یہودیوں کے جانے سے جرمنی میں بیکاری بہت کم ہو گئی ہے۔ کیونکہ جو جگہیں خالی ہوئیں وہ جرمنوں کو دے دی گئی ہیں۔

پریس پر احتساب

جرمنی میں اخباروں پر بڑی کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے۔ کسی غیر ملکی کو جرمنی میں اخبار شائع کرنے کا حق نہیں۔ غیر ملکی لٹریچر کتابیں اور اخبارات وغیرہ وزیر پروپگینڈا کے حکم کے بغیر جرمنی میں داخل نہیں ہو سکتے۔ جرمن جمہوریت کے خلاف کسی قسم کے خیالات ظاہر نہیں کئے جا سکتے۔

معاشرتی ترقی

جرمنی میں معاشرتی ترقی بڑی تیزی سے ہوئی ہے۔ وہاں آج کل جگہ جگہ کسرت کے اکھاڑے کھلے ہوئے ہیں۔ شراب اور گوشت کا

استعمال بہت کم کیا جاتا ہے ۔ عورتوں کے دفتروں اور فیکٹریوں میں کام کرنے کو مناسب نہیں سمجھا جاتا ۔ کوئی جرمن کسی غیر ملکی عورت سے شادی نہیں کر سکتا۔

فوجی تنظیم

درسائی کے صلحنامے کی رو سے جرمنی کو صرف ایک لاکھ فوج رکھنے کی اجازت ہے ۔ اس لئے اکتوبر ۱۹۳۳ء تک جرمنی میں خفیہ طور پر اسلحہ جات بنتے تھے ۔ جرمنی کے اس دور کے سلسلے میں ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے ۔ جرمنی کے ایک مزدور کی عورت نے اپنے شوہر سے ایک بچہ گاڑی لانے کو کہا ۔ یہ مزدور ایک ایسے کارخانے میں کام کرتا تھا ۔ جہاں بچہ گاڑیاں بنتی تھیں ۔ اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں کارخانے سے ایک ایک پرزہ خفیہ طور سے چرا کر لاتا رہوں گا اور بعد میں ان کو جوڑ کر گاڑی بنا لوں گا ۔ چند ماہ کے عرصے میں وہ بچہ گاڑی کے سارے پرزے اس طرح گھر لے آیا ۔ اب اس نے ان کو جوڑنا شروع کیا مگر گاڑی نہ بنا سکا ۔ آخر مایوس ہو کر اس نے اپنی بیوی سے کہا ۔ " میں ان کو تین مرتبہ کھول کھول کر جوڑ چکا ہوں لیکن یہ ہر بار مشین گن ہی بن جاتی ہے "

اس کے بعد جب جرمنی نے ۱۹۳۳ء میں لیگ اقوام سے استعفیٰ دے دیا تو ہٹلر نے اس صلحنامے کو ٹھکرا کر ۱۹۳۴ء ہی میں اپنے ہاں سرکاری فوج کے علاوہ ۱۲ لاکھ وردی والے ہتھیار بند آدمی تیار کر لئے تھے ۔ اس وقت جرمنی میں ایک لاکھ فوج کے علاوہ پرشاکی پولیس کے نام سے بھی ایک لاکھ چالیس ہزار فوجی آدمی موجود تھے ۔ خاکی قمیص کی طوفانی فوج

ہیں اس وقت چار لاکھ ساٹھ ہزار جوان تھے - کالی وردی والی نازی فوج بھی دو لاکھ تھی - فولادی ٹوپ والے فوجی بھی دو لاکھ تھے - مزدوروں کی فوج دو لاکھ تیس ہزار تک پہونچ گئی تھی - اگرچہ تنظیم کے نام پر یہ سب فوجیں بعد میں توڑ دی گئیں لیکن ملک میں فوجی تعلیم لازمی ہونے کی وجہ سے یہ تعداد کم نہ ہوئی بلکہ برابر بڑھتی ہی گئی - ہٹلر نے سات سے لے کر اٹھارہ سال تک کے لڑکوں کا بھی ایک فوجی نظام بنایا ہے جسے "ہٹلری جوان" کہتے ہیں - لڑکیوں کے اس نظام کو "ہٹلری لڑکیاں" کہتے ہیں - ۱۹۳۴ء میں ان کی تعداد بھی پندرہ لاکھ تک پہونچ گئی تھی - اس طرح جرمنی میں اس وقت ۲۸ لاکھ فوجی تھے - اس وقت جرمنی میں زور شور سے فوجی تیاریاں کی جا رہی ہیں - اسی کے فوجی سرداروں میں بڑی بڑی مشہور معروف شخصیتیں ہیں جن میں سابق قیصر جرمنی کے فرزند پرنس آگسٹ ولیم اور پرنس فلپس وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں - یہ ساری فوجیں ۱۲ گھنٹے کے نوٹس پر جمع کی جا سکتی ہیں -

ماہ مارچ ۱۹۳۵ء تک تو جرمنی خفیہ طریق پر فوجی تنظیم کرتا رہا لیکن ۱۹۳۵ء میں ربن ٹراپ نے انگلستان سے اینگلو جرمن بحری معاہدہ کیا - اس سے (۱) جرمنی کو بحری فوج بنانے کا اختیار مل گیا - اس فوج کی تعداد برطانیہ کی بحری فوج کی ایک تہائی مقرر ہوئی - اس سے جرمنی کی بحری فوج فرانس کی بحری فوج کے برابر ہو گئی - (۲) اس زمانے میں سٹریسا کانفرنس میں برطانیہ، فرانس اور اٹلی نے صلحنامے کو توڑنے والوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنایا تھا - اس محاذ کے حلقۂ اثر میں جرمنی بھی آیا - لیکن سٹریسا کا سمجھوتہ زیادہ دن تک جاری نہ رہ سکا (۳) اسی وقت

ایک طرف تو برطانیہ نے جرمنی کے بے قاعدہ فوج رکھنے پر اس کی مذمت کی تھی۔ لیکن دوسری طرف اُس نے اس کو باقاعدہ بحری بیڑہ بنانے کی منظوری بھی دے دی۔ جرمنی نے اس واقعہ کو برطانیہ کی نیک نیتی کا مظاہرہ خیال کیا۔

ماہ مارچ ۱۹۳۵ء میں ہٹلر نے ورسائی کے صلحنامے کی فوجی دفعات کی دھجیاں اڑادیں۔ اور کھلے بندوں دھڑلے سے ہتھیار بنانے شروع کردئے اور مارچ ۱۹۳۶ء میں تو اس نے رائن لینڈ کے غیر مسلح علاقہ پر قبضہ ہی کرلیا۔

اکتوبر ۱۹۳۶ء میں اس کی فوج میں تین ہزار ہوائی جہاز تھے۔ اس وقت کے بعد سے وہ اور بھی زیادہ تیز رفتار سے اسلحہ جات تیار کررہا تھا۔ اس کے پاس بھاری بندوقیں اور ٹینک بھی تھے۔ اُسکی باقاعدہ فوج میں اس وقت ساڑھے پانچ لاکھ افراد تھے۔ ۲۵ راگست ۱۹۳۶ء کو ہر ایک شہری کی لازمی فوجی خدمت کی مدت ایک سال سے بڑھا کر دو سال کردی گئی۔ ونسٹن چرچل نے تو اس وقت یہاں تک کہا کہ جرمنی ہر سال اپنے اسلحہ جات پر اسّی کروڑ پونڈ خرچ کررہا ہے۔ ستمبر ۱۹۳۶ء میں جرمنی کے پاس تیس لاکھ طوفانی فوج ۲۶۰۰۰ سیاہ محافظ فوج، اور ۲۰ ہزار دیگر افواج تھیں۔

۱۹۲۴ء سے لیکر ۱۹۳۶ء تک جرمنی میں بحری اور بری راستوں کی از سر نو تعمیر ۲ ارب ۸ کروڑ پونڈ خرچ کئے گئے۔ ۱۹۳۵ء کے آخر میں تقریباً ۱ کروڑ ۳۰ لاکھ پونڈ جہازوں اور جرمنی کی سمندر پار کی جہازرانی کی اصلاح پر اٹھائے گئے۔ اس کے بعد جرمنی نے

موجودہ مشین سے تیار کردہ ۱۶۲۵ ٹن کے سولہ تباہ کن جہاز بنائے۔
ان کو ۴ ر جنوری ۱۹۳۷ء کو سمندر میں اُتارا گیا۔ ماہ مارچ ۱۹۳۶ء
میں رائن لینڈ پر قبضہ کر کے اس غیر مسلح علاقے میں بھی قلعہ بندی کر دی۔
فرانس نے اس طرف اکہری میگنو لائن ڈال رکھی تھی۔ جرمنی نے اس کے
جواب میں اپنی طرف دوہری میگنوٹ لائن ڈال دی۔ اور بہت سے پلوں
کے نیچے سرنگ بھی بچھا دی۔ اس رخ پر جرمنی کے قلعوں کا سلسلہ
سرزمین سار کی بہت سے کانوں کے علاقے میں سے گذرتا ہے۔ یہ
جرمن میگنوٹ لائن ۵ پرینیز کے کوہستانی سلسلے سے قیصر لاؤٹرین تک
پلاٹنم کی کانوں کے درمیان سے جاتی ہے۔ جرمنی کی اس فوجی تیاری سے
پریشان ہو کر فرانس نے ۱۹۳۷ء میں اپنے حفاظتی میگنوٹ لائن کو شمال
کی طرف انکرک تک وسیع کر کے اس کی گہرائی میں بھی اضافہ کر دیا۔ یہ
لائن اپائن کی سرحد پر جورا تک بڑھا دی گئی۔ فرانس کے اس وقت
کے وزیر جنگ اور آج کل کے وزیر اعظم موشیو ڈلاڈیر (Daladier) نے
۳ ر فروری ۱۹۳۷ء کو چیمبر آف ڈپٹیز میں فرانس کے نوجوانوں کیلئے
فوجی تعلیم لازمی کر دینے کی تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ "جرمنی کے
پاس اس وقت ایک کروڑ فوج ہے۔ اس کے علاوہ اس کے پاس
بہت بڑی محفوظ فوج، بہت سے جدید قسم کے ہوائی جہاز ہوائی حملے
کو روکنے کی بہت سی قسم کی مشین اور بحری فوج بھی ہے" چیمبر نے
ان کی تجویز کو منظور کر کے انہیں اختیار دیا کہ تین سال کے عرصے میں
فوجی تیاری پر ۴ کروڑ پونڈ خرچ کر سکتے ہیں۔
جرمنی روس اور فرانس کی مانند آج امن عالم کے فرشتے امریکہ اور

برطانیہ بھی اسلحہ سازی کی اس دوڑ میں آگے نکلنے کی کوشش کر رہی ہیں

قومی تعلیم

نازیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ جرمن یونیورسٹیوں میں فوجی اور سپہ سالار پیدا کرنے چاہئیں۔ اسکولوں میں جو کھیل کھلائے جاتے ہیں ان میں بھی فوجی روح پائی جاتی ہے۔ بمبازی وغیرہ تو انھیں کھیل ہی کھیل میں سکھا دی جاتی ہے۔ یونیورسٹیوں کے ہر محکمے میں خاص خاص فوجی لیکچر دئے جاتے ہیں۔

مزدوروں کی تنظیم

یکم مئی سنہ ۱۹۳۴ء سے مزدوروں کی تنظیم اس طرح کی ہے کہ قوم سرمایہ داروں سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکے اور مزدوروں کی حق تلفی بھی نہ ہو۔ جرمنی کی صنعت و حرفت کو بارہ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے سات حصے صنعت کے لئے اور پانچ حرفت کے یہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) کوئلہ، لوہا اور فولاد (۲) مشین اور بجلی کی چیزیں (۳) دیگر معدنیات (۴) پتھر، اینٹ لکڑی اور سامانِ عمارت (۵) ادویات، تیل اور کاغذ (۶) چمڑا اور کپڑا (۷) اشیاء خوردنی۔

پانچ حرفتی حصے یہ ہیں:۔

(۱) دستی صنعتیں (۲) بیوپار (۳) بینکنگ (۴) بیمہ (۵) ریل گاڑی اور دیگر رسل و رسائل۔

ان سب کا انتظام اس طرح پر کیا جاتا ہے کہ ہر ایک صنعت و حرفت

کا ایک مکھیا ہوتا ہے۔جس روزگار میں بیس آدمی سے زیادہ کام کریں اس روزگار کا مالک نازیوں کی تعریف کے مطابق مکھیا ہوتا ہے۔ اس پر نازی نصب العین کی ساری ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ کارخانوں کے مزدور اس مکھیا کے "پیرو" کہلاتے ہیں۔ ان کے علاوہ تین اور ادارے ہوتے ہیں جن کی امداد سے نازی لوگوں نے مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کرنے کی اسکیم بنائی ہے۔ ان میں سے ایک اندرونی مجلس، دوسری مزدوروں کی عدالت اور تیسری صنعتی عدالت ہوتی ہے اندرونی مجلسیں روزگار کے مکھیاؤں کو روزگار چلانے کے سلسلے میں مناسب صلاح و مشورہ دیتی ہے۔ تاکہ روزگار کے ترقی کے ساتھ ساتھ مکھیاؤں میں باہمی اشتراک اور تعلق قائم رہے اور مزدوروں کو کارخانوں میں آرام سے کام کرنے کا موقع ملے۔ ان اندرونی مجالس کا انتخاب ہر سال ۵ مارچ میں روزگار کے مالک اور نازیوں کی قائم کردہ مجالس کیا کرتی ہیں اگر "پیروؤں" کو اندرونی مجالس کے انتخاب پر اعتراض ہو تو انہیں مزدوروں کی عدالت میں اپیل کرنے کا حق ہے۔ اس حالت میں مزدوروں کی عدالت کا یہ فرض ہوتا ہے کہ وہ تحقیقات کر کے حکومت کی جانب سے اس معاملے کا مناسب فیصلہ کرے۔

مزدوروں کی عدالت میں ۱۲ آدمی ہوتے ہیں جنہیں چانسلر اور صدر جمہوریہ ہٹلر خود منتخب کرتا ہے۔ یہ عدالتیں ہر ضلع میں علیحدہ علیحدہ ہوتی ہیں۔ اور یہ اپنے اپنے حلقوں میں تجارتی امن و سکون قائم رکھتے ہوئے سرمایہ داروں کو مزدوروں کے حقوق میں دست اندازی کرنے سے باز رکھتی ہیں۔ یہ اندرونی مجالس کی کارروائیوں پر بھی دیکھ بھال اور

قابو رکھتی ہیں۔ اجیرتوں وغیرہ کے بارے میں قانون بنانا اور ان کا انتظام کرنا بھی ان ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ صنعتی عدالت ایک عجیب و غریب ادارہ ہے۔ یہ تجارتی مکھیا لوگوں پر قابو رکھتی ہے۔ انھیں اس پر مقدمہ چلانے کا اختیار بھی ہے۔

بیکاری کا مسئلہ

نازی حکومت کی ابتدا یعنے جنوری ۱۹۳۳ء میں جرمنی میں ۶۰ لاکھ آدمی بے روزگار تھے۔ اس کے بعد وہاں ذیل کے حساب سے برابر بے روزگاری گھٹتی گئی۔

جنوری ۱۹۳۳ء میں ۶۰ لاکھ اور نومبر ۱۹۳۳ء میں ۳۷ لاکھ ۱۵ ہزار دسمبر ۱۹۳۴ء میں ۴۰ لاکھ، جنوری ۱۹۳۴ء میں ۳۷ لاکھ ۲۷ ہزار فروری ۱۹۳۴ء میں ۳۳ لاکھ ۴۷ ہزار، ۱۹۳۵ء کے آخر میں ۱۸ لاکھ اور ۷۰ ہزار ۳۱ مئی ۱۹۳۶ء کو ۱۴۹۱۲۰۱ بیکار تھے۔ ۱۵ اگست ۱۹۳۸ء کی خبر کے مطابق بیکاری فوراً دور ہوگئی۔ حتیٰ کہ اب وہاں کام زیادہ اور آدمی کم ہیں۔

جرمنی کی تجارت

یہ پہلے دکھلایا جا چکا ہے کہ اتحادی حکومتوں کو تاوان جنگ ادا کرنے کے سبب سے ۱۹۳۲ء تک نہ فقط جرمنی کی مالی حالت ہی خراب رہی بلکہ اس کے سکے مارک کی قیمت بھی گر گئی۔ اس لئے ۱۹۳۴ء تک جرمنی کی تجارت برآمد کی حالت بہت ابتر رہی۔ مندرجہ ذیل اعداد و شمار سے اس ابتری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

۱۹۲۹ء میں ۱۳۔ ارب مارک کی مالیت کا مال باہر گیا۔
۱۹۳۳ء میں ۵۔ ارب مارک کی قیمت کا مال باہر گیا۔
۱۹۳۴ء میں ۴۔ ارب ۱۰ کروڑ ۷۰ لاکھ کا مال باہر گیا۔
جرمنی کو گیسولین، ریشم، ربڑ، نکل، مینگنیز (Manganese)
کرومیم (Chromium) ٹنگسٹن Tungsten
شوت، ٹین اور تانبہ باہر سے منگانا پڑتا ہے۔ جرمنی مصنوعی چیزیں
بنانے میں خصوصی مہارت رکھتا ہے۔ وہ لکڑی کے برادے سے شکر
آلو سے میدہ، لکڑی کے کوئلے سے گیسولین، کانوں کے کوئلے سے
مارگرائن (Margarine) خراب ربڑ کے ٹائر اور کیمیاوی سوت
کے کپڑے وغیرہ تیار کرلیتا ہے۔

جرمنی میں کمیونسٹوں کی دہشت انگیزی

جرمنی میں کمیونزم کی تحریک کی تاریخ کے تین دور ہیں۔ پہلا ۱۹۱۸ء
سے ۱۹۲۳ء تک، دوسرا ۱۹۲۴ء سے ۱۹۲۹ء تک اور تیسرا ۱۹۳۲ء سے
۱۹۳۳ء تک۔

پہلے پہل ۱۴ دسمبر ۱۹۱۸ء کو جرمن آزاد سوشل ڈیموکریٹ پارٹی
کے اندر ایک اسپارٹیکس لیگ (Spartakus League)
بنائی گئی۔ اس لیگ نے جنوری ۱۹۱۹ء میں اپنے قیام کے ایک ماہ بعد
ہی جرمنی میں مسلح بغاوت کرائی۔ اس بغاوت کو بڑی مشکل سے فوج
اور توپ خانے کی مدد سے دبایا جا سکا۔ فروری ۱۹۱۹ء میں ہمبرگ
برنزوک اور بیڈن میں سویٹ کے نمونے کے شورائیہ قائم کیے گئے۔

جن کا بڑی بھاری جنگ کے بعد انسداد ہوا۔ ماہ مارچ ۱۹۱۹ء کے آغاز میں برلن اور رور کے اضلاع میں ہڑتالیں کرائی گئیں۔ میونک میں ۷؍اپریل سے ۲؍جون ۱۹۱۹ء تک بڑی زبردست جنگ ہوتی رہی۔ اس میں ۹۲۷ آدمی مارے گئے اور لاتعداد آدمی گھائل ہوئے۔ لیپزگ اور ہمبرگ میں بھی یہی حالت رہی۔ مارچ ۱۹۲۰ء میں باقاعدہ سُرخ فوج ترتیب دے کر بغاوت کی گئی۔ اس کے ایک سال بعد وسط جرمنی ہمبرگ اور رور کے اضلاع میں پھر خوفناک فسادات رونما ہوئے۔ ماہ اکتوبر ۱۹۲۳ء میں ہمبرگ میں پھر ایک زبردست فساد ہوا۔ اس وقت کمیونسٹوں نے بہت سے پولیس اسٹیشنوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فساد میں بھی دونوں طرف کے بہت سے آدمی فوت اور گھائل ہوئے۔

اپریل ۱۹۲۵ء میں چند روسی اور جرمن دہشت انگیز افراد پر لیپزگ کی سپریم کورٹ میں مقدمہ چلایا گیا۔ اس وقت ملک میں ایک طرف کمیونزم کا پروپیگنڈہ کیا جا رہا تھا تو دوسری طرف موجودہ سماج کو توڑ کر لامذہبیت اور محبت کی آزادی کے نام پر کھلے بندوں بدچلنی کا پرچار کیا جا رہا تھا۔ جرمنی کے اس وقت کے اخلاقی زوال کی ذمہ داری بہت کچھ اس تحریک پر ہے۔

اس اثنا میں کمیونسٹ لوگ اپنے تنظیم کو اور بھی زیادہ قوی بناتے گئے، یہاں تک کہ ۱۹۳۲ء میں اُن کی پشت پر ساٹھ لاکھ ووٹ اور ان کی مدد پر دس لاکھ فوج ہو گئی اور جو لوگ ان کے ساتھ ہمدردی رکھتے تھے ان کے اعداد و شمار پیش کر سکنا تو

ناممکن ہی ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ سوشل ڈیموکریٹ پارٹی بھی اسی مارکس ازم کا حصہ تھی جس کا ایک جزو جرمن کمیونسٹ پارٹی تھی۔

جرمن کمیونسٹ پارٹی کے ابتدا ہی سے دو نظام تھے۔ ایک کھلا نظام تھا جو اصول کا پروپیگنڈہ اور تنظیم کا کام کرتا تھا۔ دوسرا خفیہ نظام تھا جو دہشت انگیز حرکات کرتا تھا۔ جب ہٹلر چانسلر بن گیا تو اس سلسلے میں اور بھی زیادہ ہوشیاری سے کام لیا جانے لگا۔ مسلح فوجی بغاوت کرانے کی منظم کوشش ابتدا ہی سے کی جارہی تھی۔ فوجی بھرتی کی جاتی تھی۔ اسلحہ خفیہ ذرائع اور چوری وغیرہ سے جمع کرائے جاتے تھے۔

سوویٹ روس بھی ان کو کافی مقدار میں ہتھیار فراہم کرتا تھا۔ یہ لوگ زیکوسلواکیہ، بلجیم یا ہالینڈ کے راستے سے ہتھیار منگاتے تھے۔ اس سلسلے میں آئے دن بہت سی گرفتاریاں بھی ہوتی رہتی تھیں اس قسم کی حرکات ۱۹۳۲ء اور ۱۹۳۳ء میں زیادہ تعداد میں ہوئیں۔

جرمنی میں آتش گیر مادے تو ۱۹۲۹ء ہی سے استعمال ہونے لگے تھے۔ یہ طے کیا گیا تھا کہ فروری ۱۹۳۳ء کے آخر میں تمام جرمنی میں مسلح بغاوت کی جائے۔ نازیوں سے جنگ کرنے کے لئے انھوں نے ایک اینٹی فاسٹ لیگ فوجی طرز پر بنائی تھی اس لیگ نے ۲۵ر جنوری ۱۹۳۳ء کو پہلے پہل گولی چلائی جس سے ۹ افراد مقتول ہوئے۔ ۳۰ر جنوری ۱۹۳۳ء کو جب ہٹلر کے ہاتھوں میں حکومت

کی باگ ڈور آئی تو یہ لوگ خاص طور پر چوکنے ہوئے۔ انھوں نے فوجی تنظیمی اداروں کے علاوہ کچھ دہشت انگیز ایسوسی ایشنیں بھی بنا رکھی تھیں۔ جن کے آٹھ آٹھ دس دس ممبر ہر شہر میں مقرر تھے ان لوگوں نے اپنے مخالفین کو قتل کرنے کے لئے زہر بھی کافی مقدار میں جمع کر رکھا تھا۔ مالی ضرورتوں کو دفع کرنے کے لئے یہ صرف روس کی مالی امداد پر انحصار نہ کرتے تھے بلکہ بڑے پیمانے پر ڈاکے بھی ڈالا کرتے تھے۔

ان لوگوں نے ۱۹۳۲ء کے بعد سے زیادہ زور پکڑا۔ ۱۹۳۳ء کے ابتدائی چند ماہ میں تو ۲ سے لیکر ۱۲ تک افراد ان کے ہاتھوں روزانہ مقتول یا گھائل ہوتے تھے: اس دور میں جنگ باقاعدہ طور پر جاری تھی۔ کبھی گوریلا جنگ کی تھی اور کبھی کھلی سڑکوں پر طوفانی فوجوں اور پولیس والوں پر چھاپہ مارا جاتا تھا۔ نازیوں کے جلسوں میں خاص طور پر آتش گیر مادے پھینکے جاتے تھے۔ ذیل میں ان نازیوں اور پولیس والوں کی تعداد درج کی جاتی ہے۔ جو اس طرح مقتول یا گھائل ہوئے۔

سنہ	پولیس والے		نازی پارٹی والے	
	مقتول	زخمی	مقتول	زخمی
۱۹۱۸ء	۱	۷	-	-

سنہ ۱۹۲۰ء	۱۰۵	۲۴۴	۰	۰
۱۹۲۱	۴۲	۷۴	۰	۰
۱۹۲۲	۳	۳۲	۰	۰
۱۹۲۳	۱۷	۱۸۸	۲۱	۰
۱۹۲۴	۹	۵۳	۴	۰
۱۹۲۵	۳	۶۰	۳	۰
۱۹۲۶	۱	۶۳	۴	۰
۱۹۲۷	۰	۵۳	۵	۰
۱۹۲۸	۱	۶۶	۵	۳۶۰
۱۹۲۹	۰	۱۴۵	۹	۸۸۱
۱۹۳۰	۱	۲۷۴	۱۷	۲۵۰۶
۱۹۳۱	۷	۳۳۲	۴۲	۶۳۰۷
۱۹۳۲	۲	۳۰۴	۸۴	۹۷۱۵
۱۹۳۳ (جنوری)	۳	۴۰	۶	۵۵۵
میزان	۲۱۶	۱۹۷۶	۲۰۰	۲۰۳۱۹

فروری ۱۹۳۳ء کے آخر میں آخری حملے کی پوری طرح تیاری کرلی گئی۔ یہ طے کیا گیا کہ بغاوت رائن لینڈ کے غیر مسلح علاقے سے شروع کی جائے۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ چانسلر ہٹلر کے رائن لینڈ میں آنے پر اسے وہیں ختم کر دیا جائے۔ اور اس کے قتل کو ملک میں بغاوت کے آغاز کا سگنل قرار دیا گیا۔

یہ انتظام کیا گیا کہ چانسلر کے قتل ہوتے ہی سبھی بڑے بڑے براڈ کاسٹنگ کے اسٹیشنوں پر قبضہ کر کے بغاوت کی خبریں ملک میں نشر کر دی جائیں اس بغاوتی فوج کی کمان بلنبرگ نامی ایک روسی یہودی کو سپرد کی جانے والی تھی۔ ۱۳ر فروری ۱۹۳۳ء کو خاص خاص کمیونسٹ کارکنوں نے ایک میٹنگ کی اور اس اسکیم پر مفصل طور پر غور کیا۔ لیکن اس کے تین چار دن بعد ہی پولیس کو اس ساری اسکیم کا حال معلوم ہو گیا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۴ کمیونسٹوں کو فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ ان کے پاس ۷ رائفلیں ۲۴ پستولیں، ۸ بم اور دیگر آتش گیر مادے پکڑے گئے۔ لیکن ان گرفتاریوں کے باوجود بھی بغاوت کی تیاریاں جاری رہیں۔ اور یہ طے کیا گیا کہ ۵ر مارچ سے ۹ر مارچ ۱۹۳۸ء تک ہمہ گیر بغاوت کی جائے۔ لیکن جنرل گوئرنگ کی خفیہ پولیس کے سامنے انکی ایک نہ چلی اور ان کا اس قدر شدید طریقے سے سدباب کیا گیا کہ جرمنی میں کمیونزم کا کوئی نام لیوا تک باقی نہ رہا۔

جرمن خواتین

جرمن خواتین کے بارے میں نازیوں کے مخالفین نے دنیا کے مختلف حصّوں میں بہت سی غلط فہمیاں پھیلا رکھی ہیں۔ یہاں تک کہا جا چکا ہے کہ جرمن عورتیں جانوروں کی سی زندگی بسر کرتی ہیں۔ یہ درست ہے کہ جرمن خواتین کو حمل گرانے کی اس قسم کی آزادی نہیں ہے جیسی روس میں ۱۹۳۶ء سے پہلے تھی۔ نہ وہاں روس کی مانند بلا رجسٹری کی شادیوں کا وجود ہے۔

رجسٹری شدہ شادیوں کی طلاق کے بارے میں تو جرمنی میں مرد اور عورت دونوں ہی آزاد نہیں ہیں۔ جرمنی آج مستقبل کی عالمگیر جنگ کے خطرے سے جلدی جلدی جنگ کی تیاری کر رہا ہے۔ اس لئے اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے ملک کی آبادی کو بڑھائے۔ اس مقصد کی تکمیل کے لئے جرمن حکومت خاندان بڑھانے والوں کو ٹیکس وغیرہ سے مستثنیٰ کرکے انھیں مالی امداد بھی دیتی ہے۔ یہ بندوبست وہاں ۱۹۳۴ء سے ہے۔ ہر ایک جرمن باشندے کیلئے ہر نو مولود بچے کی پیدائش پر سرکار کی طرف سے ملنے والے قرضے پر ۲۵ فی صدی کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ پہلے یہ رقم کوپنوں کی صورت میں دی جاتی تھی۔ لیکن ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء کے بعد سے یہ نقدی کی شکل میں ملتی ہے۔ ماہ جون ۱۹۳۶ء تک اس قسم کی سرکاری امداد ۱۴۰۰۰۰ خاندانوں کو دی گئی۔ اس کے علاوہ یکم جولائی ۱۹۳۶ء سے یہ قاعدہ وضع کیا گیا کہ جس خاندان کی چار سے زیادہ اولادیں ہوں اس کو ہر نو مولود پر دس مارک فی ماہ سولہ برس تک ملتے رہیں گے۔ اس کے علاوہ اور صورتوں سے امداد دے کر جرمن ماؤں کے تفکرات کو دور کیا جاتا ہے۔

نازی جرمنی ہر ایک جرمن عورت کو ایک مثالی ماں کی شکل میں دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ان سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ملک کو اہل سپاہی اور لائق جرمن شہری پیش کریں۔ چنانچہ جرمنی میں ماؤں کو بچوں کی دیکھ بھال تندرستی، گھریلو تربیت، خانہ داری اور سینے پرونے کی تعلیم خاص طور پر دی جاتی ہے۔ ان میں سے ہر مضمون کا کورس دو ہفتے کا ہوتا ہے۔ کھلونوں کے ذریعے سے لڑکیوں کو بچے بہلانا اور

کپڑے دھونا سکھلایا جاتا ہے۔ جرمنی میں ماہ جون ۱۹۳۶ء تک ۳۰ لاکھ
عورتیں ۱۲۰۰۰ سنٹروں میں اس قسم کی تعلیم حاصل کرچکی تھیں۔ اس
وقت وہاں مختلف شہروں میں ۸۰ ماؤں کی تربیت گاہیں تھیں۔ ان میں
۶۰ برس کی عمر کی بڑھیوں سے لے کر ۱۸ برس کی نوجوان عورتیں تک
تربیت حاصل کرتی ہیں۔ جرمنی میں ہر ایک لڑکے اور لڑکی کو دس سال
کی عمر سے لے کر اٹھارہ سال تک ایک خاص قسم کی تعلیم اور تربیت دی
جاتی ہے۔ اس دوران میں ان کو عام تعلیم کے علاوہ اسکاؤٹنگ کی
بھی خاص تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ تعلیم فوجی طریق پر ہوتی ہے۔ جرمنی کی
اس تعلیم کا حال معلوم کرکے دنیا پر ایسی وحشت چھاگئی کہ روس میں
بھی ۱۲ اور ۱۸ کے درمیان عمر کے سب لڑکے لڑکیوں کو فوجی تعلیم دئے
جانے کا انتظام کردیا گیا۔ روس میں ان کو سب ہی قسم کے ہتھیار چلانے
بنانے، سائنس اور نشانہ بازی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ کھیلوں کے
میدانوں میں ان کو فوجی اسباق دئے جاتے ہیں۔ لیکن جرمنی عورتوں کو
جنگ میں بھیجنے کی ضرورت نہیں سمجھتا بلکہ اپنے نوجوانوں پر پورا بھروسہ
رکھتا ہے۔ خواتین کے لئے وہاں تعلیم کے اور دروازے بند نہیں ہیں
نہ وہاں، جیسا کہ اکثر کہا جاتا ہے، عورتوں کیلئے ملازمت کرنے پر پابندی
ہے۔ یہ ضرور ہے کہ جرمنی میں ہر ایک جرمن کی ضرورتیں بیشتر اس قسم
کی بنا دی گئی ہیں کہ اس کو ہم ہندوستانیوں کی مانند ایک مستقل گھر
بنا کر ہی زندگی میں حصہ لینا پڑتا ہے۔ ویسے جرمن خواتین بھی مردوں کے
مقابلے میں کچھ کم عقیدت مند نہیں ہیں۔

جرمن خواتین کو اپنی گھریلو زندگی کو پرسکون بنانے کا بڑا خیال رہتا ہے

وہ اپنے گھر کے بہت معمولی معمولی کاموں کو بھی اپنے ہی ہاتھوں سے کرتی ہیں۔ وہ بہت جفاکش اور سادہ ہوتی ہیں۔ پاؤڈر لگانا اور لپ سٹک لگا کر ہونٹوں کو رنگنا وغیرہ باتیں جرمنی سے رخصت ہو چکی ہیں۔

نازی پارٹی کا نصب العین

نازی پارٹی کا نصب العین صرف یہی نہیں ہے کہ جرمنی کو صلحنامہ ورسائی کے شکنجے سے چھڑایا جائے بلکہ وہ تمام دنیا کے جرمنوں کو ایک رشتے میں منسلک کرنا چاہتی ہے۔ ہٹلر ایک ایسا وسیع جرمن امپائر بنانا چاہتا ہے جس کا ایک سرا دی اپنا ہو۔ جس کے اندر کل بلقان ریاستیں ہوں اور جو قسطنطنیہ اور بغداد تک پھیلا ہوا ہو۔ جنوب کی جانب پولینڈ اور یوکرین بھی اس میں ہوں۔ نازی پارٹی کا مقصد ٹاگولینڈ کیمرون، جرمن مشرقی افریقہ اور جرمن مغربی افریقہ کی ان نوآبادیات کو بھی واپس لینا ہے۔ جن کو جرمنی سے جنگ عظیم کے بعد چھین لیا گیا تھا۔

چھتیسواں باب

غیر ملکوں کے جرمنوں کے مسائل

ہم ہندوستانیوں کے لئے آج آزادی حاصل کرنے کے سلسلے میں غیر ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں کے مسائل بھی کچھ کم

اہمیت نہیں رکھتے ہیں۔

یہ بات صرف غیر ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے غیر ملکوں میں آباد کاروں کو درپیش ہے۔ آج دنیا میں بین الاقوامیت کے مقابلے میں قومیت کا رواج ہے۔ اس اعتبار سے ہر حکومت اس بات کی کوشش کرتی ہے کہ وہ اپنے ملکی باشندوں کو زیادہ سے زیادہ آسانیاں مہیا کرے اور دوسرے ملکوں کے باشندوں کو اپنا جزو بنا کر اپنا غلام بنا لے۔ جس طرح غیر ملکوں میں بسنے والے ہندوستانیوں کی مراعات ہمارے لئے اہم ہیں اسی طرح جرمنوں کیلئے غیر ملکوں کے جرمنوں کی مراعات بھی اہمیت رکھتی ہیں۔

غیر ملکوں کے جرمنوں کی انجمن

آج جرمنی کے باہر تین کروڑ جرمن یورپ کے مختلف ملکوں، ریاستہائے متحدہ امریکہ، جنوبی امریکہ، برطانیہ اور سابق جرمن نوآبادیات میں رہتے ہیں۔ جنگ عظیم کے بعد سے لیکر اب تک اس بات کی کوشش کئی مقامات پر کی جارہی ہے کہ لوگ اپنی قومیت، زبان اور تمدن کو چھوڑ کر دوسری حکومتوں میں جذب ہوجائیں۔

جب تک جرمنی کمزور حالت میں رہا۔ ان بیچاروں کی تکالیف میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ لیکن جونہی ہٹلر کی قیادت میں نئے جرمن نے ترقی شروع کی ان لوگوں میں بھی امید اور ولولے دوبارہ پیدا ہوئے۔ انھوں نے غیر ملکوں کے جرمنوں کی ایک انجمن بنا کر اس کا سالانہ جلسہ جرمنی میں کرنا شروع کیا۔

اگرچہ انھوں نے اپنی ایک انجمن ۱۹۱۷ء میں بنالی تھی لیکن ہٹلر کے دور سے پیشتر ان لوگوں میں زندگی کے کچھ بھی آثار نہیں پائے جاتے تھے۔ ہٹلر کے زمانے میں اس انجمن کے ۶ سالانہ جلسے ہوچکے ہیں۔ جن میں سے آخری جلسہ اگست ۱۹۳۸ء میں ہوا تھا۔ اس میں دو لاکھ غیر ملکوں کے جرمن سب ممالک سے آکر اکٹھے ہوئے۔ بیرن وان نیوراٹ اور ڈاکٹر گوئبلز کے تدبر نے اس کانفرنس میں ایک نئی زندگی ڈالدی تھی۔

اس انجمن کی شاخیں ان سبھی ملکوں میں ہیں جہاں غیر ملک میں بسنے والے جرمنوں کی کافی تعداد میں بستی ہے۔ ان میں سے انگلستان کی انجمن بہت منظم ہے۔

پولینڈ کی جرمن اقلیتیں

یہ پہلے بتلا دیا گیا ہے کہ ورسائی کے صلحنامے کے مطابق جرمنی کی مشرقی حد پر ۱۳،۷۰۰۰۰ ایکڑ زمین یا کل جرمنی کا ۲۰ فی صدی حصہ جرمنی سے چھین لیا گیا۔ اس میں ۴۳،۵۰۰۰ آدمیوں کی آبادی یا جرمنی کی کل تعداد کا ۱۳ فی صدی حصہ تھا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کے کل رقبے کا $\frac{1}{4}$ یا کل آبادی کا $\frac{1}{3}$ یا ذرائع پیداوار کا $\frac{1}{4}$ تو اس سے مشرق ہی میں چھین لیا گیا۔ اور اس مشرقی علاقے کو شمال سائلیشیا کے نام سے علیحدہ کیا گیا۔ اس میں جرمنی کی سخت کوئلے کی کل ۶۷ کانوں میں سے ۵۳ کانیں، جست اور شیشے کی کل ۱۵ کانوں میں سے ۵۳ کانیں، ۲۵ دھاتیں گلانے والی بھٹیوں

یں سے ۲۲ بھٹیاں ، ۱۲ فولاد کی کارخانوں یں سے ۹ کارخانے ۱۲ ڈھلائی کے کارخانوں یں سے ۹ کارخانے جرمنی سے چھن گئے۔

گزشتہ جنگ عظیم سے پیشتر جرمنی کی مشرقی حد روس اور آسٹریا ہنگری سے ملی ہوئی لیکن اب اُس کے مشرق یں دینزگ ، پولینڈ ، میمل کا علاقہ ، لتھونیا اور زیکوسلوواکیہ ہے۔ جرمنی کا مشرقی پرشا تو باقی جرمنی سے علیحدہ ہوکر ذرائع آمد و رفت وغیرہ بہت سی دقتوں کا سامنا بیس برس کے عرصے سے کر رہا ہے۔

ورسائی کے صلحنامے کے مطابق ۲۰ر مارچ ۱۹۲۱ء کو بالائی سائیلیشیا یں عام رائے عامہ لی گئی - اس یں ۷۰۷،۳۹۳ ووٹ جرمنی کے حق یں اور ۴۷۹،۳۰۵ ووٹ پولینڈ کے حق یں آئے۔ لیکن سفیروں کی کانفرنس نے اس عام رائے شماری کی کوئی فکر نہ کرکے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۲۱ء کو شمالی سائیلیشیا پولینڈ کو دے ہی دیا۔

جو علاقہ ۱۳۳۵ء سے لگاکر اب تک جرمنی کے پاس تھا وہ اچانک پولینڈ کو دے دیا گیا۔ اب جرمنی کو مجبور ہو کر ۱۵ر مئی ۱۹۲۲ء کو پولینڈ سے ایک صلحنامہ کرنا پڑا جس کو جینوا کنونیشن کہا جاتا ہے۔ اس کے صلحنامے پر ۱۵ر جولائی ۱۹۲۲ء سے ۱۵ سال کے لئے عمل درآمد ہوا۔ اس صلحنامے کے مطابق دونوں ممالک نے ایک دوسرے کی اقلیتوں کے معاشرتی و

قومی حقوق وغیرہ کے تحفظ کا وعدہ کیا۔

ماہ نومبر ۱۹۳۷ء میں جرمنی میں ۱½ لاکھ پولینڈ والے اور پولینڈ میں ۱۱۴۰۰۰۰ جرمن باشندے تھے۔ اس لئے اس وقت اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ فقط شمالی سائیلشیا کی جرمن اقلیتوں ہی کے مسائل پر غور نہ کیا جائے بلکہ کل پولینڈ کی جرمن اقلیتوں اور کل جرمنی کی پولش اقلیتوں کے مسائل پر بھی غور کرلیا جائے۔ چنانچہ دونوں طرف کے نمائندوں نے مجلس مشاورت کی اور بہت کافی دن تک غور و خوض کرنے کے بعد ۵ رنومبر ۱۹۳۷ء کو دونوں ممالک کی اقلیتوں کے بارے میں ذیل کا صلحنامہ کیا گیا۔

"پولش اور جرمن حکومتیں اس بات کا پورے اطمینان کے ساتھ اعلان کرتی ہیں کہ وہ اپنے زیر اختیارات پولینڈ میں جرمن اقلیتوں اور جرمن میں پولش اقلیتوں کے ساتھ برتاؤ کیلئے مندرجہ ذیل اصولوں کو منظور کرتی ہیں۔

(۱) پولش اور جرمن قومیت کا دونوں حکومتیں احترام کریں گی اور اقلیتوں کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوئی سعی نہ کی جائے گی۔ اور اقلیتوں کے بچوں کی قومیت کو مٹانے کے لئے کوئی دباؤ نہ ڈالا جائیگا۔

(۲) اقلیتوں کو اخباروں، عام جلسوں اور اپنے معاشرتی اور اقتصادی تعلقات میں اپنی مادری زبان استعمال کرنے کا حق ہوگا۔ انفرادی زندگی میں ان کی مادری زبان اور طریق بود و ماند میں کوئی دست اندازی نہ کی جائے گی۔

(۳) اقلیتوں کو اپنے تمدنی، معاشرتی اور اقتصادی تعلقات کے

سلسلے میں انجمنیں قائم کرنے کا حق ہوگا۔

(۴) اقلیتوں کو اپنے اسکول کھولنے اور ان کا انتظام کرنے کا اختیار ہوگا۔ جن میں ان کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ ان کی مذہبی انجمنوں کی پوری حفاظت کرتے ہوئے ان کو اپنی مخصوص مذہبی زندگی بسر کرنے اور اپنی قومی زبان استعمال کرنے کا حق بھی قانوناً دیا جاتا ہے۔ حکومت اقلیت کے مذہب میں کسی طرح دست اندازی نہیں کرے گی۔

(۵) اقلیتوں کو اقتصادی معاملات اور حصول جائداد اور اس کی ملکیت میں وہی اختیارات ملیں گے جو جرمنی میں یا پولینڈ میں اکثریتوں کو حاصل ہوں گے۔

لیکن ان اصولوں پر عمل درآمد ہوتے ہوئے یہ ضروری ہوگا کہ اقلیتیں بھی اپنی اپنی اکثریت کی حکومت کی وفادار بنی رہیں۔ یہ اصول اقلیتوں کے اپنے وجود کو صحیح معنے میں قائم رکھنے اور حکومت کے دوسرے باشندوں کے ساتھ صلح و آشتی سے زندگی بسر کرنے کے لئے وضع کئے جاتے ہیں تاکہ اس جرمنی اور پولینڈ کے دوستانہ تعلقات مستقبل میں زیادہ خوشگوار ہوتے جائیں۔"

اس کے بعد حقیقت میں بھی پولینڈ اور جرمنی کی دوستی مسلسل بڑھتی گئی۔ ستمبر ۱۹۳۸ء میں جرمنی کا زیکوسلوواکیہ سے جھگڑا ہوا تو پولینڈ نے سارے یورپ کے مقابلے پر اپنی اقلیتوں کے نام پر جرمنی کا ساتھ دیا۔

ڈینزگ کا مسئلہ

ڈینزگ کو ۱۷۹۳ء میں پرشا نے پولینڈ سے چھینا تھا۔ اس وقت سے مسلسل یہ جرمن سلطنت کا جزو بنا رہا۔ لیکن ورسائی کے صلحنامے کی رو سے جس وقت جرمنی کی اعضا تراشی کی جا رہی تھی، تو اس صلحنامے کی شرط ۱۰۲ کے مطابق اتحادی حکومتوں نے ڈینزگ شہر اور اس کے چاروں طرف کے علاقے کو آزاد ڈینزگ (Free Danzig) کے نام سے ایک جداگانہ حکومت بنا دیا۔ یہ سلطنت جنوبی یورپ میں بالٹک کے کنارے پر ہے۔ بحیرہ بالٹک کے اس حصے کو جو ڈینزگ کے پاس ہے خلیج ڈینزگ بھی کہتے ہیں۔ ہر چند یہ پہلے جرمنی کا ایک حصہ تھا لیکن اس وقت اس کی اور جرمنی کی حدود کے درمیان پولینڈ واقع ہے۔ پولینڈ کی سرحد کا یہی حصہ ایسا ہے جو سمندر پر ختم ہوتا ہے۔ پولینڈ کی سمندری ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ورسائی کے صلحنامے کے جنم داتاؤں نے اس صلحنامے کی دفعہ ۱۰۴ کے مطابق ڈینزگ اور پولینڈ کا محکمۂ چنگی مشترک رکھا۔ ڈینزگ ۱۵ر نومبر ۱۹۲۰ء سے آزاد قرار دیا گیا۔ اسی وقت سے ان دونوں کا محکمہ چنگی بھی مشترک ہو گیا۔

اس کا رقبہ ۷۵۴ میل اور آبادی ۴۱۲۵۰۰۰ ہے۔ اس حکومت میں میونسپل اختیارات رکھنے والے ۲۴۶ شہر ہیں۔

جن میں ۲۵۸ شہری پنچایتیں، ۲ جنگلات کے اضلاع اور ۴ بڑے شہر ہیں۔ ڈینزگ شہر کی میونسپلٹی کی آبادی ۲۶۵۰۰۰ ہے۔ اس کی حکومت کا انتظام دو ایوانوں وولکسٹاگ (Volkstag) یا ڈائٹ اور سینٹ کے ہاتھوں میں ہے۔ ڈائٹ میں ۷۲ منتخبہ ممبر ہوتے ہیں جن کی مدت ممبری چار برس ہوتی ہے۔ سینٹ میں پریذیڈنٹ، وائس پریذیڈنٹ اور ۱۰ سینٹر ہوتے ہیں۔ جن میں پریذیڈنٹ وائس پریذیڈنٹ اور ۴ سینٹروں کو تنخواہ ملتی ہے۔ سینٹ کے ممبروں کا انتخاب وولکسٹاگ ہی غیر معین مدت کے لئے کرتی ہے۔ ۲۵ سال کے عمر والے ہر شہری کو ووٹ دینے کا حق ہے۔ ڈینزگ کی حکومت کا انتظام سینٹ ہی کے ہاتھوں میں ہے۔ حکومت کے نظام میں تبدیلی کرنے کا حق وولکسٹاگ ہی کو ہے۔

وولکسٹاگ کے انتخاب میں ۲۰ برس کی عمر والے سب عورت مرد حصہ لے سکتے ہیں۔ وولکسٹاگ کے ۷ اپریل ۱۹۳۵ء کے انتخاب میں پارٹیوں کی طاقت مندرجہ ذیل تھی۔

نازی لوگ ۴۳۔ سوشل ڈیموکریٹ ۱۲۔ سینٹر پارٹی ۱۰ کمیونسٹ ۲۔ جرمن نیشنلسٹ ۳ پولینڈ والے ۲ یعنی کل ۷۲۔

گویا اس انتخاب میں بھی ہٹلر کی نازی پارٹی کی اکثریت تھی چنانچہ وولکسٹاگ کا صدر ہیر گریلسر نازی ہی ہے۔ اس کے وائس پریذیڈنٹ کا نام البرٹ فارسیٹ ہے۔

ڈینزگ کی بحری اہمیت

کئی صدی سے ڈینزگ جہاز رانی اور بحری تجارت کا مرکز رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ڈینزگ کی بندرگاہ بہت محفوظ اور سمندر کافی گہرا ہے۔ یہاں سے زیادہ تر اناج اور لکڑی کے شہتیر باہر جاتے ہیں۔ ان چیزوں کا سب سے بڑا گاہک برطانیہ ہے۔ یہاں کی بندرگاہوں کا انتظام ۱۰ ممبروں کی ایک سب کمیٹی کرتی ہے۔ اس میں ۵ پولینڈ کے اور ۵ ڈینزگ کے نمائندے ہوتے ہیں۔

ڈینزگ میں نازی تحریک

یہ اوپر دکھلایا جا چکا ہے کہ ۱۹۳۵ء میں ڈینزگ کے سینٹ کے ۷۲ ممبروں میں سے ۴۳ نازی پارٹی کے منتخب ہوئے تھے مارچ ۱۹۳۷ء میں نازی پارٹی میں ۳ ممبر اور آ ملے جس سے انکی تعداد ۴۶ ہو گئی۔ ڈینزگ کے دستور اساسی کی رُو سے دو تہائی ممبر متحد ہو کر وہاں کے دستور اساسی میں تبدیلیاں کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ اگر نازی پارٹی کو وہاں کی پارلیمنٹ میں دو ووٹوں کی مزید اکثریت حاصل ہو جائے تو وہ لوگ بلا کسی دقت کے جرمنی سے الحاق کرنے کا اعلان کر سکتے ہیں۔ لیکن اس سلسلے میں بہت کافی کوشش کرنے پر بھی ان کو اب تک کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی ہے۔

ڈینزگ میں لیگ اقوام کی جانب سے ایک ہائی کمشنر رہتا ہے۔
نازی سینٹ کے معاملات میں اس کی دست اندازی کو بہت
بُری نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ادھر وہاں کا ہائی کمشنر برابر اس
بات کی کوشش کرتا رہتا ہے کہ ڈینزگ کا صدر معاملات حکومت
میں اس کی رائے کے مطابق کام کرے۔ ۱۹۳۷ء کے ابتدائی چھ
ماہ میں ہائی کمشنر کے اس رویہ سے نازیوں میں بہت بے چینی
رہی۔

ابتدا میں ڈینزگ کی نازی تحریک ایک طرف لیگ اقوام کے
خلاف اور دوسری طرف پولینڈ کی مخالف تھی۔ لیگ اقوام نے
اس کی شکایات کی جانچ پڑتال کے لئے ۱۹۳۶ء میں فرانس
سویڈن اور برطانیہ کے وزرائے خارجہ کی ایک کمیٹی بنائی جس
نے اس کے معاملہ پر جنوری ۱۹۳۷ء میں غور کیا۔ آخر جب جرمنی
کی پولینڈ سے صلح ہوگئی تو ڈینزگ کے نازی امن و اماں سے
رہنے لگے۔ (اس کے بعد میمل کے مسئلے کو صفحہ ۳۰۵ تا ۳۰۷ پر پڑھیں)

سینتیسواں باب

جرمنی کے خارجہ تعلقات

جرمنی اور اٹلی

اگرچہ جنگ عظیم میں اٹلی نے جرمنی کے خلاف جنگ کی تھی۔ لیکن جرمنی کی شکست کے بعد اس نے جرمنی کو لوٹنے میں کوئی حصّہ نہیں لیا۔ مسولینی کی تو حکومت کی باگ سنبھالنے کے بعد ہی سے ستائے ہوئے جرمنی کے ساتھ ہمدردی رہی ہے۔ فرانس کا رُور پر قبضہ کرنا بھی مسولینی کو پسند نہیں تھا۔ تاوان کی رقم کے لئے بھی اُس نے جرمنی پر کبھی دباؤ نہیں ڈالا۔ اس کے خلاف اس نے بلجیم، فرانس اور انگلستان کی دعوت پر ۵، اکتوبر ۱۹۲۵ء کو لوکارنو جاکر جرمنی کے ساتھ اِن حکومتوں کی صلح کرائی جس کا تذکرہ لوکارنو پیکٹ کے نام سے پہلے کیا جا چکا ہے۔ اس صلحنامے کے ذریعہ سے انگلستان اور اٹلی نے فرانس اور جرمنی کے باہمی امن کی گارنٹی کردی۔ اِس کے بعد جرمنی کے لیگ اقوام کا ممبر بن جانے پر اٹلی نے اُس کی رائن لینڈ سے فوجیں ہٹائے جانے کی تجویز کی لیگ اقوام میں تائید کی۔ اُس کے بعد مسولینی نے ۱۵، جولائی ۱۹۳۳ء کو چار طاقتوں کا پیکٹ کیا۔ جرمنی کے لیگ اقوام سے استعفےٰ دینے پر یہ سمجھوتہ خود بخود مسترد ہوگیا۔

اِس چار طاقتوں کے پیکٹ کے ٹوٹ جانےسے جرمنی کو اٹلی سے نئے تعلقات قائم کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ لہذا ہٹلر نے خود اٹلی آکر ۱۴، جون ۱۹۳۴ء کو وینس شہر کے قریب سٹرا نامی مقام پر مسولینی سے ملاقات کی۔ اِس ملاقات سے دونوں ممالک کے تعلقات اور زیادہ گہرے ہوگئے۔

۳، اکتوبر ۱۹۳۵ء کو اٹلی اور حبش کی جنگ شروع ہوئی جو

۹، مئی ۱۹۳۶ء تک ۷ ماہ ۶ دِن جاری رہی۔ اِس جنگ کے شروع ہونے پر انگلستان کی رہبری میں لیگ اقوام کی سبھی ممبر حکومتیں اٹلی کے خلاف ہوگئیں۔ ۷، اکتوبر ۱۹۳۵ء کو اُنھوں نے اٹلی کو "جابر" قرار دے کر ۹، اکتوبر کو اُس کے اوپر اقتصادی پابندیاں لگانے کا فیصلہ کیا۔ لہذا ۱۸، نومبر سے اٹلی پر ۵۱ ممالک نے پابندیاں عائد کیں۔ لیگ اقوام کے اصرار سے غیر ممبر حکومتوں جرمنی جاپان اور امریکہ تک کو ان پابندیوں کے معاملے میں لیگ کا ساتھ دینا پڑا۔ لیکن جیسا کہ تاریخ کے معمولی طالب علم بھی جانتے ہیں مسولینی نے ان پابندیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ۷، مئی ۱۹۳۶ء کو حبش کو پوری طرح فتح کرکے اپنی حکومت میں ملالیا اور اس میں پہلے علاقہ کو شامل کرکے اِس متحدہ علاقہ کا نام اٹالین مشرقی افریقہ رکھا۔ اقتصادی پابندیوں کی وجہ سے اٹلی انگلستان اور فرانس زیادہ ناخوش ہوگئے اور جرمنی سے اُس کے تعلقات زیادہ خوشگوار ہوگئے کیونکہ جرمنی نے لیگ اقوام کی اسکیم میں بہت تھوڑ دِلی سے اشتراک عمل کیا تھا۔

۱۹۳۵ء میں روس اور فرانس میں صلح کے لئے گفت وشنید ہوئی۔ ہٹلر نے اُس کو لوکارنو پیکٹ کے بنیادی اصول کے خلاف بتایا اور فرانس کو متنبہ کیا۔ لیکن فرانس کی نیم کمیونسٹ حکومت نے جرمنی کے انتباہ پر کوئی توجہ نہ دی اور ۲۷، فروری ۱۹۳۶ء کو روس سے صلحنامہ کرہی لیا۔ اِس پر ہٹلر نے اپنے کو لوکارنو پیکٹ کی پابندی سے آزاد سمجھ کر ۷، مارچ ۱۹۳۶ء کو رائین لینڈ پر فوجی قبضہ کرلیا۔ اِس کے

بعد اس سلسلے میں فرانس نے جرمنی پر جو اظہار ناراضگی کیا تھا اس کی شدت کو اٹلی نے کم کردیا اور یوں اٹلی کیوجہ سے معاملہ ٹھنڈا پڑگیا۔

۲۷، جون ۱۹۳۶ء کو سرکاری طور پر یہ اعلان کیا گیا کہ اٹلی اور جرمنی میں ہر دو ممالک کے ہوائی ذرائع رسل ورسائل کی آسانیوں اور عمدہ بندوبست کے لئے ایک دس سالہ معاہدہ ہوا ہے۔ اس طرح حبش کی جنگ کیوجہ سے ان دونوں ممالک میں دوستانہ تعلقات بڑھے جس سے ہٹلر کے رائن لینڈ پر قبضہ کرنے کے سلسلے میں اٹلی نے دبی زبان سے جرمنی کی طرفداری کرکے لوکارنو پیکٹ کو ہمیشہ کے لئے ختم کردیا۔ ۲۰، اکتوبر ۱۹۳۶ء کو اٹلی کا وزیر خارجہ کاونٹ چانو (Ciano) سرکاری حیثیت سے برلن گیا جہاں وہ ۲۶، اکتوبر تک رہا۔ کاونٹ چانو نے ہٹلر سے بینیوب کے مسئلے، اسپین کے بولشوازم اور حبش پر خاص طور پر گفت وشنید کی۔ اس بات چیت کے نتیجے کے طور پر جرمنی نے حبش پر اٹلی کے قبضہ کو منظور کرلیا اور اٹلی نے جرمنی کو حبش میں تجارت کے سلسلے میں بہت سی مراعات اور آسانیاں دیں۔ بالشویکوں کی دہشت انگیزی کے سلسلہ میں جرمنی اور اٹلی نے یہ طے کیا کہ وہ پوری طرح یورپین تہذیبوں کی حفاظت پر کمربستہ ہیں۔ اس کے بعد ۲۱، نومبر ۱۹۳۶ء کو مسولینی نے جرمنی اور اٹلی میں گہری دوستی کا معاہدہ ہونے کا اعلان کیا۔ ۱۵، جنوری ۱۹۳۷ء کو جنرل گوئرنگ روم گیا۔ اس نے مسولینی سے بہت سے اہم مسائل پر تبادلۂ خیالات کیا۔ ۱۸، جنوری کو اس نے فزیکل ٹریننگ اکیڈمی کا معائنہ کرتے ہوئے مسولینی کے پٹے بازی کے وہ کرتب دیکھنے کی خواہش کی جن کی دنیا بھر میں شہرت ہے۔ سنیور

کاؤنٹ سیانو (Count Ciano)

مسولینی نے بڑی مسرت کیساتھ سپٹے بازی کی پوشاک پہنی اور ایک
مشہور و معروف سپٹے باز استاد کیساتھ اپنی شہرہ آفاق پٹے بازی
کے کرتب دکھلائے جنرل گوئرنگ ۲۴ جنوری کو برلن واپس چلا آیا۔
۲۷ اپریل کو وہ دوبارہ روم گیا اور وہاں مسولینی سے پھر گفت وشنیدکی
۳ مئی کو جرمنی کا وزیر خارجہ ہر دوان نیوراٹ روم گیا اور وہاں
کاونٹ چانو اور مسولینی سے تبادلۂ خیال کیا اور ۶ مئی کو جرمنی
واپس آگیا۔

جرمنی میں ہٹلر نے ماہ مئی ۱۹۳۷ء میں ایک اونچے درجے کا خطاب
گرینڈ کراس آف دی آرڈر ان جرمن ایگل (G.C.O.G.E)
وضع کیا جو غیر ملکیوں کو جرمنی کی طرف سے بطور اعتراف عزت بخشا جاتا تھا
یہ خطاب سب سے پہلے ۷ جون ۱۹۳۷ء کو سینور مسولینی اور کاونٹ
چانو کو مرحمت ہوا اسی دن ہروان بلومبرگ روم نے گئے۔ مسولینی نے
۸ جون کو انھیں اٹلی کی بحری فوج کی قواعد دکھلائی۔ اس وقت خلیج نیپلز
کے باہر آمنے سامنے ستر غوطہ خور جہاز دو قطاروں میں آمنے
سامنے آٹھ میل تک جگہ گھیرے کھڑے تھے۔ مسولینی اور بلومبرگ ان
کے درمیان سے گشتی جنگی جہاز میں بیٹھ کر گذرے۔ اس منظاہرے
کے بعد مصنوعی جنگ ہوئی جس میں ۵۰ گشتی جنگی جہازوں اور ۱۸ تباہ کن
جہازوں نے حصہ لیا۔

مسولینی کا جرمنی کا سفر ۱۹۳۷ء

ستمبر ۱۹۳۷ء کے آخر میں مسولینی نے جرمنی جاکر ہٹلر سے ملاقات کی۔

۲۴، ستمبر کو وہ روم سے چلا۔ اس کی معیت میں کاونٹ چانو وزیر خارجہ کاونٹ اسٹاراچے (Staracce) سکرٹری فاسسٹ پارٹی اور سینور الفیری (Alfirie) پریس منسٹر وغیرہ تھے۔ یہ لوگ ۲۵ ستمبر کو ۱۰ بجے میونک پہنچے۔ ہر ہٹلر، وان نیوراٹ اور دیگر افسران نے اسٹیشن ہی پر ان کا استقبال کیا۔ اس یوم سعید کی خوشی میں تمام بویریا میں چھٹی منائی گئی۔ مزدوروں کو اس چھٹی کے دن کی پوری تنخواہ دی گئی۔ یہاں مسولینی نے ہر ہٹلر کیساتھ بہت سے سیاسی مسائل پر بات چیت کی اور مختلف نازی مظاہروں، فلانگ کور، موٹر کور، سیاہ محافظ، طوفانی فوجوں، اور ہٹلری جوانوں کو دیکھا۔ ان مظاہروں میں ۵۰۰ بویرین لڑکیوں کی پریڈ بہت دلکش تھی۔ مسولینی اور ہٹلر ۲۵، کی شام کو میونک سے میکلینبرگ گئے۔ وہاں انھوں نے ۲۶، تاریخ کو جرمن فوج کی ابتک کی سب سے زیادہ عظیم الشان مصنوعی جنگ دیکھی۔ ۲۷، کو ہٹلر نے مسولینی کو ایسین کا کرپ کا لوہے کا کارخانہ دکھلایا۔ مسولینی نے کئی گھنٹے تک جرمنی کے اس اسلحہ ساز کارخانے کو دیکھا۔ ۲۷، کی شام کو ہٹلر اور مسولینی دونوں برلن واپس آ گئے۔ ۲۸، ستمبر کو ہٹلر اور مسولینی نے ۳۰ لاکھ نازیوں کے تاریخی مظاہرے میں تقریر کرتے ہوئے دونوں ملکوں میں ناقابل شکست اتحاد ہو جانے کا اعلان کیا۔ ان تقریروں کو جرمنی اور اٹلی میں بذریعہ ریڈیو تقریباً دس کروڑ آدمیوں نے سُنا۔ ۲۹، ستمبر ۱۹۳۷ء کو جرمن فوجوں کی جنگی قواعد دیکھنے کے بعد مسولینی شام کو ۳ ۱/۲ بجے برلن سے رخصت ہوا اور ۳۰، ستمبر کی شام کو فاتح رومی شہنشاہ کی مانند روم

روم واپس آیا۔ یہاں ایک بار پھر اُس کا شاندار استقبال ہوا۔ اس سفر میں مسولینی ہٹلر کو اٹلی آنے کی دعوت دے آیا تھا۔

اٹلی اور جرمنی کی گہری دوستی

اس کے بعد ۶ نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک معاہدے کے ذریعے سے اٹلی بھی ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء کے کمیونسٹ تحریک کے مخالف جرمنی جاپان پیکٹ میں شامل ہوگیا۔ اس کے بعد ۱۱ دسمبر کو جب اٹلی نے لیگ اقوام سے استعفےٰ دیا تو دونوں ممالک میں اور بھی زیادہ گہری دوستی ہوگئی۔

۱۴ مارچ ۱۹۳۸ء کو جب ہر ہٹلر نے آسٹریا پر قبضہ کیا تو سنیور مسولینی نے اپنی ان فوجوں کو جو درّہ برینر پر تھیں وہیں تعینات رکھا اور ایک مقام پر جرمنی کی فوجوں کو آسٹریا میں گھسنے کا راستہ دیدیا۔ اٹلی کیطرف سے اس طرح کے اظہار خلوص پر ہٹلر نے مسولینی کو تار دیا کہ " مسولینی یہ میں کبھی نہ بھولوں گا "۔

۱۶ اپریل ۱۹۳۸ء کو روم میں اینگلو اٹالین معاہدہ پر دستخط ہونیسے بین الاقوامی حلقوں میں یہ سمجھا جانے لگا کہ اب اٹلی جرمنی کی جگہ انگلستان سے دوستی بڑھائے گا لیکن ہر ہٹلر کے مئی ۱۹۳۸ء کے سفر اٹلی سے اس کی پوری طرح تردید ہوگئی۔

ہٹلر کا اٹلی کا سفر مئی ۱۹۳۸ء

ہٹلر کی سپیشل ٹرین ۲ مئی ۱۹۳۸ء کو برلن سے شام کیوقت ۴ بجکر ۴ منٹ

پر روانہ ہوئی اور ۴ مئی کی صبح کو آٹھ بجے برینیرہ پہنچی. جب وہ اٹلی کی حدود میں داخل ہوئی تو اس کا استقبال کرنے کے لئے ۳ لاکھ افراد ۸۰-۴ میں تک قطار باندھے کھڑے تھے. جس وقت ٹرین بولونیاں (Bologna) اسٹیشن پر پہنچی تو دو سو انجنوں نے ایک ساتھ سیٹی بجا کر اس کا استقبال کیا. اسٹیشن پر تقریباً چالیس ہزار افراد موجود تھے. ۵ مئی کو ہر ہٹلر نے شہنشاہ اٹلی کی معیت میں اٹلی کے عوام کو دیدار دکھانے کے بعد پلازو وینیزیا میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مسولینی سے بات چیت کی. اس کے بعد ہٹلر نے اپنے وزرا سمیت شہنشاہ اٹلی کے ساتھ کھانا کھایا اور پھر اس نے نیپلز میں اٹلی کے جنگی جہازوں کا معائنہ کیا. پہلے ۹۰ غوطہ خور جہاز دو ہزار آدمیوں کو لیکر ایک ساتھ پانی میں ڈوبے اور پھر تار برقی کا اشارہ ملتے ہی ایک ساتھ پانی کے باہر آ گئے. اور پھر شہنشاہ اٹلی، مسولینی اور ہٹلر کو سلامی دی. اس کے بعد اٹلی کے جنگی جہازوں کو تارپیڈو لگایا گیا. بحری فوج کے مظاہرے کے بعد ہر ہٹلر ۶ مئی کو روم واپس آیا جہاں اُسنے مسولینی کے ساتھ دوبارہ گفت و شنید کی. ۷ مئی ۱۹۳۸ء کو ہر ہٹلر نے شہنشاہ اٹلی اور مسولینی کے ساتھ فوجوں کے سامنے سے گذرتے وقت ۴۰ ہزار افراد کی سلامی لی یہ فوجی سپاہی اسی لاکھ سپاہ کی نمائندگی کر رہے تھے جن کو جنگ کیوقت ۲۴ گھنٹے پہلے نوٹس دے کر بلایا جا سکتا ہے. اس موقع پر تقریباً چار سو ٹینک چار سو توپیں اور دیگر سامان جنگ کا مظاہرہ ہوا. بہت سے عربی شہ سوار نو آبادیات کے نمائندوں کی حیثیت سے آئے تھے. لیبیا کے فوجی سپاہ کے دستے بھی تھے. اس وقت ہوائی فوجوں نے بھی مظاہرے

جنرل فرانکو

گئے۔ ۸ مئی کو ہر ہٹلر کے اعزاز میں پلازو نینیزیا کے شاہی محل میں ایک شاندار دعوت دی گئی اس میں تقریباً ایک لاکھ آدمی موجود تھے۔ دعوت کے بعد دونوں رہبران قوم کی مختصر تقریریں ہوئیں۔ جن کو بارہ ممالک میں براڈ کاسٹ کیا گیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ جرمنی اور اٹلی کے ۱ ارب ۲۰ کروڑ باشندے اسوقت ایک ہی نصب العین کی پیروی کر رہے ہیں۔

ہر ہٹلر ۹ مئی ۱۹۳۸ء کو ساڑھے نو بجے صبح اپنی اسپیشل ٹرین پر سوار ہوکر فلورینس کو روانہ ہوا سنیو۔ مسولینی اُس سے پہلے فلورینس پہونچا اور وہاں دوبارہ اس کا استقبال کیا یہاں سے ہٹلر مسولینی کے گاؤں فور لی [illegible] گیا۔ اور اس کے بزرگوں کی قبروں پر پھول چڑھائے۔ ہر ہٹلر ۱۰ مئی کو صبح ۸½ بجے درۂ برنیر سے جرمنی کی حدود میں داخل ہوا جہاں ڈاکٹر سیس انکوارٹ اور دیگر جرمن آسٹرین افسروں نے اس کا استقبال کیا۔ ۱۱ مئی کو ہٹلر کا برلن میں پھر شاندار استقبال کیا گیا۔

اس کے بعد ہٹلر کے ستمبر ۱۹۳۸ء میں زیکوسلوواکیہ کو الٹی میٹم دینے پر انگلستان فرانس جرمنی اور اٹلی کے وزیر اعظموں کی ایک کانفرنس میونک میں ہوئی۔ مسولینی اس میں حصہ لینے کیلئے ۲۹ ستمبر ۱۹۳۸ء کو جرمنی آیا۔ اس کی تفصیل آئندہ باب میں دیکھی جا سکتی ہے۔

اسپین کا قضیہ

۲۰ جولائی ۱۹۳۶ء کو اسپین میں خانہ جنگی شروع ہوئی۔ جنگ کرنے والوں میں ایک طرف جمہوری حکومت تھی اور دوسری طرف اسپین کے باغی تھے جو عقیدتاً فاسسٹ تھے۔ اس لئے ہندوستان کے مہا بھارت کے مانند اسپین میں بھی دنیا بھر کی طاقتیں اپنی اپنی ہم خیال جماعتوں کو امداد دینے لگیں۔ اسپین کے باغی خود کو نیشلسٹ کہتے ہیں۔ جرمنی اور اٹلی سے کثیر تعداد میں والنیٹر فوجیں نیشنلسٹوں کی مدد کرنے کے لئے اسپین جا پہنچیں۔ ادہر روس اور فرانس کی والنیٹر سپاہ اسپین کی جمہوری حکومت کی طرف سے جنگ آزما ہوئیں۔ انگلستان بھی اپنے والنیٹروں کو اسپین جانے سے باز نہ رکھ سکا۔ دراصل اسپین میں ہر ایک ملک کے باشندے حتیٰ کہ ہندوستان کے بھی دونوں طرف سے تھوڑی بہت تعداد میں لڑائی میں شریک ہوئے لیکن باغی لیڈر جنرل فرانکو فتح پر فتح حاصل کرتا گیا۔

بغاوت شروع ہونے کے تقریباً پانچ ہفتے بعد ہی فرانس نے یہ تجویز پیش کی کہ اسپین کی خانہ جنگی میں یوروپ کی سب حکومتیں غیر جانبدار رہیں اس تجویز کے مطابق ایک معاہدۂ عدم مداخلت ہوا جس میں برطانیہ جرمنی پرتگال روس فرانس اور اٹلی شامل ہو گئے۔ ان حکومتوں نے اصولی طور پر تو غیر جانبدار رہنا منظور کر لیا لیکن پوشیدہ طور پر اسپین کے کسی نہ کسی فریق کی امداد کرتے رہے۔

ادہر جنرل فرانکو فتح پر فتح حاصل کرتا ہوا اسپین کے دارالخلافہ میڈرڈ کے سامنے آگیا۔ اٹلی اور جرمنی نے اسپین کے بیشتر حصے پر جنرل فرانکو کی حکومت دیکھ کر ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء کو اسپین میں اس کی قومی

حکومت کو تسلیم کرلیا۔ انھوں نے اپنے سفیر بھی ۳۰ نومبر ۱۹۳۶ء کو فرانکو کے پاس روانہ کردیئے۔

اب عدم مداخلت کمیٹی نے والنٹیروں پر بھی پابندی عائد کرنے کی تجویزیں پیش کیں۔ جرمنی اور اٹلی نے بھی ان تجویزوں کو ۲۶ جنوری ۱۹۳۷ء کو منظور کرلیا۔ عدم مداخلت کمیٹی نے یہ طے کیا کہ اسپین کے چاروں طرف پہرہ لگاکر اس امداد کو روکا جائے جو دوسرے ممالک کی طرف سے اسپین کے دونوں فریقوں میں سے کسی ایک فریق کو مل رہی ہے۔ اسکیم ۲۰ اپریل ۱۹۳۷ء سے عمل میں لائی گئی۔ عدم مداخلت کمیٹی نے اس طرح اسپین کا محاصرہ کر ہی رکھا تھا کہ ۲۹ مئی کو اسپین کی جمہوری حکومت کے ایک طیارے نے جرمنی کے "ڈوئشلینڈ" نامی جنگی جہاز پر دو بم گرائے جس سے ۲۰ جرمن ملاح مارے گئے۔ جرمنی نے بھی اسپین کے المیریا نامی مقام پر ۳۱ مئی کو بم برساکر اس کا فوری جواب دیا جس سے ۲۰ اسپینی فوت ہوئے اور تقریباً ۱۵۰ گھائل ہوگئے۔ اس کے علاوہ جرمنی اور اٹلی نے "ڈوئشلینڈ" کے حادثے پر عملی احتجاج کرتے ہوئے عدم مداخلت کمیٹی کی اسکیم سے علیحدگی اختیار کرلی۔ لیکن انگلستان اور فرانس نے بیچ بچاؤ کراکے عدم مداخلت کمیٹی میں یہ طے کیا کہ مستقبل میں اسپین کی جانب سے حملہ ہونے پر چاروں حکومتیں متحد ہوکر اس کی مخالفت کریں گی۔ آخر جرمنی اور اٹلی ۹ جون کو عدم مداخلت کمیٹی کی اسکیم میں دوبارہ شامل ہوگئے۔ اس کے بعد ۱۵ جون کو جرمن جہاز "لیپزگ" پر پھر حملہ کیا گیا۔ اس پر جرمنی نے دیگر حکومتوں سے یہ اصرار کیا کہ وہ وہ سب مل کر اسپین کے سمندر میں بحری سپاہ کا مخالفانہ مظاہرہ کریں۔

انگلستان اور فرانس ایسا کرنے پر رضامند نہ ہوئے اور جرمنی اور اٹلی نے ۲۴ جون کو عدم مداخلت کمیٹی سے مکمل طور پر اپنا رشتہ تعلق منقطع کر لیا جس سے عدم مداخلت کی ساری اسکیم تقریباً ایک سال تک التوا میں پڑی رہی۔ نومبر ۱۹۳۷ء میں عدم مداخلت کمیٹی کی حکومتوں نے دوبارہ اس اسکیم کو زیر عمل لانے پر اصرار کیا۔ اس پر اٹلی نے اسپین کے دونوں فریقین کو جنگ کرنے کی مساوی حقوق دیدیئے جانے کی تجویز پیش کی۔ اس کو اصولاً تسلیم کر لیا گیا اور اسپین کے دونوں فریقوں کے پاس انکی رائے معلوم کرنے کے لئے بھیجدی گئی۔ اس جنگ کے دوران میں اسپین کی جمہوری حکومت اپنا دارالخلافہ میڈرڈ سے ہٹا کر پہلے ویلنشیا اور پھر بعد میں یکم نومبر ۱۹۳۷ء کو بارسلونا لے آئی۔ ۱۷ نومبر کو انگلستان نے بھی جنرل فرانکو کے یہاں لئے سر رابرٹ ہڈسن کو برطانوی سفیر مقرر کیا۔ ۱۹ نومبر کو جاپان (اس وقت کے آسٹریا) اور ہنگری نے جنرل فرانکو کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔

عدم مداخلت کمیٹی نے بہت دن تک التوا میں پڑے رہنے کے بعد ۳۰ جون ۱۹۳۸ء کو یہ اعلان کیا کہ برطانیہ فرانس اور اٹلی کے نمائندے یہ اعلان کر چکے ہیں کہ ان میں ہر ایک کی حکومت اسپین کے والنٹیروں کو واپس بلانے کی اسکیم کے اخراجات (دس سے لیکر پندرہ لاکھ پونڈ تک) کا پانچواں حصہ دینے پر آمادہ ہے۔ اس کے علاوہ وہ دیگر مالی امور پر بھی متفق ہو گئے ہیں۔ ۶ جولائی کو اس بارے میں روس کا نمائندہ بھی باقیوں سے ہم آہنگ ہو گیا اور والنٹیروں کی واپسی کی اسکیم اسپین کے دونوں فریقوں کے پاس بھیجدی گئی۔ اس فیصلے کے نتیجے کے طور پر برطانیہ فرانس اور اٹلی نے مناسب

کارروائی عمل میں لانے کے لئے بین الاقوامی بورڈ کو ½ ۱۲ ہزار پونڈ ارسال کردیے۔ عدم مداخلت کی اسکیم کو کمیونسٹ اسپین نے ۲۸ جولائی کو غیر مشروط طور پر منظور کرلیا۔ ۱۶ اگست کو اسپین کے دونوں فریقوں نے برطانیہ کے منتخب کردہ تین افراد کے اس کمیشن کے تقرر کو منظور کرلیا جو دونوں فریقوں کے قیدیوں اور رو کے گئے اشخاص کے تبادلہ کی گفت و شنید میں مدد کرنے کے لئے ترتیب دیا گیا تھا۔ جنرل فرانکو نے اس کا جواب ۱۷ اگست ۱۹۳۸ء کو دیا اور یہ لکھا کہ غیر ملکی والنٹیرز کی واپسی سے پہلے اسپین کے دونوں فریق کو غیر مشروط طور پر جنگی حقوق دیدئے جائیں۔ نیز جنگی اختیارات ملنے پر وہ ان والنٹیروں کی تعداد کو بڑھا کر جو واپس ہونے والے ہیں دس ہزار کردے گا اور دشمن کے علاقہ میں سامان خورد و نوش اتارنے کے لئے دو آزاد بندرگاہیں بھی تسلیم کرلی جائینگی۔ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں جرمنی کے سوڈیٹان لینڈ پر قبضہ کرنے کے بعد انگلستان اور اٹلی کے آپس کے تعلقات کچھ اور خوشگوار ہوگئے جس کی وجہ سے اسپین سے اٹلی کے دس ہزار والنٹیرز واپس بلا لئے گئے۔

جرمنی کے وزیر خارجہ کا بین الاقوامی سفر

ماہ جون ۱۹۳۶ء میں جرمنی کے وزیر خارجہ وان نیوراٹ نے بلقانی ریاستوں کا سفر کیا۔ اس نے ۹ جون کو یوگوسلاویہ کے دارالخلافہ بلگریڈ جاکر یوگوسلاویہ سے دوستی کی اور کچھ اقتصادی مراعات بھی جرمنی کے لئے حاصل کیں۔ یہاں کے وزیر اعظم اور وزیر خارجہ ڈی اسٹویاڈی نووچ نے اس کا نہایت زبردست خیر مقدم کیا۔ یہاں سے وہ ۱۰ جون کو بلغاریہ گئے

دارالخلافہ صوفیہ پہنچا۔ یہاں اس کا وزیراعظم کوزی وینف شہنشاہ بورس کے نمائندے اور سفیروں نے خیر مقدم کیا ۱۱ جون کو وہ ہوائی جہاز سے ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپسٹ پہنچا۔ یہاں وہ تین دن ٹھہرا اور جرمنی اور ہنگری کے رشتہ دوستی کو زیادہ پختہ بنایا۔

جرمنی اور جاپان

۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء کو جرمنی اور جاپان میں ایک معاہدہ کمیونزم کی اشاعت کو روکنے کے لئے کیا گیا۔ اس پر برلن میں ہر وان ربن ٹراپ اور وائی کونٹ موشئے روزی جاپانی سفیر نے دستخط کئے۔ معاہدہ مندرجہ ذیل ہے:-

جاپان اور جرمنی کی حکومتیں اسباب کو تسلیم کرتی ہیں کہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کا مقصد سب قسم کے ذرائع سے موجودہ حکومتوں کو برباد کرنا ہے معاہدے کرنے والی دونوں حکومتوں کو اس بات کا پورا یقین ہو گیا ہے کہ حکومتوں کے اندرونی معاملات میں کمیونسٹ انٹرنیشنل کی مداخلت کو برداشت کرنے سے محض حکومتوں کا اندرونی امن ہی برباد نہیں ہوتا بلکہ ان کا معاشرتی نظام بھی تباہ ہو جاتا ہے اور اس سے دنیا کے امن و امان کے لئے خطرہ پیدا ہوتا ہے۔ اس لئے دونوں حکومتیں اس بات پر رضامند ہیں کہ (۱) وہ کمیونسٹ انٹرنیشنل کی حرکات اور کارروائیوں سے ایک دوسرے کو مطلع کرتی رہیں اور باہمی اشتراک عمل کر کے اس زد سے محفوظ رہنے کے ذرائع کو عملی شکل دیں۔ (۲) وہ ان حکومتوں کو بھی اس معاہدے میں شامل ہونے کی دعوت دیں گی جن کا اندرونی امن و امان کمیونسٹ انٹرنیشنل کی وجہ سے خطرے میں ہے (۳) اس معاہدے

کے جرمنی اور جاپانی زبان کے اصل مسودوں ہی کو مستند مانا جائے گا
یہ معاہدہ فوری طور پر نافذ ہو جائے گا اور اس کی مدت پانچ برس ہوگی"
اس معاہدے کے بارے میں بین الاقوامی حلقوں میں کافی چہ میگوئیاں
ہوئیں. چین کی حکومت کے اعتراض پر جرمن گورنمنٹ نے یکم دسمبر ۱۹۳۶ء
کو اسے یہ جواب دیا کہ اس سمجھوتہ کی وجہ سے جرمنی اور چین کے تعلقات میں
کوئی فرق نہ آئے گا روس اس پر بہت برہم ہوا۔ اسنے بطور اظہار مخالفت
اس معاہدہ ماہی گیری پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا جو جاپان سے ہونیوالا تھا لندن
میں اس معاہدہ کا خیر مقدم نہیں ہوا. برطانیہ یہ سمجھ گیا کہ یہ معاہدہ بین الاقوامیات
میں ایک گروہ بندی ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ نے اس معاہدے کا یہ
مطلب نکالا کہ مشرق بعید میں جاپان کی طاقت زیادہ ہو جائے گی

روم برلن ٹوکیو محور

۶، نومبر ۱۹۳۷ء کو اٹلی بھی اس معاہدہ میں آن شامل ہوا اور روم میں مندرجہ
ذیل نے اس پر دستخط کر دئے:۔ ہروان ربن ٹراپ برائے جرمنی، کاونٹ
چیانو برائے اٹلی، مسٹر ہوتا برائے جاپان۔ معاہدے کی عبارت یہ ہے (۱)
اٹلی ۲۵ نومبر ۱۹۳۶ء کے جرمن جاپان معاہدے کو تسلیم کرتا اور اس میں
شامل ہوتا ہے (۲) تینوں حکومتیں اس بات کو تسلیم کرتی ہیں کہ اس معاہدے
میں اٹلی کو پہلا دستخط کنندہ سمجھا جائیگا۔ اٹلی کے دستخطوں کو اس سلسلے کے
سابقہ معاہدے میں بھی اوّل جگہ دیجائیگی (۳) موجودہ سمجھوتہ سابقہ معاہدے کا
جزو ضروری سمجھا جائے گا (۴) موجودہ سمجھوتہ اٹالین، جرمن اور جاپانی زبانوں
کے مسودوں کے مطابق مستند ہو گا۔ دستخط ہونے کے فوراً بعد اس پر عمل

کیا جائے گا۔"

اِس معاہدے کے بعد جرمنی جاپان اور اٹلی کے وزرائے اعظم نے اس سلسلہ میں ایک دوسرے کو مبارکبادی کے پیغامات بھیجے۔

اِس معاہدے کے بعد جرمنی جاپان اور اٹلی میں ماہ مارچ ۱۹۳۸ء کے آخر میں ایک تجارتی سمجھوتہ بھی ہوا جس کے ذریعہ سے جرمنی اور اٹلی کو شمالی چین اور منچوکو میں بہت سی مراعات دی گئیں۔

جرمنی اور یوگوسلاویہ

یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جنگ عظیم سے قبل کا چھوٹا سا ملک سرویا جنگ عظیم کے بعد ورسائی کے صلحنامہ کی رُو سے آزاد یوگوسلاویہ بن گیا ہرچند جنگ میں وہ جرمنی کے دُشمن کی حیثیت سے شامل تھا لیکن صلحنامہ ورسائی کے بعد یہ صورت بدل گئی اور کچھ دن بعد جرمنی اور یوگوسلاویہ میں تجارتی تعلقات بھی ہو گئے۔ یوگوسلاویہ ایک زراعتی ملک ہے اور جرمنی ایک صنعتی ملک ہے اس لئے دونوں کے تجارتی حقوق ایک دوسرے سے وابستہ ہیں۔ چنانچہ اس لحاظ سے دونوں ممالک کے تعلقات میں اضافہ ہوتا گیا اور ۱۹۳۴ء میں دونوں میں ایک تجارتی صلحنامہ ہوا ۱۹۳۷ء کے موسم گرما میں جرمن وزیر خارجہ یوگوسلاویہ گیا۔ ۱۵ جنوری ۱۹۳۸ء کو یوگوسلاویہ کا وزیر اعظم ڈاکٹر ملن اسٹوز ڈینووسچ ایک ہفتہ کے لئے برلن آیا۔ یہاں اس نے جرمنی کے چانسلر اور دیگر مُدبرین سے ملاقات کی۔ اگرچہ اس سفر سے جرمنی اور یوگوسلاویہ کے تعلقات اور پختہ ہو گئے لیکن سیاسی گروہ بندی کے لحاظ سے وہ اب

بھی رومانیہ اور فرانس ہی کے ساتھ رہا۔

جرمنی اور ہنگری

۱۱ جولائی ۱۹۳۸ء کو روم میں اٹلی جرمنی اور ہنگری کے نمائندوں کی ایک کانفرنس وسط یوروپ میں ایک سیاسی گروہ ترتیب دینے کے لئے شروع ہوئی جو ۲۲ جولائی کو اختتام کو پہنچی۔ اس کے بعد اعلان کیا گیا کہ آسٹریا کے آزاد حکومت نہ رہنے پر بھی روم پروٹوکول سے فائدہ اٹھایا جاتا رہے گا اور ہنگری اور اٹلی دونوں بن کر روم برلن محور کے ساتھ اس پر عمل کریں گے اس سیاسی گروہ کی یوگوسلاویہ کے ساتھ دوستی رہے گی۔

اس کے بعد ہنگری زیکوسلواکیہ، یوگوسلاویہ اور رومانیہ کے نمائندوں کی ایک کانفرنس ہوئی جو ۲۴ اگست ۱۹۳۸ء کو اختتام پذیر ہوئی اس کانفرنس میں مندرجہ ذیل ملکوں نے ہنگری کے ساتھ ایک سال کے لئے غیر جارحانہ معاہدہ کر کے اس کے مسلح ہونے کے مساوی حق کو تسلیم کیا۔

۲۳ اگست کو ہنگری کے ریجینٹ ایڈمرل ہورتھی (Horthy) اپنی پارٹی سمیت وی اینا آیا یہاں ڈاکٹر سیس انکوارٹ نے اسکا شاندار استقبال کیا۔ ۲۵ اگست کو ایڈمرل ہورتھی کا ہٹلر نے بھی برلن میں عظیم الشان استقبال کیا۔ اسوقت اس بات کا اعلان کیا گیا کہ روم برلن کے اتحاد میں ہنگری بھی شامل ہو گیا ہے۔ ہٹلر نے یہ بھی اعلان کیا کہ میں ہنگری کی حدود کا پوری طرح احترام کروں گا۔ ایڈمرل ہورتھی

۳۰ اگست کو بوڈاپیسٹ واپس چلا گیا۔ ستمبر ۱۹۳۸ء میں جب ہٹلر نے زیکوسلواکیہ پر سوڈیٹن جرمن اقلیت کے سلسلے میں زور دیا تو ہنگری نے اس سے یہ اصرار کیا کہ وہ زیکوسلواکیہ کی ہنگرین اقلیتوں کو بھی حقوق دلوائے۔ ہٹلر نے اِس بارے میں ہنگری کا ساتھ دے کر اسے زیکوسلواکیہ سے کچھ علاقہ دلوا دیا۔

اڑتیسواں باب

سوڈیٹن لینڈ اور یورپ کا امن وامان

سوڈیٹن نام کی وجہ تسمیہ زیکوسلواکیہ کا سلسلہ کوہ سوڈیٹن ہے اِس پہاڑی علاقہ میں رہنے والے جرمن لوگ خود کو سوڈیٹن کہتے ہیں۔ بوہیمیا اور موراویا میں جو سلاو رہتے ہیں انھیں زیک کہا جاتا ہے پرانے زمانے میں وہ اپنے جرمن نسل کے حکمرانوں سے حسد کرتے رہے ہیں۔ جنگ عظیم کے خاتمہ پر ان کی دیرینہ آرزو پوری ہوگئی اور وہ زیکوسلواکیہ کی جداگانہ حکومت بنا کر جرمنوں کے مساوی ہو گئے۔ زیکوسلواکیہ کی نئی حکومت میں جرمنوں کی تعداد ۳۴ لاکھ یا کل زیکوسلواکیہ کی آبادی کا ۲۲ فیصدی تھی۔ چونکہ ان کی کمیونسٹ حکومت تباہ ہوگئی تھی اس لئے ان لوگوں کو وہاں آئے دن نئی نئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا زیک سرکار ان کے ساتھ

سوتیلے بیٹے کا سا برتاؤ کرتی تھی۔ ان کے ہاں مقامی حکومت کا قانون ہوتے ہوئے بھی زیک سرکار اس میں ہمیشہ زیک فوجیوں یا زیک پولیس کو بھیج کر مداخلت کرتی رہتی تھی سلطنت کی زبان زیک ہونے کی وجہ سے سوڈیٹن لوگوں کو سرکاری نوکری نہیں ملتی تھی۔ ان کے علاقے میں جرمن اسکول بند کرکے زیک اسکول کھولے جاتے تھے۔ ۱۹۲۳ء میں ان کی تکالیف بے حد بڑھ گئیں تھیں۔ ٹھیک اس وقت جرمنی کی حکومت کی باگ ڈور ہٹلر کے ہاتھ میں آئی۔ ۱۹۳۳ء میں سوڈیٹن لوگوں نے اپنی ایک الگ سیاسی پارٹی بناکر اس کا نام سوڈیٹن جرمنی پارٹی رکھا۔ کانریڈ ہنلین (Konrad Henlein) کو اس پارٹی کا لیڈر چنا گیا۔

۱۹۳۵ء کے زیک پارلیمنٹ کے انتخابات میں ہر ہنلین کی پارٹی کو ۶۲ فیصدی سوڈیٹن جرمن ووٹ ملے۔ اب اس نے سوڈیٹن لوگوں کی تکالیف دور کرنے کی کوشش شروع کی اور ۲۸ رفروری ۱۹۳۷ء کو اس سلسلے میں پریگ کی سرکار کے سامنے آٹھ مطالبات پیش کئے لیکن پریگ کی سرکار نے اُن کی طرف دھیان تک نہ دیا۔

جولائی ۱۹۳۷ء میں جرمنی میں یہ طے کیا گیا کہ سوڈیٹن بچوں کو جرمنی میں لاکر کام سکھا کر روزگار دیا جائے۔ اس وقت ایسے پانچ ہزار بچوں کو رکھنے کی اسکیم بنائی گئی۔ لیکن زیکوسلوواکیہ کی سرکار اس تجویز پر رضامند نہ ہوئی۔ پریگ کی سرکار نے سوڈیٹن بچوں کو ڈنمارک آسٹریا یا سوئزرلینڈ بھیجنے پر کوئی اعتراض نہیں کیا لیکن وہ اُن کو جرمنی بھیجنا نہیں چاہتی تھی۔

کچھ جرمن لوگ ۱۳ سوڈیٹن بچوں کو جرمنی لیجانا چاہتے تھے مگر چیکی

کی حد پر اُن کو روک دیا گیا اُن دنوں میں ان کو اپنے عام جلسے کرنے کی منظوری بھی نہیں دی جاتی تھی۔ ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہر ہنلین کی زیر صدارت ہونے والے ایک ایسے ہی جلسے کو زبردستی منتشر کردیا گیا۔ اُن کے مظاہروں میں سوڈیٹن لوگوں کی اسقدر بے عزتی کیجاتی تھی کہ اُن کے ڈپٹیوں تک پر پولیس کے ڈنڈے برسوائے جاتے تھے ہر ہنلین نے اِس بارے میں زیکوسلواکیہ کے صدر جمہوریت ایم بینیز کو ایک مراسلہ بھیجا تو اس کا بھی کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ اِس کے بعد زیکوسلواکیہ کی پارلیمنٹ میں انہی سوالات کو اُٹھایا گیا تو وہاں بھی اِس کا کوئی نتیجہ نہ ہوا جس سے سوڈیٹن جرمن ڈپٹی بطور احتجاج اُٹھ کر اجلاس سے چلے گئے۔

مارچ ۱۹۳۸ء میں آسٹریا پر جرمنی کا قبضہ ہوجانیسے ان لوگوں میں پھر نئی بیداری پیدا ہوئی اب ایک طرف تو سوڈیٹن جرمنوں نے اور دوسری طرف جرمن سرکار نے اُن کی تکالیف کو دور کرنے کیلئے پروپیگنڈا کیا۔ اور بین الاقوامی صورتِ حالات اتنے پیچیدہ ہوگئے کہ زیکوسلواکیہ کی اڑھائی کروڑ آبادی کی آواز کو نظر انداز کرنا ممکن نہ رہا۔ لہذا ۱۹ مئی ۱۹۳۸ء کو اُس وقت کے زیک وزیراعظم موشئی ہوزا نے سوڈیٹن جرمنوں کی تکالیف کو دور کرنے کا وعدہ کیا لیکن اس موقع پر زیک سوڈیٹن لوگوں کے خلاف ہوکر اُن کو مختلف طریقوں سے ستانے لگے زیک سرکار نے بھی اِس معاملہ میں کچھ زیادہ ہوشیاری سے کام نہیں لیا۔ جس سے اِس مسئلے پر جرمنی میں بھی بے چینی پھیل گئی۔ ۲۲ مئی کو زیک فوجی جرمن سرحد میں گھس گئے لیکن وہ جرمن سپاہیوں کو دیکھ کر بھاگ کھڑے ہوئے

۲۸ مئی کو زیک وزیراعظم نے ہر ہنلین سے ملاقات کی اور سوڈیٹن جرمنوں کے مسئلے پر غور کیا گیا۔ لیکن جرمنی اور زیکوسلوواکیہ کی کھنچاوٹ میں اس سے ابھی کچھ کمی نہیں ہوئی اور سرحد پر کئی دفعہ بدامنی رونما ہوئی ۱۲ جون کو زیکوسلوواکیہ میں انتخابات ہوئے جن میں سوڈیٹن پارٹی زیادہ کامیاب ہوئی۔ سوڈیٹن لوگوں کے مسئلے پر اس کے بعد بھی غور وخوض ہوتا رہا ۲۳ جولائی کو زیک سرکار نے اپنی سلطنت میں صوبجاتی آزادی دینے کا اعلان کیا لیکن صوبوں میں سوڈیٹن لوگوں کو دیگر پارٹیوں میں ملا دیا گیا۔ جس سے اُن لوگوں کو اس فیصلے سے بھی تسلّی نہ ہوئی۔ آخر برطانوی سرکار نے اس مسئلے کے لئے ۲۶ جولائی کو لارڈ رنسی مین (Runciman) کو تعینات کیا ۱۶ اگست ۱۹۳۸ء کو جرمنی میں عظیم الشان فوجی مظاہرہ شروع ہوا جس میں پہلے دن ہی ساڑھے سات لاکھ فوجیوں نے حصہ لیا اس سے یوروپ کی تمام حکومتیں ایک نامعلوم خطرے کے اندیشے سے خوفزدہ ہوگئیں اور زیک سرکار سوڈیٹن جرمنوں کے ساتھ لارڈ رنسی مین کی معرفت ملائمی سے بات چیت کرنے لگی لیکن نتیجہ اس بات چیت کا بھی کچھ نہ نکلا۔

۲۸ اگست کو برلن کے برطانوی سفیر سر نیوائل ہینڈرسن کو مشورے کے لئے لندن بلایا گیا۔ ۳۰ اگست کو اُس کی رپورٹ پر اور بین الاقوامی حالات پر غور کرنے کے لئے برطانوی کابینہ کی ایک خاص نشست بھی ہوئی۔ سر نیوائل ہینڈرسن نے واپس جاکر جرمنی کو برٹن کی پوزیشن کے بارے میں ذاتی طور سے شدید تنبیہہ کی۔ اس کے بعد ۲ ستمبر کو برطانوی سفیر متعینہ پراگ (دارالخلافہ زیکوسلوویکیا) نے ڈاکٹر بینز سے ملاقات کی اور اس پر

اصرار کیا کہ وہ سوڈیٹن جرمنوں کو تسلی بخش مراعات دیدیں۔ لارڈ رنسی مین نے بھی اسی پر زور دیا۔

ان ملاقاتوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ ڈاکٹر بینیز نے اس سلسلے میں چند نئی تجاویز پیش کیں۔ اور ۱۰ ستمبر کو وہ تجاویز سوڈیٹن جرمن پارٹی کے نمائندوں کے سامنے رکھی گئیں۔ لارڈ رنسی مین کی یہ رائے تھی کہ ان تجاویز سے سوڈیٹن جرمنوں کے لیڈر ہر ہنلین کے وہ آٹھوں مطالبات پورے ہو جاتے ہیں جو اس نے اپنی کارلسباد کی تقریر میں پیش کئے تھے۔

اس کے بعد ہر ہنلین جرمنی گیا اور سوڈیٹن جرمن علاقوں میں زیک حکومت کے خلاف خانہ جنگی برپا کرنے کی تیاریاں ہونے لگیں ۱۴ ستمبر کو حالات اتنے نازک ہو گئے کہ جرمن فوجیں زیکوسلوواکیہ میں گھسنے کے لیے سرحد پر آکھڑی ہوئیں۔

مسٹر چیمبرلین کا قیام امن کا مشن

آخر انگلستان کے وزیر اعظم سر نیوائل چیمبرلین نے جرمنی جاکر ہر ہٹلر سے ملاقات کرنے کا فیصلہ کیا اور بذریعہ تار اس سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ دن مقرر ہو جانے پر وہ ۱۲ ستمبر کو ہوائی جہاز سے میونک پہنچے میونک میں مسٹر چیمبرلین اور ہر ہٹلر کے درمیان تین گھنٹے تک بات چیت ہوئی۔ ہٹلر نے اس گفتگو کے دوران میں پوری شرافت ملحوظ رکھتے ہوئے مگر پورے زور کیساتھ صاف صاف کہدیا کہ سوڈیٹن جرمنوں کو خود اختیار حکومت اور اگر وہ چاہیں تو جرمنی میں شامل ہونے تک کا حق ملنا

چاہیئے اور بٹے گا۔ ہٹلر نے یہاں تک کہدیا کہ اس مقصد کی تکمیل کیلئے میں ایک عالمگیر جنگ کے خطرے تک میں پڑنے کو تیار ہوں۔ اس پر برطانوی وزیر اعظم نے یہ کہا کہ اگر آپ کو جنگ ہی کرنی تھی تو مجھے یہاں بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ ہٹلر نے اس کا جواب یہ دیا کہ اگر برطانیہ سوڈیٹن جرمنوں کو خود اختیاری کا حق دلانے کا وعدہ کرے تو ہم اپنا ارادہ ملتوی کر سکتے ہیں۔

مسٹر چمبرلین لندن واپس آ گئے اور ہٹلر سے یہ وعدہ کر آئے کہ میں اپنے دوسرے ساتھیوں سے مشورہ کر کے جواب دوں گا اور جب تک میری طرف سے کوئی قطعی جواب موصول نہ ہو کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے۔

۱۶ ستمبر کو مسٹر چمبرلین لندن پہنچے اور کابینہ کا اجلاس طلب کیا اور سارا معاملہ اُس کے سامنے رکھا اس کے بعد ۱۸ ستمبر کو فرانس کے وزیروں کو بھی صلاح مشورے کے لیے لندن بلایا گیا۔ بحث مباحثہ کے بعد یہ طے کیا گیا کہ جن علاقوں میں ۵۰ فیصدی سے زیادہ سوڈیٹن جرمن رہتے ہیں وہ جرمنی کو دیدئے جائیں زیک گورنمنٹ نے بھی اصولی طور پر انگلستان اور فرانس کے اس فیصلے کو منظور کر لیا۔

اس کے بعد ۲۲ ستمبر کو ہر ہٹلر سے ملنے کے لئے مسٹر چمبرلین پھر گوڈز برگ پہونچے انھوں نے ہر ہٹلر سے یہ کہا اگر سوڈیٹن علاقے زیکو سلواکیہ سے علیحدہ کر کے جرمنی کو دئے جائیں تو جرمنی زیکو سلواکیہ کی آزادی کی ضمانت دے لیکن ہٹلر نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا جس سے معاملہ پھر اُلجھ گیا۔

آخر وہ بین الاقوامی ضمانت دینے کے لئے تیار ہوگیا مگر اس مسئلہ کا فیصلہ ہونے کے بعد اس نے باقی تجاویز کو ماننے سے انکار کردیا مسٹر چمبرلین قیام امن کے امکانات کی طرف سے مایوس ہوگئے اور لندن واپس چلے آئے اور ہٹلر نے اسی دن زیکوسلواکیہ کو الٹی میٹم دیدیا کہ اگر سوڈیٹن جرمن علاقے غیر مشروط طور پر جرمنی کے حوالے نہ کئے گئے تو یکم اکتوبر کو اس پر جرمن فوجیں چڑھادی جائیں گی۔ فرانس نے ۲۵ ستمبر کو یہ اعلان کیا اگر جرمنی نے زیکوسلواکیہ پر حملہ کیا تو فرانس اس کی مدد کرے گا اس حالت میں انگلستان، یوگوسلاویا، روس اور رومانیہ نے بھی فرانس کو فوجی امداد دینے کا وعدہ کیا اور اٹلی، ہنگری، پولینڈ اور جاپان نے جرمنی کی امداد کا اعلان کیا۔ گویا ایک عالمگیر جنگ سر پر ہی آگئی۔ مسٹر چمبرلین نے یہ دیکھکر ۲۷ ستمبر کو ایک پیغام سر ہوریس ولسن کی معرفت ہٹلر کے پاس اور ایک پیغام مسولینی کے پاس بھیجا۔ آخر باہمی طور پر یہ طے ہوا کہ مسٹر چمبرلین موشئے ڈلاڈیر وزیر اعظم فرانس اور مسولینی اور ہٹلر سب ایک کانفرنس میں میونک میں جمع ہوں۔ ۲۸ ستمبر کو ہٹلر نے اعلان کردیا کہ ۲۴ گھنٹے کے لئے چڑھائی کا ارادہ ملتوی کیا جاتا ہے۔

میونک کانفرنس

۲۹ ستمبر کو سنیور مسولینی اس کانفرنس کے لئے ایک اسپیشل ٹرین سے روانہ ہوا اور صبح ۱/۲ ۹ بجے کوفسٹین میں ہٹلر کی اسپیشل ٹرین میں جا بیٹھا دونوں ڈکٹیٹر صبح ۱۱ بجے میونک پہنچے۔ ان کے ساتھ کاونٹ چانو، ہر ہیس، جنرل کیٹیل اور ہر ہملر بھی تھے۔ ہر ہٹلر میونک آتے ہی

مشہور سولبذی — چارسلر اٹلی

سیدھا ہوائی مستقر پر گیا جہاں ۱۱ بجے مسٹر چیمبرلین اور موشئے ڈلاڈیر بذریعہ ہوائی جہاز آگئے تینوں وزیر اعظموں کو شاندار ہوٹل میں ٹھہرایا گیا۔ اس بات چیت میں مشورہ دینے کے لئے زیکوسلوواکیہ نے مسٹر چیمبرلین کی خواہش کے مطابق اپنے برلن اور لندن کے سفیروں کو میونک بھیج دیا۔ مسٹر چیمبرلین کے ساتھ سر ہورلیس وسن، سر ولیم مالکن، مسٹر آشٹن گواڈکن اور مسٹر ولیم سٹرانگ وغیرہ تھے۔

مسٹر چیمبرلین، ہر ہٹلر، موشئے ڈلاڈیر اور سینور مسولینی نے مورخہ ۲۹ ستمبر کو دوپہر کے وقت پون بجے خفیہ طور پر گفت و شنید شروع کی۔ اس گفت و شنید میں کاونٹ چانو اور ہروان ربن ٹراپ نے بھی حصہ لیا۔ گفت و شنید پونے تین بجے ملتوی ہو کر ساڑھے چار بجے سے شروع ہوئی اور ساڑھے آٹھ بجے تک جاری رہی اس کے بعد وہ رات کے بارہ بجے سے پھر بیٹھے اور ڈیڑھ گھنٹے تک گفتگو کرنے کے بعد مندرجہ ذیل سمجھوتہ پر دستخط کئے۔

" جرمنی، برطانیہ، فرانس اور اٹلی اس بات کو اصولاً پہلے ہی مان چکنے کی وجہ سے جرمنی کو سوڈیٹن جرمن علاقہ مندرجہ ذیل شرائط پر دیا جانا تسلیم کرتے ہیں۔ اس سمجھوتہ سے دستخط کرنے والی ہر ایک حکومت شرائط کو پورا کرنے کی ذمہ دار ہوگی۔

(۱) یکم اکتوبر سے یہ علاقہ خالی ہونا شروع ہوگا۔

(۲) برطانیہ فرانس اور اٹلی اس بات پر رضامند ہیں کہ یہ ۱۰ اکتوبر تک خالی ہو جانا چاہیئے اور اس کی موجودہ قلعہ بندی وغیرہ کو بالکل نہ بگاڑا جائے۔ زیکوسلوواکیہ اس علاقے کو وہاں کی کوئی چیز خراب یا

برباد کیے بغیر خالی کردے گا اور اس کا ذمہ دار ہوگا۔

(۳) جرمنی برطانیہ فرانس اٹلی اور زیکوسلوواکیہ کے نمائندوں کا بین الاقوامی کمیشن اس علاقے کو خالی کرنے کی شرطیں طے کرے گا۔

(۴) جن جن علاقوں میں جرمنوں کی اکثریت ہے ان میں جرمن فوج یکم اکتوبر سے داخل ہونا شروع ہوگی۔ اس طرح جرمن فوج صلحنامہ میں شامل شدہ نقشہ میں نشان زدہ چار علاقوں پر قبضہ کرے گی۔ باقی جرمن اکثریت والے علاقہ کی بابت مندرجہ بالا کمیشن طے کرے گا اور اس پر جرمن فوج ۱۰ اکتوبر تک قبضہ کرے گی۔

(۵) بین الاقوامی کمیشن ہی ان علاقوں کے بارے میں بھی طے کریگا جن میں رائے عامہ لی جائے گی۔ رائے عامہ کا کام ختم ہونے تک ان علاقوں پر بین الاقوامی فوج کا قبضہ رہے گا۔ مندرجہ بالا کمیشن علاقہ سار کی رائے عامہ کی بنیاد پر یہاں کی رائے عامہ لینے کی صورتوں اور شرطوں کو طے کرے گا۔ مندرجہ بالا کمیشن رائے عامہ لینے کی تاریخ کا بھی فیصلہ کرے گا لیکن یہ تاریخ ماہ نومبر کے اواخر سے پہلے ہی رکھی جائے گی۔

(۶) حدود کے تعین کا آخری فیصلہ بین الاقوامی کمیشن کرے گا۔ اس کمیشن کو یہ بھی اختیار ہوگا کہ وہ میونک پیکٹ کے دستخط کنندگان سے یہ سفارش کرے کہ زیکوسلوواکیہ کے بعض علاقوں کو رائے عامہ لیے بغیر ہی نسلی امتیاز کی بنا پر جرمنی کو دیدیا جائے۔

(۷) منتقل شدہ علاقوں کی باشندوں کو یہ حق ہوگا کہ زیک علاقے سے جرمن علاقے یا جرمن سے زیک علاقے میں نقل مکان کر سکیں۔ اس حق کا

استعمال پیکٹ کے نفاذ کے بعد ۶ ماہ تک ہو سکے گا۔ ایک جرمن زیک کمیشن اس بارے میں قاعدے بنائے۔ آبادی کے انتقال مکان کے ذرائع کی آسانیاں نکالنے اور متعلقہ مسائل پر غور کرے گا۔

(۸) زیک گورنمنٹ پیکٹ کی تاریخ کے بعد چار ہفتے کے اندر اندر ان سب سوڈیٹن جرمنوں کو اپنی فوجی اور سیاسی خدمت سے سبکدوش کر دے گی جو سبکدوش ہونا چاہتے ہوں۔ اسی اثنار میں زیک سرکار ان سب سوڈیٹن جرمنوں کو جیل سے رہا کر دے گی جو اس وقت سیاسی جرائم کی پاداش میں قید میں ہیں۔"

اس صلحنامہ کے تتمے میں یہ ظاہر کیا گیا کہ برطانیہ اور فرانس مندرجہ بالا صلحنامے میں اس بنیاد پر شامل ہوئے ہیں کہ وہ ۱۶ ستمبر ۱۹۳۸ء کی برطانوی اور فرانسیسی تجاویز کی رو سے اس بات کا وعدہ دے چکے ہیں کہ اگر زیکوسلواکیہ کی نئی حد پر زیکوسلواکیہ کی طرف سے کوئی اشتعال انگیز حرکت سرزد ہوئے بغیر اگر کسی کی طرف سے حملہ کیا جائے گا تو وہ زیکوسلواکیہ کی امداد کریں گے۔ برطانیہ اور فرانس اپنے اس وعدہ پر اب بھی قائم ہیں۔

ایک ضمنی اعلان میں کہا گیا ہے کہ ان علاقوں کے تبادلے سے جو مسائل پیدا ہونگے ان پر ایک بین الاقوامی کمیشن غور کرے گا۔

چاروں حکومتوں کے وزیراعظموں نے اس کا بھی اعلان کیا کہ اگر زیکوسلواکیہ کے پولش اور ہنگیرین اقلیتوں کا مسئلہ پولینڈ اور ہنگری کی حکومت کے مشورے سے تین مہینہ کے اندر اندر حل نہ ہو گیا تو اس سلسلہ میں غور کرنے کے لئے چاروں حکومتوں کے وزیراعظموں کی اسی طرح پھر ایک کانفرنس ہوگی جرمنی والوں نے اس سلسلے میں یہ وعدہ کیا کہ جب

زیکوسلوواکیہ کے اندر رہنے والی پولش اور ہنگرین اقلیتوں کا مسئلہ حل ہو جائے گا تو وہ دونوں بھی اپنی طرف سے زیکوسلوواکیہ کو گارنٹی دیدیں گے۔

اس سمجھوتے پر غور کرنے کے لئے زیک کابینہ کی نشست ۳۰ ستمبر کو صبح کیوقت ہوئی۔ کئی گھنٹے تک بحث و تمحیص ہونے کے بعد اس سمجھوتے کو تسلیم کرکے اس کی خبر مسٹر چیمبرلین کو دیدی گئی۔

اس سمجھوتے کے بعد سب سے پہلے سنیور مسولینی ۳۰ ستمبر کو صبح کے وقت اپنی اسپیشل ٹرین میں بیٹھ کر چلا گیا۔ شام کو ۸ بجے وہ روم پہونچا جہاں اُس کا یوروپ کے "پیس میکر" (امن کنندہ) کی حیثیت سے بڑا زبردست خیر مقدم کیا گیا۔ موسیئے ڈلاڈیئر دوپہر کو ایک بجے بذریعہ ہوائی جہاز پیرس پہنچا جہاں اس کا زبردست خیر مقدم کیا گیا اس موقع پر فرانس کے صدر جمہوریت لیبرن نے بھی اس کے پاس پیغام تہنیت بھیجا۔ مسٹر چیمبرلین میونک سے بذریعہ ہوائی جہاز چل کر ۳۰ ستمبر کی شام کو ۵ بجکر ۴۰ منٹ پر لندن کے ہوائی مستقر پر پہونچے اُس وقت ان کا انگلستان کے عوام، حکومت اور شہنشاہ کی طرف سے جو زبردست استقبال کیا گیا وہ تاریخ میں اپنی نظیر نہیں رکھتا۔

سوڈیٹن لینڈ پر جرمنی کا قبضہ

میونک پیکٹ کے فوراً بعد زیک فوجیں سوڈیٹن لینڈ سے ہٹنے لگیں۔ ۳۰ ستمبر کو رات کے بارہ بجے کے بعد یکم اکتوبر شروع ہونے پر پہلے صبح ۵ بجے جرمن سفیر مینا نے جرمن فوجوں کا راستہ صاف کرنے کے لئے برنج ہیڈس کے قریب سوڈیٹن لینڈ میں داخلہ کیا اس کے بعد دوپہر

کو دو بجے جرمن فوج نے زیک سرحد کو پار کر کے علاقہ بوہیمیا کے ہیلفین برگ اور فیڈر میں داخل ہو کر سوڈیٹن لینڈ پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ ان علاقوں میں جلدی ہی ریلوے لائن کھولنے کا انتظام کیا جارہا ہے۔ سوڈیٹن لینڈ کے پہلے حلقہ پر قبضہ کر کے جرمن فوجیں شام کو دس بجے دوسرے علاقے میں داخل ہوئیں۔ وہ پہاڑی راستوں اور جنگلوں کو عبور کرتی ہوئی مولداؤ ندی کے درّے میں پہنچیں۔

زیکوسلوواکیہ نے اس وقت پولینڈ کے پولش آبادیوں کے علاقے کے مطالبے کو بھی منظور کر لیا تھا۔ لہذا ۲ اکتوبر کو پولش فوجیں تیشچین حلقے میں داخل ہوئیں۔

ہر ہٹلر نے سوڈیٹن لینڈ کا انتظام کرنے کے لئے ہر ہیلین کو وہاں کا کمشنر بنادیا۔ اور اس کو قبضہ کئے ہوئے علاقہ کا انتظام سونپا گیا۔ ۲ اکتوبر صبح ۷ بجے دو ہزار جرمن سپاہ آش سرحد پر بلڈ بناؤ سے گذریں۔ ۳ اکتوبر کو ہر ہٹلر نے صبح ۱۰ بجکر ۲۰ منٹ پر ولڈ نیو میں زیک سرحد کو عبور کیا۔ یہاں اس کا ہرلین اور عوام نے بڑا شاندار استقبال کیا۔ اس کے بعد ہٹلر ایچ کیطرف آدھے میں آگے بڑھ کر ایگر پہنچا۔ اس اثنا میں جرمن سپاہ ایگر سے بھی کئی کلومیٹر آگے بڑھ گئی جہاں اس نے زیکوسلوواکیہ کی ٹیلیفون لائن پر قبضہ کرلیا۔ ۱۰ اکتوبر تک جرمن سپاہ نے پانچوں حلقوں پر قبضہ کر لیا۔ بین الاقوامی کمیشن نے ۵۱ فیصدی جرمن آبادی والے سبھی علاقوں کو جرمنی کے سپرد کرنے کا فیصلہ کیا۔

جنگ کی بلائیں ٹل گئیں

میونک کے سمجھوتے کے بعد یوروپ پر سے عالمگیر جنگ کے بادل چھٹ گئے۔ فوج کے اجتماع کے جو احکام مختلف ملکوں میں جاری ہوچکے تھے وہ مسترد ہوگئے۔ زیکوسلوواکیہ کی اس حالت سے دل برداشتہ ہوکر وہاں کے نئے بنے ہوئے فوجی کابینہ نے ۴، اکتوبر کو استعفےٰ دیدیا۔ اس کے بعد جرنیل سرووی کی نئی حکومت بنی جس میں ڈاکٹر چاکووسکی وزیر خارجہ بنا۔ ۵، اکتوبر کو زیکوسلوواکیہ کے صدر جمہوریہ بنیز نے بھی استعفیٰ دیدیا جس سے جرنیل سرووی کے ہاتھوں میں صدارات کے اختیارات بھی آ گئے۔ اس کے بعد زیکوسلوواکیہ نے ہنگری کیساتھ سمجھوتہ کرکے اس کو دو شہر دیدئے۔ روتھینیا میں سلواک لیڈر نے ہر آزاد حکومت قائم کرکے ہنگری کی امیدوں پر پانی پھیر دیا گیا۔

انتالیسواں باب

نازی جرمنی کی ڈائری

۱۹۳۳ء

یہ پہلے بتلایا جاچکا ہے کہ ہٹلر نے ۳۰ جنوری کو جرمنی کی حکومت کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں لی۔ اس کے بعد ۲۷ فروری ۱۹۳۳ء کو برلن کی پارلیمنٹ کی عمارت میں زور شور کی آگ لگ گئی جس سے ہٹلر کو مخالف پارٹی کے استیصال کا اچھا موقع مل گیا۔ اس کے بعد ۵ مارچ ۱۹۳۳ء کے انتخابات

میں ہٹلر کی نازی پارٹی کثرت رائے سے کامیاب ہوئی۔ ۱۵ر جولائی ۱۹۳۳ء کو اٹلی برطانیہ فرانس اور جرمنی نے چار طاقتوں کے معاہدے پر دستخط کئے جس سے فرانس باقی یورپ سے کچھ دور ہو گیا۔ پولینڈ نے اس سمجھوتے کو خاص طور سے اپنے لئے نقصان دہ سمجھا۔

اس کے بعد جینوا میں تخفیف اسلح کانفرنس ہوئی جس میں اتحادیوں نے جرمنی کے دوبارہ مسلح ہونے کے حق کو تسلیم نہیں کیا۔ اس سے دل برداشتہ ہو کر جرمنی نے ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۳ء کو یہ اعلان کیا کہ وہ تخفیف اسلح کانفرنس اور لیگ اقوام دونوں سے علیحدگی اختیار کرتا ہے۔

اگرچہ ہٹلر کے اس اعلان سے یورپ کی دیگر سلطنتیں کافی مشتعل ہوئیں لیکن جرمنی نے کسی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے دوبارہ مسلح ہونے کے پروگرام پر عملدرآمد شروع کر دیا اس وقت پولینڈ نے فرانس سے اصرار کیا کہ جرمنی پر حملہ کرنے کا مناسب موقع یہی ہے اور اس وقت نازی جرمنی کے فتنے کو سر اٹھانے سے پہلے ہی کچلا جا سکتا ہے۔ لیکن فرانس نے یہ تجویز پسند نہیں کی۔ لیگ اقوام سے استعفےٰ دینے کے بعد ہٹلر نے اس کے بارے میں کل جرمنی سے رائے عامہ طلب کی تو ۶ر ۹۲ فی صدی باشندگان جرمنی نے اسکی تائید کی۔

۱۹۳۴ء

۲۶ر جنوری ۱۹۳۴ء کو پولینڈ نے جرمنی کیساتھ دس برس کیلئے ایک غیر مدافعانہ معاہدہ کیا۔ جس میں اس نے ڈینزگ کے نازیوں کی امداد کا وعدہ کیا۔ ۳۰ر جون کو ہٹلر نے جرمنی میں اپنے سبھی اندرونی دشمنوں

کو ختم کر دیا۔ اس کا تذکرہ پہلے بھی "اندرونی دشمنوں کی بیخکنی" کے عنوان کے تحت ایک باب میں ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ۲۵ رجولائی کو آسٹریا کے چانسلر ڈولفس کو آسٹریا کے نازیوں نے مار ڈالا۔

۲ راگست ۱۹۳۴ء کو جرمنی کے صدر جمہوریہ فیلڈ مارشل ہنڈنبرگ کا ۸۶ برس کی عمر میں انتقال ہوگیا۔ اس لئے اس کی جگہ ہٹلر ہی صدر جمہوریہ بھی بن گیا۔ اس مرتبہ ہٹلر نے صدر جمہوریہ اور چانسلر دونوں کے عہدوں کو ایک کر کے ملک سے پھر رائے عامہ طلب کی تو ملک کے کل ۴۳۵۲۹۱۰۷ ووٹوں میں سے ۳۸۳۶۲۷۶۰ ووٹ اس کو حاصل ہوئے۔ اس وقت سے دونوں عہدے ایک کر دئے گئے۔ اور ہٹلر جرمنی کا ڈکٹیٹر بن گیا۔

۱۹۳۵ء

۷ رجنوری ۱۹۳۵ء کو مسولینی اور فرانس کے وزیر اعظم ایم لادل میں ایک خفیہ معاہدہ ہوا۔ جس میں فرانس نے اٹلی کو یہ آزادی دے دی کہ حبش میں وہ جو چاہے کر سکتا ہے۔ دراصل فرانس اور اٹلی کے اسی خفیہ معاہدے کی وجہ سے لیگ اقوام کے اٹلی پر پابندیاں عائد کرنیکا کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس وقت سار کی بین الاقوامی حکومت کے کمیشن کو سار میں حکومت کرتے ہوئے پندرہ سال ہو گئے تھے۔ اس لئے ۱۳ رجنوری کو لیگ اقوام کی زیر سرپرستی سار میں اس پر رائے عامہ لی گئی کہ وہاں کی پبلک فرانس اور جرمنی میں سے کس کی حکومت میں جانا چاہتی ہے۔ سار کی پبلک نے بڑی بھاری اکثریت سے جرمنی کی

حکومت میں جانا چاہا۔ اس لئے جرمنی نے ۱۵ر جنوری ۱۹۳۵ء کو سار کو اپنی حکومت میں شامل کر لیا۔ اس پر تمام جرمنی میں بڑا زبردست جشن منایا گیا۔ سار کے اس واقعہ سے فرانس کو کافی سبق مل گیا۔ اور اُس کے وزیر اعظم ایم لاول نے باغیوں کو امداد دینی بند کردی۔ ۳ر مارچ کو جرمنی نے درسائی کے صلحنامے کی فوجی دفعات کی خلاف ورزی کر کے اس بات کا اعلان کر دیا کہ اب سے ہر ایک جرمن کو کم سے کم ایک سال تک لازمی فوجی تعلیم لینی ہوگی۔

اسی زمانے میں اٹلی فرانس اور انگلستان کی ایک کانفرنس ہوئی جسے سٹریسا کانفرنس کہتے ہیں۔ یہ کانفرنس ۱۵ر اپریل ۱۹۳۵ء کو ختم ہوئی۔ اس کانفرنس کے ذریعے سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ یورپ میں امن و امان قائم رکھا جائے۔ اس میں برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف ایک گروہ بنایا جو تقریباً "دو ہفتے" تک کام کرتا رہا۔ ماہ اپریل کے آخر میں ہروان ربن ٹراپ نے جرمنی کی طرف انگلستان اور جرمنی کے درمیان کئے گئے ایک بحری معاہدے پر دستخط کئے۔ اس سے جرمنی کو ورسائی کے صلحنامے کے بعد پہلی بار بحری بیڑہ رکھنے کا حق ملا۔ اس معاہدے سے جرمنی کو بھی سٹریسا کانفرنس کے صلحنامے کے تحفظ میں لے لیا گیا۔ ۱۵ر ستمبر کو ہٹلر نے سواستک جھنڈے کو کل جرمنی کا قومی جھنڈا قرار دئے جانیکا اعلان کیا۔

۳ر اکتوبر ۱۹۳۵ء کو اٹلی نے لیگ اقوام کے فیصلے کو نظرانداز کر کے حبش کے ساتھ جنگ شروع کر دی۔ اس پر لیگ اقوام میں ۷ر اکتوبر کو اسے "جابر" قرار دیا گیا۔ برطانیہ نے لیگ اقوام میں یہ تجویز پیش کی کہ

اٹلی پر اقتصادی پابندیاں عائد کی جائیں۔ ایم لاول نے اٹلی کو کافی موقع دینے کے بعد لیگ اقوام کی ۱۰ر اکتوبر کی نشست میں اس تجاویز کو منظور کرایا ۱۴ر اکتوبر ۱۹۳۵ء سے دنیا کی ۲ ۵ حکومتوں نے اٹلی کے خلاف اقتصادی پابندیاں عائد کیں۔ فرانس نے بھی نیم دلی سے ان سب کے ساتھ اشتراک عمل کیا۔

سنہ ۱۹۳۶ء

۲۷ر فروری سنہ ۱۹۳۶ء کو فرانس نے روس کے ساتھ ایک اور صلحنامہ کرکے یورپ کے توازن طاقت کو درہم برہم کردیا۔ ہٹلر نے اس عدم مساوات کو جرمنی کے خلاف سمجھا اور یہ اعلان کیا کہ اس صلحنامے سے لوکارنو پیکٹ مسترد ہوگیا ہے۔ اور اسکے نتیجے کے طور پر ہٹلر نے ۷ر مارچ سنہ ۱۹۳۶ء کو رائن لینڈ کے غیر مسلح علاقے میں فوجیں بھیجکر اس علاقے پر قبضہ کرلیا۔ اس پر فرانس نے بہت چیخ پکار مچائی۔ اس کے خاص اصرار پر معاہدہ لوکارنو کی طاقتوں یعنے انگلستان، اٹلی، فرانس اور بلجیم کی ایک کانفرنس ماہ مارچ کے آخری ہفتے میں لندن میں ہوئی۔ اس کانفرنس نے ہٹلر سے اس کی امن کی اسکیم طلب کی۔ جرمن سفیر متعینہ انگلستان ہروان ربن ٹراپ نے یکم اپریل سنہ ۱۹۳۶ء کو جرمنی کی امن کی سکیم کا مسودہ انگلستان کے اس وقت کے وزیر خارجہ مسٹر اینھونی ایڈن کو دیا۔ فرانس اور انگلستان دونوں نے اس اسکیم پر کافی غور و خوض کرنے کے بعد چند سوالات مرتب کئے۔ اور اپنے یہ سوالات ۲۲ر اپریل کو جرمنی بھیجے۔ لیکن اسی زمانے میں فرانس اور

انگلستان کی سیاسیات میں ایسا عدم استقلال دیکھنے میں آیا کہ ہٹلر نے ان سوالات کا جواب دینا مناسب نہیں سمجھا اور لوکارنو پیکٹ کی سبھی طاقتیں رائن لینڈ کی چوٹ کو ٹھنڈے پانی کے چھینٹے سمجھ کر برداشت کرگئیں۔ اسی زمانے میں ہٹلر نے رائن لینڈ کے قبضے کے بارے میں ملک کی رائے جاننے کی غرض سے ماہ مئی ۱۹۳۶ء میں عام انتخابات کرائے۔ اس رائے عامہ میں ۹۵ فی صدی ووٹوں سے جرمنی نے ہٹلر کے اقدام کی تائید کی۔

اس اثنا میں اٹلی اور حبش کے درمیان پورے زور شور سے جنگ ہوتی رہی۔ آخر ۹ رمئی ۱۹۳۶ء کو اٹلی نے حبش کی فوجوں کو مکمل شکست دے کر اس پر قبضہ کرلیا۔ اور اس کو اپنی دوسری نوآبادیوں میں شامل کر کے اس کا نام اٹالین مشرقی افریقہ رکھا۔ اس وقت تک اقتصادی پابندیاں پوری طرح بیکار ثابت ہوچکی تھیں۔ لہٰذا لیگ اقوام نے ۳۰ رجون ۱۹۳۶ء کو اٹلی پر سے اقتصادی پابندیاں اٹھالیں۔

اس وقت ڈینزگ کے نازی صدر جمہوریہ اور وہاں کے ہائی کمشنر میں کافی کھینچا تانی ہورہی تھی۔ ڈینزگ کا صدر خود لیگ اقوام میں آیا اور اس نے لیگ کے ممبروں کو خوب پھٹکار بنائی۔ اس کے بعد مسولینی کے دباؤ سے آسٹریا کے چانسلر شُشنگ نے ۱۱ رجولائی ۱۹۳۶ء کو جرمنی سے ایک دوستانہ معاہدہ کیا۔

۲۰ رجولائی ۱۹۳۶ء کو اسپین میں خانہ جنگی شروع ہوئی جس میں جرمنی اور اٹلی نے باغی لیڈر جنرل فرانکو کو امداد دی اور روس اور فرانس نے اسپین کی جمہوری حکومت کو مدد پہنچائی۔

ماہ اگست ۱۹۳۶ء کے آخر میں فرانس کی تجویز پر اسپین کے بارے میں ایک معاہدۂ عدم مداخلت ہوا۔ جس میں برطانیہ جرمنی، پرتگال روس فرانس اور اٹلی شامل ہوئے لیکن اسپین کے دونوں فریقوں کو اس کے بعد بھی امداد ملتی رہی۔

ماہ اگست ۱۹۳۶ء میں جرمنی میں اولمپک کھیل ہوئے۔ اس میں ۱۰ر اگست کو ہر ہٹلر ۲۰ ہزار و زیٹروں کے درمیان میں پیراکی کا میچ دیکھ رہا تھا کہ کیلیفورنیا کی بسنے والی ایک ہالینڈ کی عورت اس کے پاس آئی (اس عورت کا نام میڈیم ڈاویریز تھا) وہ بھیڑ کو چیرتی ہوئی ہٹلر کے قریب تر آئی اور اس نے ہٹلر کے ہاتھوں میں کاغذ پنسل دیدی اور اس سے اوٹوگراف طلب کیا۔ ہٹلر نے بڑی تہذیب کے ساتھ اوٹوگراف دیدیا۔ اوٹوگراف لینے کے بعد میڈیم ڈاویریز نے ہٹلر کے گلے میں باہیں ڈال کر اس کا بوسہ لینے کی کوشش کی۔ ہٹلر نے دوبار بچنے کی کوشش کی۔ مگر تیسری دفعہ وہ عورت اپنے مقصد میں کامیاب ہو ہی گئی۔ ہٹلر اس پر پہلے تو ایک دم مسکرادیا پھر کچھ شرمایا اور آخر اپنے پیروں کو دیکھنے لگا۔ بھیڑ یہ منظر دیکھ کر قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔

انہی دنوں میں برطانیہ کے سابق وزیر اعظم لائڈ جارج بھی جرمنی گئے ہوئے تھے۔ انھوں نے موجودہ جرمنی کی بیحد تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ ہٹلر سچ مچ ایک عظیم شخصیت کا آدمی ہے۔ ۶ر اکتوبر کو پولینڈ کے نمائندے نے لیگ اقوام میں کہا کہ پولینڈ یہودیوں سے اپنا پیچھا چھڑانے کے لئے فلسطین میں ان کی بستی بسوانی چاہتا ہے۔

۲۰ر اکتوبر کو زیکوسلوواکیہ کے نمائندے نے بھی یہی کہا۔

ہر ہٹلر نے ۱۸ ر اکتوبر کو ایک حکم کے ذریعے سے جرمنی میں ایک چار سالہ پروگرام جاری کرنے کا اعلان کیا۔ اس پروگرام کی ذمہ داریاں اور سارے اختیارات، جنرل گوئرنگ کو دئے گئے۔

یہ اسکیم جرمنی میں کچا مال پیدا کرنے کے لئے چلائی گئی۔ ۱۴ ر نومبر ۱۹۳۶ء کو ہر ہٹلر نے ایک اعلان کرکے ورسائی کے صلحنامے کی ان دفعات کو توڑ دیا جن کی رو سے جرمنی کی رائن، ڈینوب، ایلبے اور اوڈر ندیوں کو بین الاقوامی استعمال کے لئے کھلا رکھا گیا تھا۔ یہ اعلان جرمن حکومت کی طرف سے بین الاقوامی کمیشن میں نمائندگی کرنیوالی ۱۶ حکومتوں کو بھیجدیا گیا

۲۴ ر نومبر ۱۹۳۶ء کو ناروے کی نوبل پیس پرائز کمیٹی نے ۱۹۳۵ء کا پیس پرائز جرمنی کے کارل وان اوسیئٹسکی (Karl Von Ossietsky) کو دیا۔ اوسیئٹسکی کو پیس پرائز دئے جانے کے واقعے کو جرمنی نے اپنی قومی توہین سمجھا کیونکہ اوسیئٹسکی کو ۵ برس پہلے ۲۳ ر نومبر ۱۹۳۱ء کو جرمنی کی سپریم کورٹ نے بغاوت کے جرم میں ڈیڑھ برس کی سزا دی تھی اور اس کی اپیل صدر جمہوریہ ہنڈن برگ نے بھی نامنظور کردی تھی۔ لیکن ۱۹۳۲ء کے بڑے دن کی عام معافی کے موقع پر اوسیئٹسکی کو بھی رہا کردیا گیا۔ جنوری ۱۹۳۳ء میں ہٹلر کے چانسلر بننے پر اسے ۲۸ ر جنوری ۱۹۳۳ء کو پھر نظر بند کردیا گیا وہ جیل سے چھوٹا ہی تھا کہ اسے کمیونسٹ ہونے کی وجہ سے نوبل پرائز دیا گیا۔ نوبل پرائز کے بانی مبانی الفریڈ نوبل کے جانشینوں نے بھی ایک اعلان کے ذریعے پرائز کمیٹی کی اس حرکت کی مذمت کی۔

ماہ نومبر کے وسط میں چند جرمنوں کو سوویٹ یونین نے گرفتار کیا ان میں جرمن انجنیر سٹن لنگ بھی تھا - اس گرفتاری پر تمام جرمنی میں غصے کی لہر دوڑ گئی - ۲۵ر نومبر ۱۹۳۶ء کو جرمنی اور جاپان میں روس کی کیمونسٹ انٹرنیشنل کے کیمونزم کے پروپیگنڈے کے دفیعے کیلئے ایک معاہدہ ہوا - ۱۰ر دسمبر کو یہ معلوم ہوا کہ روس کے افسران کی بیویوں میں ۲۵ ہزار تعلیم یافتہ فوجی نرسیں، ۱۳ ہزار رائفل چلانے والیاں اور ۶ ہزار گیس کے حملے کی مدافعت میں ماہر ہیں - اس وقت اس عورتوں کی امدادی سُرخ فوج میں ایک ہزار گھوڑا سوار خواتین بھی تھیں۔

سنہ ۱۹۳۷ء

۳۰ر جنوری سنہ ۱۹۳۷ء کو جرمنی میں نیشنل سوشلزم کے انقلاب کی چوتھی سالگرہ کے موقع پر ہر ہٹلر نے ایک اہم تقریر کی - یکم فروری سنہ ۱۹۳۷ء کو ہر ہٹلر نے ایک فرمان اس مضمون کا جاری کیا کہ مستقبل میں کوئی فرد نوبل پرائز قبول نہ کرے ۔

اس موقع پر اس نے جرمنی میں آرٹ اور سائنس پر تین قومی انعامات دیئے جانے کا اعلان کیا۔ یہ انعامات آٹھ آٹھ ہزار پونڈ کے ہوا کریں گے اور ہر سال تین جرمنی عالموں کو دیئے جایا کریں گے ۔

۶ر فروری سنہ ۱۹۳۷ء کو جرمنی کے وزیر تعلیم نے جرمنی کے سبھی ابتدائی اسکولوں میں غیر ملکی زبانوں کے نصاب میں انگریزی کو لازمی قرار دیدیا - ۲۰ر فروری کو برلن میں بین الاقوامی موٹر کار نمائش ہوئی جس کا افتتاح ہر ہٹلر نے کیا۔

۲۸ر فروری سے ۸ر مارچ تک جرمنی میں لیپنرگ کا موسم بہار کا میلہ ہوا۔ اس میں مختلف ممالک کے ۹۳۰۸ صناعوں نے اپنی اپنی چیزیں دکھلائیں۔ اس نمائش میں ۲ لاکھ ۶۳ ہزار وزیٹر آئے۔ جرمنی کی زیپلین ائرشپ کمپنی نے ایک دیو قامت ہوائی جہاز "ہنڈن برگ" بنایا۔ اس نے ۱۴ر اپریل ۱۹۳۷ء کو بحیرۂ اوقیانوس کو عبور کیا۔ یہ دنیا کا بہترین اور محفوظ ترین ہوائی جہاز سمجھا جاتا تھا۔ ۷ر مئی ۱۹۳۷ء کو جب یہ امریکہ جارہا تھا تو اس میں دفعتاً آگ لگ گئی اور وہ اسی وقت زمین پر گر پڑا۔ جہاز کے ۹۹ مسافروں میں سے ۵۰ کو بچا لیا گیا۔ اس ہوائی جہاز کی تباہی پر جرمنی میں قومی ماتم کیا گیا۔ ۹ر اپریل ۱۹۳۷ء کو برطانوی مزدور ممبر پارلیمنٹ جارج لانسبری نے ہر ہٹلر سے ملاقات کی۔ اس موقع پر سیاسیات کے سلسلے میں کچھ گفت و شنید بھی ہوئی۔ ۲۱ر اپریل کو جنرل فرانکو نے صوبۂ باسک کے بہادر باشندوں سے قدیم دارالخلافے گورنسا کو پوری طرح تہ و بالا کر کے اس پر قبضہ کر لیا۔

۲۹ر مئی کو والنشیا کی جمہوری حکومت کے ایک ہوائی جہاز نے جرمنی کے جنگی جہاز ڈٹشلینڈ پر دو بم ہوائی جہاز سے گرائے جس سے ۲۰ ملاح فوت ہو گئے۔ اس کے جواب میں جرمنی نے بھی ۳۱ر مئی کو اسپین کے المیریا نامی مقام پر بم برسائے جس سے ۲۰ اسپینی مرے اور تقریباً ۱۵۰ گھائل ہوئے۔ اس کے علاوہ اسی دن جرمنی اور اٹلی نے بطور پروٹسٹ عدم مداخلت کمیٹی سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ۱۱ر جون انگلستان فرانس اور اٹلی میں عدم مداخلت کے بارے میں ایک سمجھوتہ ہوا جس کے مطابق طے کیا گیا کہ اگر اسپین کی جانب سے آئندہ کوئی حملہ ہوا تو چاروں

حکومتیں متحدہ طور پر اس کی مخالفت کریں گی۔ لہذا ۱۶ رجون کو اٹلی اور جرمنی عدم مداخلت کی اسکیم میں پھر شامل ہو گئے۔ لیکن ۱۵ رجولائی کو جمہوری سپین کے ایک ہوائی جہاز نے جرمن جہاز لپسنرگ پر دوبارہ حملہ کیا۔ انگلستان اور فرانس کے مخالفت میں شامل نہ ہونے سے جرمنی اور اٹلی نے ۲۴ رجولائی کو عدم مداخلت کمیٹی کا بائیکاٹ کر دیا۔

۱۲ رجولائی کو پیرس میں فرانس اور جرمنی کے مابین ایک تجارتی معاہدہ ہوا۔

۱۷ رجولائی کو لندن میں برطانیہ اور جرمنی میں اور برطانیہ اور سوویٹ روس میں ایک بحری معاہدے پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدے کے مطابق جرمنی اور روس کو ۱۹۳۶ء کے بحری معاہدہ لندن میں شامل کیا گیا۔ جس پر انگلستان اور اس نوآبادیات، فرانس اور ریاست ہائے متحدہ نے دستخط کئے۔

۶ سے ۱۳ ستمبر ۱۹۳۷ء تک نورمبرگ میں نازیوں کی آٹھویں سالانہ کانگریس ہوئی۔ اس کانگریس میں دنیا بھر کے نازی اور دیگر حکومتوں کے نمائندے شامل ہوئے۔ اس میں ۱۳ ستمبر کو ہر ہٹلر نے ایک لاکھ طوفانی فوج اور سیاہ محافظوں کے سامنے ایک تقریر کی۔ جسے سب ملکوں میں بہت زیادہ اہمیت دی گئی۔ ۲۵ ستمبر کو سینور مسولینی جرمنی آیا اور ۲۹ ستمبر کو اٹلی واپس چلا گیا۔

۱۱ راکتوبر کو انگلستان کے سابق شہنشاہ جارج ہشتم جو اب ڈیوک آف ونڈسر کہلاتے ہیں اپنی بیوی ڈچز آف ونڈسر سمیت جرمنی کے کارخانوں کا ملاحظہ کرنے آئے۔

۱۶؍اکتوبر تک وہ جرمنی میں قیام پذیر رہے۔ اس دوران میں جرمنی کے دیگر سیاستدانوں کے علاوہ ہر ہٹلر نے بھی ملاقات کی۔
۱۴؍اکتوبر ۱۹۳۶ء کو بلجیم کے بادشاہ لیوپولڈ نے اعلان کیا کہ مستقبل میں بلجیم غیر جانبدار ملک رہے گا۔ اس پر جرمنی نے بھی یہ وعدہ کیا کہ اسکی غیر جانبداری برقرار رکھی جائیں گی۔

۶؍نومبر ۱۹۳۷ء کو ایک صلحنامے کے ذریعے سے اٹلی بھی ۲۵؍نومبر ۱۹۳۶ء کے اینٹی کمیونسٹ جرمن جاپان پیکٹ میں شامل ہوگیا۔ ۱۷؍نومبر کو برطانیہ کے لارڈ پریذیڈنٹ آف کونسل لارڈ ہیلیفیکس (سابق لارڈ اروِن وائسرائے ہند) برلن آئے اور انھوں نے جرمنی کے سیاستدانوں سے بین الاقوامی حالات پر گفت وشنید کی۔ ۱۹؍نومبر کو انھوں نے جرمنی اور انگلستان کے تعلقات کے سلسلے میں ہر ہٹلر سے پانچ گھنٹے تک گفت وشنید کی۔ ۲۰؍نومبر کو لارڈ ہیلیفیکس نے جنرل گوئرنگ سے ملاقات کی۔ انگلستان واپس جانے سے پیشتر ۲۱؍نومبر کو انھوں نے ہٹلر اور جنرل گوئرنگ سے دوبارہ بات چیت کی۔

۲۰؍نومبر کو ہنگری کے وزیراعظم ایم وان درانئے اور وزیر خارجہ ایم وان کانیہ ایک ہفتے کیلئے برلن آئے اور ۲۵؍نومبر کو انھوں نے ہر ہٹلر سے ملاقات کی۔ اس سفر سے ہنگری اور جرمنی کے تعلقات اور بھی زیادہ خوشگوار ہو گئے۔ ۱۱؍دسمبر کو اٹلی نے لیگ اقوام کی رکنیت سے استعفیٰ دے دیا۔ ۱۲؍دسمبر ۱۹۳۷ء کو جاپان نے چین سے جنگ شروع کرکے نانکنگ پر قبضہ کر لیا۔

۱۴ دسمبر کو اس نے پینگ کا نام بدل پھر پیکنگ رکھدیا۔ اسی دن پیکنگ میں شمالی چین کے لئے نئی جمہوری حکومت قائم کی گئی جس کا نام پنجو رکھا گیا۔

۲۰ دسمبر کو جنرل لوڈنڈارف کا میونک کے ہسپتال میں انتقال ہوگیا۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۳۷ء کو ارگنٹائن ہوائی بیڑہ کا سپہ سالار ورڈگ ویر جرمنی آیا اور اس نے جرمنی کے بہت سے کارخانوں وغیرہ کا معائنہ کیا۔ ۳۰ ستمبر کو جرمنی اور سیام میں ایک معاہدہ ہوا جسمیں جرمنی کو خاصی اچھی مراعات دی گئیں۔

۱۹۳۸ء

یکم جنوری ۱۹۳۸ء کو ہٹلر نے سال نو کی ایک تقریب پر اہم تقریر کی۔ ۱۰۔ ۱۱ اور ۱۲ جنوری ۱۹۳۸ء کو ہنگری کے دارالخلافہ بوڈاپیسٹ میں آسٹریا کے اس وقت کے چانسلر ڈاکٹر شنگ اور اٹلی اور ہنگری کے نمائندوں میں یہ طے ہوا کہ جرمنی اور اٹلی سے دوستانہ تعلق قائم رکھا جائے، اٹلی کا لیگ اقوام سے استعفیٰ دینا قرین انصاف تھا۔ اور ہنگری کو دوبارہ مسلح ہونے کا حق ہے۔ ۱۵ جنوری کو یوگو سلاویہ کا وزیر اعظم ڈاکٹر ملن سٹوج ڈینو وسیچ ایک ہفتے کیلئے برلن آیا۔ ۱۹ جنوری کو برطانیہ کا اکسپورٹ منسٹر ڈاکٹر لینزلی برلن آیا۔ اس نے جرمنی کی سڑکوں کی تعمیر اور ان پر ہونے والی آمدورفت کا ملاحظہ کیا۔ اسی دن برطانیہ کے دفتر داخلہ کے انڈر سکریٹری مسٹر جوفرے لائڈ

جرمنی کی ہوائی حملوں سے بچنے کی اسکیم کا مطالعہ کرنے آئے۔ اور ہوائی بیڑے کی تمام نقل و حرکت کا پوری توجہ سے مطالعہ کیا۔

۲ر فروری ۱۹۳۸ء کو بیرن وان نیوراٹ نے اپنی عمر کی پینسٹھویں اور اپنی عرصۂ ملازمت کی چالیسویں سالگرہ منائی۔ سویڈن کا بادشاہ گستاؤ، شمالی اٹلی کے ریویرا کو جاتے ہوئے ۲ر فروری ۱۹۳۸ء کو برلن آیا۔ اسٹیشن پر سویڈن کے سفیر نے اس کا استقبال کیا۔ ہر ہٹلر نے اس سے سویڈن کے قونصل خانے میں ملاقات کی۔

۴ر فروری ۱۹۳۸ء کو ہر ہٹلر نے جرمنی کے نظام حکومت میں بڑی اہم تبدیلیاں کیں۔ اس دن جرمنی کے وزیر دفاع بلومبرگ اور کمانڈر انچیف فری ہروان فریچ کو ان کے حسب خواہش ملازمت سے سبکدوش کر کے ہر ہٹلر نے اعلان کیا کہ "آج سے جرمن فوج کے سارے اختیارات میں اپنے ہاتھ میں لیتا ہوں" ہٹلر نے توپخانے کے جرنیل وان بروچیچ (Von Brau Chitsch) کو کمانڈر انچیف بنایا۔ اسی دن ہٹلر نے معاملات خارجہ کے سلسلے میں مشورہ دینے کیلئے ایک خفیہ پریوی کونسل بھی ترتیب دی۔ فری ہروان نیوراٹ کو اس کونسل کا صدر بنایا گیا۔ اس کونسل کے ممبر یہ تھے :۔

(۱) یاؤخین وان ربن ٹراپ وزیر خارجہ (۲) فلیڈ مارشل ہروان گوئرنگ وزیر اعظم پرشا اور وزیر پرواز اور ہوائی بیڑے کا سپہ سالار (۳) رائخ منسٹر روڈلف ہیس ہٹلر کا ڈپٹی یا نائندہ

(۴) ڈاکٹر جوسف گوئبلز وزیر پروپیگنڈا و قومی تقاریب (۵) ڈاکٹر
ہینس ہیسرچ یمرسس رائخ منسٹر اور رائخ چانسری کا چیف (۶) جرنیل
والتھر وان بوچیچ سپہ سالار افواج (۷) جرنیل ایڈمرل ڈاکٹر
ایرچ ریڈر بحری بیڑے کا سپہ سالار (۸) ولہیلم کیٹل سپریم
کمانڈ کا چیف اور توپ خانہ کا سپہ سالار۔ اس وقت ہنری
ہروان نیوُراٹ نے بھی وزیر خارجہ کے عہدے سے استعفٰی
دے دیا۔ ہٹلر نے اس کے استعفٰی کو منظور کرتے ہوئے تکلیف
محسوس کی اور اس کو مندرجہ بالا خفیہ کونسل کا صدر بنا کر یاؤخین
ربن ٹراپ کو وزیر خارجہ بنایا۔ اس وقت ہر ہٹلر نے روم کے جرمن
سفیر ہیبل (Hassel) جاپان کے جرمن سفیر وان ڈرک
سین (Drikssen) اور وی اینا کے جرمن سفیر وان پاپن
کو بھی واپس بلالیا۔ جرمن فوج کو اپنے ہاتھ میں لینے پر مسولینی کاونٹ
چانو اور جرنیل فرانکو نے ہٹلر پاس تہنیت کے تار بھیجے۔
۱۲ر فروری کو آسٹریا کے چانسلر ڈاکٹر شنشنگ نے برلن میں
ہر ہٹلر سے ملاقات کرکے ایک سمجھوتہ کیا۔ جس کے مطابق آسٹریا
کے نازیوں کو سیاسی آزادی دی جانے والی تھی۔ اس سمجھوتے کے
سبب سے آسٹریا کے نازی لیڈر ڈاکٹر سسّ انکوارٹ کو ۱۶ر فروری
کو آسٹریا کے کابینہ میں جگہ دی گئی۔ ۹ر مارچ کو ڈاکٹر شنشنگ
نے مندرجہ بالا سمجھوتہ کے خلاف یہ اعلان کیا کہ آسٹریا میں ۱۳ر مارچ
کو جرمنی اور آسٹریا کے تعلق کے بارے میں رائے عامہ لی جائیگی
اس لئے ۱۱ر مارچ کو وی اینا کے نازیوں اور کمیونسٹوں میں فساد

ہوگیا۔ مخالفت کا مقابلہ نہ کر سکنے کی وجہ سے ڈاکٹر شسنگ نے ۱۱ر مارچ ہی کو رائے عامہ نہ لینے کا اعلان کر کے آسٹریا کی چانسلری کے عہدے سے استعفیٰ دیدیا۔ آسٹریا کے صدر جمہوریت مکلاس نے ڈاکٹر سئس انکوارٹ کو آسٹریا کا چانسلر بنادیا۔ ڈاکٹر انکوارٹ نے ہٹلر کو یہ تار بھیجا کہ فوراً فوج بھیجدی جائے اور ۱۱ر تاریخ ہی کو اپنا نیا کابینہ بنالیا۔ ۱۲ر مارچ کو جرمنی کی فوجوں نے آسٹریا کی سرحد کو عبور کیا۔ ۱۳ر مارچ کو آسٹریا کے صدر جمہوریت مکلاس نے بھی ڈاکٹر سئس انکوارٹ کی مرضی پر عمل کرتے ہوئے استعفیٰ دیدیا۔ ۱۴ر مارچ کو ہٹلر نے وی اینا میں داخل ہو کر آسٹریا پر قبضہ کرلیا۔ ۱۵ر مارچ کو ہٹلر نے وی اینا میں تقریر کرتے ہوئے جرمنی اور آسٹریا کے الحاق کا اعلان کیا۔ اور ڈاکٹر سئس انکوارٹ کو آسٹریا کا گورنر بنایا۔ ۲۲ر مارچ کو جرمن حکومت نے لیگ اقوام کو اطلاع دی کہ آسٹریا اب لیگ کا ممبر نہیں رہا۔ ۳ر اپریل کو انگلستان نے آسٹریا میں جرمنی کی حکومت تسلیم کرلی اور وہاں سفیر کی بجائے قونصل جنرل مقرر کرنے کا اعلان کیا ۱۰ر اپریل تمام دنیا کے جرمنوں اور آسٹریوں نے بڑی بھاری اکثریت رائے سے آسٹریا کے جرمنی میں ملائے جانے کی تائید کی۔

۱۰ر اپریل کو فرانس میں موسیٔو ڈیلاڈیر کا نیا کابینہ بنا۔ اس میں موسیٔو بونیٹ وزیر خارجہ تھے۔ ۱۶ر اپریل کو شام کے ۶½ بجے روم میں اینگلو اٹالین پیکٹ پر دستخط ہوئے۔ ۱۸ر اپریل کو رومانیہ کی فاسسٹ آہنی گارڈ کے لیڈر موسیٔو کاڈرین کو مع ان کے ۱۶۶۵ پیروؤں کے بخارسٹ میں گرفتار کیا گیا۔ ان پر یہ شبہ تھا کہ یہ بخارسٹ پر چڑھائی کرا کر اس کا جنگی محاصرہ کرنے کی سازش کر رہے تھے۔ ۲ر مئی کو ہر ہٹلر

اٹلی گیا جہاں اس کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا گیا۔ وہاں سے ۱۰ مئی کو واپس آیا۔ ۱۲ مئی کو لیگ اقوام نے حبش کے بارے میں یہ طے کیا کہ اس پر اٹلی کا قبضہ تسلیم کرنے کے معاملے میں ہر حکومت اپنی جگہ آزاد ہے۔ روس چین، نیوزیلینڈ اور بولیویا نے اسکے خلاف احتجاج کیا۔

۱۹ مئی کو زیکوسلوواکیہ کے وزیر اعظم موشئے ہوزا نے سوڈیٹین جرمنوں کی تکالیف دور کرنیکا وعدہ کیا۔ ۲۵ مئی کو جرمنی کے ۲۰ ماہرین جو چین میں تھے۔ جاپان کے اصرار پر چین کو چھوڑ کر جرمنی واپس آ گئے۔ ۲۹ مئی کو سارے اٹلی میں "نیشنلسٹ سپین ڈے" منایا گیا۔ ۱۸ جون کو بارسلونا کے ایوانِ پارلیمنٹ میں پنڈت جواہر لال نہرو کا سرکاری طور پر استقبال کیا گیا۔ ۳۰ جون کو جرمنی، اٹلی، انگلستان اور فرانس نے اسپین کے امور عدم مداخلت کے سلسلے میں والنٹیروں کی واپسی کا خرچ برداشت کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔

یکم جولائی ۱۹۳۸ء کو انگلستان اور جرمنی میں ایک تجارتی صلحنامہ ہوا اس سے جرمنی نے آسٹریا کے قرضے کی ادائیگی کا بار اپنے اوپر لیا اور دونوں ممالک کی درآمد اور برآمد کے مسائل کو طے کیا۔ ۱۱ جون کو لندن میں اسپین میں عدم مداخلت کے بارے میں ایک وائٹ پیپر شائع کیا گیا۔ جس میں عدم مداخلت کی تجاویز کی تائید، اسپین سے غیر ملکی والنٹیروں کی واپسی بعض حالات میں اسپین کے فریقین کو جنگ آزما حکومتوں کے حقوق دینے اور اسپین کی بحری و بری سرحد کی نگرانی کے سلسلے میں تجاویز ہوئیں

۲۰ جولائی کو منچوکو اور جرمنی کے مابین ایک تجارتی صلحنامہ ہوا۔ اس سے یہ طے ہوا کہ جرمنی منچوکو سے دوگنا سویابین خریدے اور منچوکو جرمنی

سے سابق کی بہ نسبت دوگنی مشینیں لے۔ جرمنی نے منچو کو ۶ ½ کروڑ ین د ۱۲ر کی قیمت کا جاپانی سکہ، قرضہ دینا بھی منظور کیا۔ ۲۵ر جولائی کو جرمنی اور ترکی نے ایک معاہدے پر دستخط کئے۔ ۲۶ر جولائی کو برطانوی حکومت نے زیکوسلوواکیا میں سوڈٹین جرمنوں کے پیچیدہ مسئلہ کا حل نکالنے کیلئے لارڈ رنسی مین کو تعینات کیا۔

۳ر اگست ۱۹۳۸ء کو فرانس اور جرمنی نے ایک تجارتی صلحنامہ پر دستخط کئے جس کے مطابق فرانس نے آسٹریا کے موجودہ انتظام کو جاری رکھنے دینا تسلیم کیا اور ڈاوے اور ینگ کمیشنوں کے مقرر کردہ سود کی شرح کو کم کردیا۔ ۱۶ر اگست کو پنڈت جواہرلال نہرو نے زیکوسلوواکیہ کے علاقے کی سیاحت کرتے ہوئے سوڈٹین جرمن علاقے کا سفر کیا۔ اسی دن جرمنی میں فوجی مظاہرہ شروع ہوا۔ جس میں پہلے ہی دن، ½ لاکھ فوجیوں نے حصہ لیا۔ جرمنی کے اس مظاہرے سے یوروپ کی سبھی حکومتیں خوفزدہ ہوگئیں اس کے خلاف ماہ ستمبر کے اوائل میں فرانس نے بھی جنگی تیاری شروع کردی۔ ۲۳ر اگست کو زیکوسلوواکیہ، یوگوسلادیہ اور رومانیہ نے ہنگری کے ساتھ غیر جارحانہ معاہدہ کیا۔ اسی دن ہنگری کا ریجنٹ ایڈمرل ہورتھی وی اینا آیا۔ ۲۵ر اگست کو ہٹلر نے اس کا برلن میں بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا۔ ۶ر ستمبر سے نورمبرگ میں نازی ریلی شروع ہوئی۔ اسی دن ڈاکٹر بینیز نے سوڈٹین جرمنوں کے سامنے نئی تجاویز بھی پیش کیں۔

۱۲ر ستمبر کو انگلستان کے وزیراعظم مسٹر نیوائل چیمبرلین نے ہوائی جہاز سے جرمنی پہونچکر ہٹلر سے زیکوسلوواکیہ کے سلسلے میں

گفت و شنید کی۔ ۲۲ر ستمبر کو مسٹر چمبرلین نے ہر ہٹلر سے گوڈزبرگ میں دوبارہ ملاقات کی۔ ۲۴ر ستمبر کو وہ لندن واپس آئے۔ ۲۷ر ستمبر کو مسٹر چمبرلین نے ہٹلر اور مسولینی سے امن قائم رکھنے کی اپیل کی۔ ۲۹ر ستمبر کو میونک میں مسٹر چمبرلین، موسیٹے ڈلاڈیئر، ہر ہٹلر اور سینور مسولینی کی ایک کانفرنس میں چار طاقتوں کا معاہدہ ہوا۔ یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جرمن فوجوں نے سوڈیٹن لینڈ میں داخل ہو کر ۱۰ر اکتوبر تک اس پر مکمل قبضہ کر لیا۔ سوڈیٹن لینڈ پر قبضہ کر لینے سے زیکوسلواکیہ کے لوہے، کوئلے سیمنٹے اور شکر کی صنعتوں کا اسی فیصدی حصہ جرمنی کے ہاتھوں میں آ گیا ہے۔ کارلسباد بھی سوڈیٹن لینڈ ہی میں ہے۔ اس میں گندھک کے بڑے بڑے چشمے ہیں دنیا بھر کے بیمار علاج کی غرض سے یہاں آتے ہیں۔ اس طرح زیکوسلواکیہ کی تین چوتھائی لوہے اور کوئلے کی کانیں جرمنی کو مل جانے سے اس کی طاقت اور زیادہ ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ جرمنی اور زیکوسلواکیہ کی پرانی سرحد کے قلعے اور میگنٹو لائن وغیرہ بھی جرمنی کے قبضے میں آ گئی ہے۔ ترکی سے حال ہی میں جرمنی کا ایک معاہدہ ہوا ہے جس کی رو سے جرمنی نے ترکی کو ایک لاکھ پونڈ قرضہ دیا ہے۔ ریاستہائے بلقان جرمنی سے اب نئے تعلقات قائم کرنے کی فکر میں ہیں۔ ۲۷ر اکتوبر ۱۹۳۸ء کو جرمنی کے وزیر خارجہ ہر وان ربن ٹراپ جدید حالات کے سلسلے میں گفتگو کرنے کے لئے روم گئے۔

ہٹلرِ اعظم کے ماخذ

1. A History of Europe by H. A. L. Fisher.
2. Europe since 1815 by Charles Downer Hazen.
3. Europe in the nineteenth and twentieth Centuries by A J. Grant and H W V Temperley.
4. A History of National Socialism by Konrad Heiden.
5. My struggle by Herr Adolf Hitler.
6. Full Text of the Treaty of Versailles
7. Full Text of the Treaty of St. Germain.
8. The Germans at Versailles by Victor Schiff.
9. Parliamentary Reports from Imperial Library, Calcutta and Imperial Secre tariate Library, New Delhi
10. Germany Reborn by General Goering
11. Inside Europe by John Gunther, 22nd Impression, May 1937
12. Germany puts the Clock Back by Edgar Mowrer.
13. Youth Activities in Modern Germany by Baldur Von Schirach
14. Social policy in the New Germany by Prof. Bruno Ranecker.
15. Passing through Germany 1936, Terramare Office. Berlin.

16. The Hitler state by Prof. Benoy Kumar Sarkar.
17. German youth in a changing World, Terramare Office, Berlin.
18. Full Text of the speeches delivered by Hitler in Reichstag on 21-5-35, 30-1-37 and 20-2-38.
19. Sufferings of Eastern Germany by F. Warner, Berlin, 1931.
20. The Prosperous Corridor by Axel Schmidt, 1933.
21. Communism in Germany by Adolf Ehart. 1933.
22. What Price Peace by Dr. A. L. Sinha.
23. The task of the Woman of today by Gertrud Scholtz-Klink, (Berlin).
24. Blackmail or war by Geneviene Tobouis.
25. Encyclopeadia Brittanica
26. Encyclopeodia Brittanica year Book 1937.
27. Statesman year Books for 1936, 1937. and 1938.
28. Eiles of the (1) Times, London; (2) Manchester Guardian, London; (3) Round Table. London; (4) Asiatic Review, London; (5) Spectator, London; (6) Overseas monthly, London; (7) Foreign Affairs, New york; (8) News in Brief, Berlin; (9) Germany, Berlin; (10) Germany & you, Berlin; (11) Science & Progress, Berlin, (12) Statesman, New Delhi; (13) Hindustan Times, New Delhi